DAMAGE BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222269

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵۲۳۳۳ Accession No. ۱۰۲۲۳

Author شرر، عبدالحلیم - ش - ۹

Title ایام عرب - ۱

This book should be returned on or before the date last marked below.

ایامِ عرب

دلچسپ اور نتیجہ خیز تاریخی ناول

مصنفۂ

مولنا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز

جسمین

جاہلیت عرب کا عشق اور یوم حلیمہ و یوم ذی قار کے سین دکھائے گئے ہین

اور جو

باہتمام خاکسار حکیم محمد سراج الحق منیجر و پرنٹر پبلشر دلگداز

۱۹۱۵ء مین

دلگداز پریس لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خان

مین چھپکے شائع ہوا

(جملہ حقوق محفوظ ہین)

1952

شب غم

۱۳۵۱ھ

مولانا شرر مد ظلہ کی مشہور نظم

معہ مکمل فہرست کارخانہ روض الریاحین و کتب مصنفہ مولانا صاحب موصوف بہت ہی خوبی سے چھپوائی گئی ہے۔ ناظرین دلگداز - ۲ کا ٹکٹ بھیجکر طلب کر لیں۔ اسکے اعلیٰ ایڈیشن کی قیمت مجلد ۲ روپیہ ہے محصول کیواسطے ٹکٹ علیحدہ ارسال فرمائیے۔

کارخانہ روض الریاحین لکھنو کا اعلیٰ عطر ۱۹۵۲ء

آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھیں

عطر کیلیے لکھنو مشہور ہے مگر افسوس کہ جو عطر یہاں بازاروں میں ملتا کیونکہ کمیں مال کی روانگی نوکردو کے ہاتھ ہے اور غلط فصل کا خمیازہ ان نئے عطروں ہی کو اٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگوانے اور بے دیکھے خریدنے پر مجبور ہیں اور بعض اشتہار دینے والوں کی یہ حالت ہے کہ روپیہ کا مال دکوا کبھی چار کو بھیجدیتے ہیں یہ عام خرابیاں دیکھکے ہم نے لیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمائیں اُنکے لیے معتبر اور مستند کارخانوں کے عطر اعلیٰ درجے کے تیل وغیرہ خاص طور پر اہتمام کرکے مال بخوبی جانچ کے اور کفایت خرید کرکے روانہ کر دیا کرین جسکا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا گیا ہے عطر کے شائق ایک بار امتحانا منگوا کر دیکھیں کہ ہمارے ذریعہ سے انھیں کیسا اچھا عطر اور کس دام کو ملتا ہے

عطروں کی فہرست حسب ذیل ہے

عطر حنا فی تولہ ۵ للعہ ۶ عہ	عطر مولسری فی تولہ ۶ عہ	عطر سنگترہ فی تولہ ۶ عہ	عطر مخلوط عنبری فی تولہ ۱
,, مخلوط اصفی ,, ۶	,, پانڑی ,, ۶ عہ ۱۲	,, بیلہ ,, ۶ عہ	,, موتیا ,, للعہ ۶ عہ
,, مہک پری ,, ۶	,, چمیلی ,, ۶ عہ	,, شہناز ,, ۶ عہ	روح گلاب ,, ۵
,, کیوڑا ,, للعہ ۶ عہ	,, عودس ,, ۶	روح خس اصلی للعہ	عطر برگ حنا ۶
,, خس ,, ۶ عہ	,, مٹی ,, عہ ۱۲	عطر اگر عرق فی تولہ ۵	,, اگر کہنہ ,, للعہ
روح پانڑی اصلی للعہ	,, فتنہ ,, ۶ عہ	,, جوہی ,, ۶ عہ	,, سہاگ ,, ۶ عہ
عطر چمپا ,, ۶ عہ	,, گلاب عہ عہ ۶	,, ناگیسر اصلی ,, عہ	,, شمامۃ العنبر عہ

خوشبودار تیلوں کی فہرست بھی ملاحظہ ہو

روغن چمیلی فی سیر للعہ ۶	روغن بیلہ فی سیر للعہ ۶	روغن کیوڑا فی سیر للعہ ۶	روغن حنا فی سیر للعہ ۶

اعلیٰ درجے کا خوشبودار عمدہ اور بامزہ تمباکو

زردہ تمباکو شکلی فی سیر عہ	قوام تمباکو شکلی فی تولہ ۶ / ۸	گولیان تمباکو شکلی فی تولہ ۸
,, زعفرانی ,, ۶	,, زعفرانی ,, ۲ / ۴	,, نقرئی ,, ۱۰ / ۸ / ۶ / ۴

نوٹ - درخواست آتے ہی ویلیو پے ایبل روانہ ہوگا۔ باردانہ مصارف ڈاک وغیرہ ذمہ خریدار

آپ کا خادم حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنو۔

خولہ - (اصرار کے لہجے میں) "نہیں ضرور بتائیے جس طرح اچھی بات کے انتظار میں انسان بیتاب ہو جاتا ہے اُسی طرح ہم اس عزیز ... ہو رہے ہیں۔"

نوجوان "مجھے زید کہتے ہیں۔"

طلیحہ "اور آپ کے والد کا نام؟"

نوجوان "عدی" اور نام بتا کر ... تھا کہ اُس نے پہچانا یا نہیں ذرا تامل کیا - اور پھر چار آنکھیں کر کے بولا "ابھی میں ...

طلیحہ " ... کا بھی نام بتائیے۔"

... ن سے ہوں۔"

... "اچھا - تو یہ کہیے کہ دربار ایران کے بڑے معزز عہدہ دار ہیں۔"

... "ن تو نہیں ہوں - ہاں میرے والد البتہ تھے - مگر اُن کی عزت و دولت کا ... لی آپ کو معلوم ہوگا۔"

طلیحہ "خوب معلوم ہے - ایسی محسن کشی کبھی کسی عرب الاصل شخص سے نہیں ہوئی تھی جیسی کہ نعمان سے ہوئی۔"

زید "اگر میرے والد عدی نے کوشش نہ کی ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ نعمان اپنے باپ کی جگہ حیرہ کا بادشاہ بن سکتا۔"

طلیحہ "اسی قدر نہیں - میں تو سمجھتا ہوں کہ اُسی وقت سے حیرہ پر
ایساگہ ...
... ا - کسریٰ پرویز کسی ایرانی والی کے مقرر کرنے کا سامان کر چکا ... اور اُس کا صلا یہ ملا کہ نہایت ظلم کے ساتھ قتل کیا گیا۔"

... "اس ظلم نے عرب کی شرافت میں داغ لگا دیا - اُسی کا نتیجہ تھا کہ نعمان یوں شکست کھا کے مارا گیا۔"

---

۵ خسرو پرویز کو عرب لوگ کسریٰ پرویز ہی کہتے تھے - کسریٰ ہر ساسانی ... جدا ... ملقب ہوا کرتا تھا - اور پرویز خسرو کا اصلی نام تھا - فارسی میں اُسے زیادہ تر خسرو کہتے ہیں - مگر خسرو اُس کا نام نہ تھا جیسا کہ عوام خیال کرتے ہیں - بلکہ بادشاہ کے معنوں میں اُس کے نام ... تھا - خسرو پرویز یعنی بادشاہ پرویز۔

زید "مگر میرے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے"
خولہ "تو کس سے انتقام لیجیے گا؟"
زید "یہ وہ خونی بیٹون کے خاندان سے۔ اُس کی نسل سے۔ اور کس سے؟
میں عدی کا خون سارے حیرہ میں خون برسا دے گا" یہ کہتے وقت زید کے منھ مین
کف بھر آیا۔ اور اُس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔
طلحہ "یہی مین دل مین کہتا تھا کہ ایسے نازک وقت مین جبکہ حیرہ کا شاہی خاندان
سخت دانت مین پھیلا ہے۔ وہین کا ایک رئیس زادہ اس امید کے ساتھ
شکار کو کیونکر آ سکا؟"
زید "مجھے نعمان کے مارے جانے پر افسوس تھوڑے ہی ہوا۔ مین تو خوش
اور اپنی خوشی ہی ظاہر کرنے کے لیے یہان شکار کو چلا آیا۔ تاکہ سب سے الگ
اپنے اطمینان کے ساتھ اپنے دل کی خوشی ظاہر کرون"
طلحہ "اب آپ یہان کیونکر رہتے ہین؟"
زید "مین نعمان کے دربار مین تھا۔ اور اُس کے جانشین منذر سے بھی
بہت کچھ تعلقات ہین۔ نعمان بظاہر بڑی خاطر کرتا تھا جس مین اُس کی دو غرض
تھین۔ ایک تو یہ کہ عدی کے ناجائز قتل سے رعایا مین جو ناراضی پیدا ہو گئی تھی
ہو۔ اور دوسرے یہ کہ مجھے رشوت دے کے اپنے باپ کے انتقام سے روکے۔ لیکن
داغ دل مین پڑنے کے بعد کہین مٹ سکتا ہے؟"
ہرگز نہین" یہ کہہ کے ہمارا کیا د اور فقیہ جو دوست خاموش ہو"
کہنے کے پھر سر اُٹھا کے بولا "اے تیمی بھائی کے بیٹے! انتقام لینا عربی نسل تھوڑا
خصائل سے ہے۔ اور جس مین اس کا جوش نہ ہو وہ میرے نزدیک عربی باپ کا بیٹا نہ
زید "تو یہ جوش مجھ مین کچھ کم نہین ہے۔ مدت سے اسی کوشش مین ہون۔ اور افسوس
کہ نعمان قبل اس کے کہ مین انتقام لے ملکون حارث کے ہاتھ سے مارا گیا"

عہ عرب مین اگر مخاطب ہم عمر ہو تو اُسے اُس کی قوم کا بھائی اور اگر چھوٹا ہو تو اُس کی قوم کے
بھائی کا بیٹا کہہ کے خطاب کرتے ہین۔ مثلاً تیمی شخص سے باتین کر رہے ہین۔ اگر وہ برابر ہے تو کہین گے
"اے برادر تیمی" اور اگر چھوٹا ہے۔ تو کہین گے "اے تیمی بھائی کے بیٹے"

طلحہ "مگر کوئی مضائقہ نہین۔ اُس کا بیٹا موجود ہے جس کا خون کافی معاوضہ ہوسکے گا"
زید "اسی فکر مین ہون۔ مگر کوئی تدبیر نہین بن پڑتی"
طلحہ پھر تھوڑی دیر سر جھکا کے سوچتا رہا۔ اور چند لمحہ بعد نظر سے نظر ملا کے پوچھا "مگر آپ ساسانی دربار سے تعلقات کیون نہین پیدا کرتے؟"
زید "مین ہمیشہ ارض حیرہ مین رہا۔ مدائن کی کبھی صورت تک نہین دیکھی۔ اور وہان مجھے کوئی جانتا ہی نہین"
طلحہ "تمھین نہ جانتا نہ سہی۔ تمھارے والد کو تو سب لوگ جانتے ہین؟"
زید "ہان جانتے ہین مگر جب تک کوئی بہت بڑا ذریعہ نہ ہو دربار ساسانی تک رسائی نہین ہوسکتی"
طلحہ "اچھا اس بارے مین خود منذر سے مدد کیون نہین لیتے۔ جو اب ارض حیرہ کے تخت پر بیٹھا ہے؟"
زید "البتہ یہ مناسب تدبیر ہے۔ اگر مین منذر سے کہون تو بے شک وہ مجھے پرویز کے دربار تک پہونچا دے گا"
طلحہ "بس تم اتنا ہی کرو۔ باقی امور کا انتظام مین کر دون گا"
زید۔ (متوجہ ہو کے) "آپ کیا کیجیے گا؟"
طلحہ "مین یہ کرون گا کہ آپ جس سے انتقام لینا چاہتے ہین وہ بلا زحمت آپ کے سامنے لا کے قتل کیا جائے"
زید "آخر کیونکر؟"
طلحہ "اس کو مین بتا نہین سکتا۔ ہان دکھا دون گا"
زید "تو مین منذر کی سفارش سے ساسانی دربار مین پہونچنے کی کوشش کرون"
طلحہ "شوق سے اور جس قدر جلد ہوسکے کیجیے"
زید "مگر پھر آپ کو بھی میرے ساتھ چلنا ہوگا"
طلحہ "ضرور چلون گا۔ یہی تو ایک موقع ملا ہے کہ مین آپ کے ان احسانات کا معاوضہ کر سکون۔ (خولہ کی طرف دیکھ کے) کیون خولہ۔ مدائن چلو گی؟"
خولہ "مجھے تو اُس شہر کے دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔ پرویز کی جاہ و حشمت کی عجب

عجب باتین سنی ہین - اب چل کے آنکھون سے دیکھون گی۔"

زید - (طلحہ سے) "تو یہ کہئیے کہ اپنے بیل کو بھی ساتھ لیتے چلیے گا؟"

طلحہ "خولہ وہان بڑے کام آئے گی - اور اس کی خوبیان آپ کو وہان پہونچ کے نظر آئین گی۔"

زید "تو پھر مین حیرہ پہونچتے ہی روانگی کا سامان کرون گا۔"

طلحہ "پہلے منذر کی سفارش تو ہم پہونچا لیجیے۔"

زید "یہ کوئی مشکل بات نہین - منذر سے جس بات کی تعمیل چاہون گا کرا لون گا - زمانہ ولی عہدی سے وہ میرا دوست رہا ہے۔"

طلحہ "اگر اتنی آسانی ہے تو ایک کام کیجیے - پہلے منذر سے اس مضمون کی ایک عرضداشت لکھوا کے دارائے ایران کے پاس بھجوایئے - کہ مرحوم عدی کا ایک ہونہار بیٹا ملا ہے جو اپنے باپ ہی کا سا لائق و ہوشیار ہے - اگر اجازت ہو تو آستان بوسی کو حاضر ہو - اس کے جواب مین خسرو پرویز لازمی طور پر آپ کو بلوائے گا بس اُس وقت روانگی کا ارادہ کیجیے گا اس طریقہ سے آپ کی قدر و منزلت دونی ہو جائے گی - اور جاتے ہی خلعت سے سرفراز ہون گے۔"

زید "بے شک یہی مناسب ہے۔"

طلحہ "اتنے دنون مین مین بھی اچھا ہو جاؤن گا - اور آپ کے ساتھ اطمینان سے سفر کرون گا۔"

زید "مگر مجھ سے مضبوط اقرار کیجیے کہ آپ آخر تک ساتھ دین گے۔"

طلحہ "پورے استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ - بس ہم دونون اپنے شمام[عہ] ہون گے گر دنیا اپنے مقام سے ٹل جائے اور ہمارا قدم نہ ہٹے۔"

زید "پھر تو مین جا کے واپسی کا سامان کرون۔" ؟

عہ عرب لوگ عورت کو بقر یعنی بیل ہی کہا کرتے تھے - اس لیے کہ اُن کے خیال مین تھا جس طرح عورت جائے زراعت ہے - بیل آلۂ زراعت ہے۔

عہ اپنے شمام عرب کی دو پہاڑیون کا نام ہے جو ایک ہی جا مین اُگی ہین - پہلو بہ پہلو قائم ہین اور حوادث زمانہ کے مقابلہ مین استقلال و پائداری سے قائم رہنے مین ضرب المثل ہین -

اس سوال پر اُس شخص کی زبان لڑکھڑائی۔ ایک عاجزانہ گھبراہٹ اور لاجوابی کی لکنت کے ساتھ بولا "اُس سے شہر کے پہرے والون اور دروازۂ شہر کے نگہبانون سے ملاقات ہے"

منذر۔ (برہمی کے ساتھ) "کس پھاٹک کے دربانون نے اُسے آنے دیا؟"

شخص۔ (ہاتھ جوڑ کے) "اس مین اُن لوگون کی خطا نہین۔ میرا وہ عزیز دو دن ہوے اُن کو جتا کے اور اپنے جانے کی خبر کر کے شہر سے گیا تھا"

منذر "خیر تو یہ صحیح ہے کہ ایاس بن قبیصہ آتا ہے؟ اور اس کی اُنھین کیونکر خبر ہوئی کہ وہ شہر حیرہ کے اندر بھی آسکے گا؟"

شخص "یہ تو تمام بنی طے مین مشہور ہے۔ شہر مین کوئی طائی نہین جو نہ واقف ہو"

منذر۔ (تعجب سے) "اور مجھے خبر نہین! آخر یہان آنے مین اُس کی کیا غرض ہے؟"

شخص "غالباً رسوم تعزیت ادا کرنے کو آئے گا۔ تاجداران آل کندہ سے اُس سے قدیمی تعلقات ہین"

منذر "مگر تعزیت تو یون ایک بڑے بھاری لشکر کے ساتھ نہین کی جاتی؟ یہان کی حکومت کا وعویدار ہو کے تو نہین آتا؟ ایک زمانے سے اُسے اس کی تمنا ہے۔ اور اس موقع پر تو وہ شہنشاہ فارس کو زیر بار احسان بنا کے آیا ہے۔ کیا عجب کہ وہان سے بھی منظوری حاصل کر لی ہو"

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک عورت محل کے ایک بلند برج پر سے نیچے پھاند پڑی جو ایک جگر خراش اور گردوں کی فضا مین گونج اُٹھنے والی چیخ کے ساتھ زمین پر گری۔ فوراً لوگ چونک پڑے۔ منذر جو نئے برہنہ فریادی کی طرف متوجہ تھا سہم سا گیا۔ خواجہ سرا بڑی پھرتی کے ساتھ اُس عورت کے اُٹھانے کو دوڑے۔ اور ہر طرف ایک شور بلند ہوا کہ "شاہزادی ہند نے کوٹھے سے گر کے جان دے دی" منذر انتہا سے زیادہ پریشان تھا اور خود بھی دوڑنے کو تھا کہ ایک خواجہ سرا نے سامنے آکے ادب سے عرض کیا "بڑی خیریت گزری۔ خفیف چوٹ آئی ہے۔ ورنہ غضب ہو گیا تھا"

منذر۔ (حیرت کے لہجے مین) "یہ ان کے دل مین کیا آگئی؟ کوئی ایسا غضب کرتا ہے؟" اب لوگون نے اُس زندگی سے عاجز اور موت کی آرزومند شاہزادی کو بھی

لا کے منذر کے سامنے کھڑا کر دیا۔ یہ ایک نہایت ہی حسین و کم سن عورت تھی۔ وضع و لباس بتا رہے تھے کہ کوئی معمولی عورت نہیں۔ بال کھلے ہوئے تھے۔ صبح کے آسمان کا نیلا دلفریب رنگ جیسا لباس کہ قدرت مغربی اور خاصۃً یورپین نازنینوں کی آنکھوں کو پھاتی ہے اُسی رنگ کا اور اسی کے نرم و نازک پنڈے کا سا گداز ریشمی کرتا گلے میں تھا۔ اور ببول کے زرد زرد پھول جو پھرتیلی اور صحرائی ہرنیوں کی سی شوخ چشم بنات بادیہ کے لیے اکثر زیور کا کام دیتے ہیں اُن کا شگفتہ اور شوخ رنگ اس کی نیچی اور زمین تک لٹکتی ہوئی ازار کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔ سوگواری اور عزاداری نے اگرچہ سارا زیور چھین لیا ہے۔ مگر حسن و جمال تمکنت و خودداری خوبی و رعنائی۔ اور خاصۃً مُرجھائے ہوئے چہرے۔ اور حسرت و اندوہ سے بھرے ہوئے دل سے پتہ چلتا ہے کہ شاہی خاندان سے بہت قریبی تعلق رکھتی ہے۔

اُس کی صورت دیکھتے ہی منذر کا دل کچھ ایسا بھر آیا کہ دوڑ کے گلے سے لگا لیا۔ اور بولا "تم ہی ایسی بے صبری دکھاؤ گی تو مجھ سے ان مشکلوں کا مقابلہ کیونکر ہو سکے گا"

لڑکی "میں اس وقت تک روئی نہیں ہوں یہ آنکھیں ابھی تک آنسوؤں سے آشنا نہیں"

منذر "تو تم جی بھر کے رو لو۔ تاکہ کچھ تو دل کی بھڑاس نکل جائے"

لڑکی "جب تک انتقام نہ لیا جائے نہ روؤں گی۔ دیکھیے اس پُر اندوہ دل کی بھڑاس کبھی نکلتی بھی ہے یا نہیں؟"

منذر "ایک چند روز صبر کرو۔ پھر دیکھنا میں کس طرح انتقام لیتا ہوں۔ تمھاری پُرنم آنکھیں میں ایک گھڑی بھر کبھی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اگر تاجدار حیرہ کے انتقام کے ساتھ تمھارا رونا وابستہ ہے تو وعدہ کرتا ہوں کہ جلد میں ہی رُلاؤں گا۔ اور بہت اچھی طرح رُلاؤں گا"

لڑکی "شمس و قمر کی برکت اور نور کا جلال تمھیں کامیاب کرتا تو تمھاری خون آلود تلوار کے نیچے کھڑی ہو کے میں کس خوشی سے روتی۔ مگر افسوس کہ آسمان ہمارے خلاف ہے۔ ستارہ دشمنی کر رہا ہے۔ اس وقت دربار ایران میں کوئی اتنا بھی نہیں کہ سفارش

عہ جاہلیت عرب کے یہ بھی خصائص میں تھا کہ جو خون زیادہ قیمتی سمجھے جاتے اُن پر رونے والیاں نہیں روتی تھیں۔ اور عہد کر لیتی تھیں کہ اُسی روز روئیں گی۔ جس روز انتقام لینے کا موقع ملے گا

کرکے تمھین تخت نشین کرائے۔ ایاس بن قبیصہ آتا ہے۔ اور بے شک ہمین ذلیل کرنے اور اس محل سے نکالنے کے لیے آرہا ہے۔"

منذر:- ایسا نہین ہوسکتا۔ خسرو پرویز پر ہمارے خاندان نے بڑے بڑے احسان کیے ہین"

لڑکی:- "احسان اور دوستی کا جو کچھ پاس و لحاظ ہے سرزمین عرب مین ہے۔ عجمیون اور خاصۃً ساسانیون مین اس کی کیا قدر جہان سلطنت ہر شخص کو اپنا غلام سمجھتی ہے جس جگہ آزادی کی قدر نہین وہان بادشاہ کسی کا احسان مند نہین ہو سکتا۔ ایسی سرزمین پر سب زن و مرد اولادی غلام ہین۔ اور سلطنت کا کوئی محسن نہین۔ بھائی منذر بس اب خاتمہ سمجھو۔ ایاس کے آنے کی خبر سن کے میرے ہوش و حواس بجا نہین رہے۔ وہ میرا آرزومند ہے۔ اور مجھ سے شادی کرنے کا خواستگار۔ اور مین اُس پر ظاہر کر چکی ہون کہ اُسے ذلیل سمجھتی ہون۔ افسوس وہ اب آئے گا۔ اور مجھ پر زبردستی قبضہ کرے گا۔ جس لڑکی نے اُس کے شوہر ہونے کو بھی نفرت کی نظر سے دیکھا تھا۔ اب اُس کی لونڈی بنے گی افسوس مین مر بھی نہ گئی کہ اس ذلت سے بچتی۔"

بہن کی یہ گفتگو سن کے منذر کی نوجوانی کی خوبصورت آنکھون سے شعلے نکلنے لگے اور غیظ و غضب کے لہجے مین بولا "ہند۔ یہ تیرا خیالی ہی خیال ہے۔ جب تک منذر زندہ ہے آل کندہ کی کوئی لڑکی ذلیل نہین کی جا سکتی۔"

ہند:- "ایسے دعوون سے کام نہین چل سکتا۔ آج کل بنی شیبان کی بہادری کی شہرت ہے اُن کی ہر عورت رقاشؔ بنی ہوئی ہے۔"

منذر:- "تو آل کندہ کا ہر شخص اُس کے لیے ایاد کی نوجوان بن جائے گا۔"

ہند:- "بھائی زیادہ طیش مین نہ آؤ۔ مگر غور کرو۔ ایسے نازک وقت مین تم کیا کر سکتے ہو جبکہ تم نہ فوج رکھتے ہو اور نہ حکومت۔ افسوس اس بدقسمتی سے بچنے کے لیے ایاس کا نام سنتے ہی مین کوٹھے سے پھاند پڑی تھی کہ دنیا کی مصیبتون سے ہمیشہ کے لیے نجات پا جاؤن۔"

منذر بات کاٹ کے کچھ کہنے کو تھا کہ ہند نے اُسے روکا اور کہا "ابھی سنو۔

ع بنی شیبان مین رقاش نام ایک عورت گزری ہے جو بڑی شہسوار تھی اور خود میدان جنگ مین آ کے معرکہ آرائی کرتی تھی۔ ایک مرتبہ اُس نے قبیلۂ ایاد پر حملہ کیا۔ اور شکست دے کے بہتون کو گرفتار کر لیا جن مین سے ایک خوش رو نوجوان کو اپنی خدمت کے لیے منتخب کیا تھا آخر اس پائی نوجوان کے اس سے تعلق ہو گیا۔ اور یہ غلام سے حاملہ ہو کے قبائل عرب مین بدنام ہوئی۔

مجھے جو کچھ کہنا ہے چند مختصر الفاظ مین کہے دیتی ہون۔ تم چاہو ہزار کہو مجھے یقین نہین آ سکتا کہ اس بے کسی و بے بسی کی حالت مین تم مجھے کسی دشمن کے ہاتھ سے بچا لو گے۔ افسوس یا حبیبہ ہی اچھی کہ اس وقت یہان نہین ہے۔ وہ اپنے عاشق کے پاس ہو گی۔ اور صحرا سے عرب مین اس کی آزادی مین رخنہ انداز ہونے والا کوئی نہین۔"

منذر۔ (بات کاٹ کے) "اُس کا نام نہ لو۔ اُس کی خمار کو تو کتا سونگھ گیا۔"[۱]

ہند۔" وہ چاہے جو ہو۔ مگر حبیبہ مجھ سے اچھی ہے۔ تلول (بالو کے ٹیلون) کے سایے مین اپنے عاشق کے سراپا شوق آغوش مین بیٹھی آزادی و محبت کے مزے اُٹھا رہی ہو گی۔" اور مین خاص اپنے باپ کے محل مین ہون۔ اور کوئی عصمت و عزت بچانے والا نہین۔" یہان تک کہنے سے اسقدر دل بھر آیا کہ رونے کو تھی مگر آپ ہی سنبھلی۔ اور بولی۔ "نہین۔ رونا تو مجھ پر حرام ہے۔"

بہن کی ان باتون نے منذر کا دل اختیار سے باہر کر دیا تھا۔ ایک دفعہ چلا کے بولا۔ "بس۔ اب سننے کی تاب نہین۔ اس سے زیادہ ضبط نہین ہو سکتا۔ ہند۔ کیا میری زندگی مین تیری عزت و عصمت نہین بچ سکتی؟"

ہند۔" کیون نہین بچ سکتی؟ (یہ جملہ اُس نے صرف بھائی کے جوش کو اعتدال پہ لانے کے لیے بلکہ اُس کے بے اختیاری کے غضب آلود تیورون سے ڈر کے کہا تھا) مگر اب مرنے مین بھی ناکامی ہو گئی تو مین نے اپنے لیے ایک اور تدبیر نکالی ہے۔"

منذر۔" وہ کیا؟"

ہند۔" جاتی ہون عیسائی ہو جاؤن گی۔"

منذر۔" کیا؟ میری بہن اور عیسائی! حارث اعرج کے مذہب مین!"

ہند۔" ہان عیسائی ہو جاؤن۔ اور نن بن کے اُس دیر مین بیٹھ رہون گی۔ جو یہان سے دس میل پر ہے۔ اور اس بڑے اسقف کی خلوت گاہ بنا ہوا ہے جس کی قیاصرۂ روم تک تعظیم کرتے ہین۔"

منذر۔" وہ دیر تجھے بچا لے گا؟"

ہند۔" ہان بچا لے گا۔ اس لیے کہ خود ایاس دین عیسوی اختیار کر چکا ہے۔ اور بندہ بھی

---

[۱] یہ عرب کا محاورہ ہے۔ جو عورت فاجرہ ہو اُس کی نسبت کہتے ہین کہ اُس کی خمار یعنی دوپٹہ یا سربند کو کتا سونگھ

ادب سے مجال نہین کہ کسی بن اور خادمہ دین پر جبر کر سکے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کسراے پرویز کی ملکہ مریم مسیحیہ ہے اور ہر دیر اور ہر کنیسے کی حمایت کو تیار رہتی ہے۔"

منذر:- "اس خیال سے باز آ۔ اور اپنے خاندانی اور آبائی دین کو نہ چھوڑ۔"

ہند:- "نہین۔ بس اب تو چھوڑ چکی۔" اور یہ کہہ کے نازآفرین شاہزادی اُسی دیر کے ارادے سے چلی۔

منذر ایک سناٹے مین تھا۔ کوئی لفظ اُس کی زبان سے نہ نکلتا تھا۔ دل مین سمجھتا تھا کہ ایاس کا مقابلہ اور اُس کے شر سے بچانا اس وقت میرے امکان مین نہین لہذا باوجودیکہ جی چاہتا تھا مگر بہن کے بہ جبر روکنے اور زیادہ اصرار کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اپنی بے اختیاری سلطنت نہ صاعت خیال کو پست کری جاتی تھی۔ اسیطرح بہت بنا کھڑا رہا۔ اور جب ہند نظر سے غائب ہو گئی تو آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اپنی بے کسی و بے اختیاری پر خون کے گھونٹ پی کے رہ گیا۔ مگر تاہم بہن کے اس طرز عمل پر اس قدر برہم تھا کہ جوش مین آکے بولا "اصم اللہ صداہا"[عہ] اور ندامت کے ساتھ سر جھکا لیا۔

یہ رنگ دیکھ کے وہ شخص جو فریاد لایا تھا بولا "افسوس اب مین کس کے پاس جاؤن؟"

منذر:- (پست آواز اور نہایت ہی مایوسی کے لہجے مین) "جب مین اپنی بہن ہی کو نہ بچا سکا تو کسے بچا سکتا ہون؟ اے شخص! اگرچہ بے دست و پا ہون مگر اتنا کہتا ہون کہ تم میرے پاس آکے ٹھہر۔ اور صرف یہ وعدہ کر سکتا ہون کہ تجھے اُسی وقت صدمہ پہونچے گا جب مین نہ ہون گا۔"

شخص:- (زمین چوم کے) "بس! اتنا ہی اطمینان کافی ہے۔ اور شاہی فیاضی و مہربانی پر بھروسہ کر کے یہ غلام بھی اقرار کرتا ہے کہ حضور کی جان پر اُسی وقت کوئی مصیبت آسے گی جب اس کی جان وفاداری و خدمت گزاری مین صرف ہو چکی ہوگی۔"

منذر:- "افسوس! تو نے اُس وقت رفاقت کا وعدہ کیا ہے جب کہ سوا نقصان کے کوئی نفع حاصل کرنے کی بہت کم امید ہے۔ اور رفاقت بھی کس کی؟ جس کا باپ بڑی

عہ "اصم اللہ صداہا" یعنی بہرا کرے اللہ اُس کے دماغ کو۔ مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا اسے ہلاک کرے اور اس قابل ہی نہ رکھے کہ سن سکے۔

بے رحمی سے قتل کیا جا چکا - جس کی بہن جاتی ہے کہ اپنا دین چھوڑ کے ایک برا ہبہ یا فقیرنی بن جائے "

شخص " حضور یہی رفاقت کا وقت ہے " یہ جواب سنتے ہی منذر نے اس نئے شخص کو سینے سے لگا لیا - پھر کہا " امید ہے کہ تیری ہی مدد سے مین تقدیر کا مقابلہ کر سکون گا " اور اُسے ساتھ لے کے محل مین چلا گیا -

بظاہر یہ سب کچھ ہو مگر منذر دل مین اس وقت بہت ہی متردد تھا - وہ برائے نام باپ کے تخت پر بیٹھ گیا تھا - اور امید تھی کہ دارا ے ایران سے خوشامد کر کے منظوری حاصل کر لی جائے گی - مگر ایاس کے آنے کی خبر نے بالکل بدحواس کر دیا تھا - اُسے یقین تھا کہ بنی طے کا یہ سردار جو مدت سے موقع ڈھونڈھ رہا تھا بے شک اپنی آرزؤن مین کامیاب ہو گے اور آل کندہ کا تخت و تاج لینے ہی کو آیا ہے - ایسی حالت مین جو ایک اجنبی شخص نے وفاداری اور جان فدا کرنے کا وعدہ کیا تو اُسے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے انتہاے مایوسی کی حالت مین کوئی فرشتہ رحمت مل گیا - محل کے اندر جاتے ہی اُسے ایک تنہا کمرے مین لے گیا - اور کہا " اب تم ہی بتاؤ کہ مین کیا کرون ؟ حالت نازک ہو رہی ہے - اور ایاس یقیناً مخالفت کو اور مجھے آبائی تخت سے محروم کرنیکو آیا ہے "

شخص " اس غلام کی راے مین تو آتا ہے کہ اس موقع پر حضور مجھے ہمراہ لین - اور شکار کے بہانے سے کہین باہر چلے چلین "

منذر - (تعجب سے) " اور وہ آ کے محل پر قبضہ کر لے ؟ "

شخص " اپنے معتمد سردارون کو حضور قصر شاہی اور حرم سرا کی حفاظت پر چھوڑ دین اور خود چلے چلین تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ حضور اُس کے خوف سے بھاگ گئے ہین "

منذر " اور اپنے ساتھ کتنی فوج لے چلون ؟ "

شخص - (بات کاٹ کے) " خداوند بالکل نہین - فوج ساتھ رہی تو ایاس کو پتہ لگ جائے گا کہ حضور کہان ہین - یہ سفر بالکل سادگی سے ہونا چاہیے - حتی کہ باسی قدید[عہ] بھی حضور کے لیے کافی ہو سکے - غلام کا صرف یہ منشا ہے کہ حضور کا پتہ ایاس کو نہ معلوم

عہ قدید سکھائے ہوے گوشت کو کہتے ہین جو عرب مین بہت مروج تھا - اور نہایت ہی غربت کی غذا خیال کیا جاتا تھا - اس لیے کہ اسے سختی اور بدمزگی کی وجہ سے اُمرا کبھی نہ کھاتے تھے -

ہو اور ایاس کی گھڑی گھڑی کی خبرین حضور کو پہونچتی رہین۔ جب اچھی طرح اطمینان ہو جائے اور معلوم ہو کہ یہ سردار عرب کس غرض سے آیا ہے اُس وقت آپ تشریف لا کے اپنے شاہانہ رعب وداب سے ملین۔ بلکہ اُسے خلعت دین۔"

منذر۔ (سوچ کے) "بات تو مناسب ہے۔"

شخص۔ "خداوند! مناسب کا لفظ نہ فرمائین۔ اس وقت اس کے سوا کسی بات میں عافیت ہی نہین ہے۔"

منذر۔ "کیون؟"

شخص۔ "اگر حضور یہان ہوے اور وہ آگیا۔ اور فرض کر لیجیے کہ مخالفت کی غرض سے آیا ہے تو فوراً حضور پر قبضہ کر لے گا اور پھر کوئی تدبیر بنائے نہ بنے گی۔ اور یون کوشش کا دروازہ کھلا رہے گا۔ ایک طرف قبائل عرب سے حضور اپنے آبائی خون کے لیے مدد مانگ سکتے ہین۔ اور دوسری طرف اگر ضرورت ہوئی تو مدائن مین بھی جا کے پیروی فرما سکتے ہین۔ الغرض اگر آزادی نصیب رہی تو عطر منشم ثوب محارب اور برد فاخر تینون چیزین فراہم کر سکین گے۔"

منذر۔ "بے شک سچ کہتے ہو مین چلنے کو موجود ہون۔"

شخص۔ "تو جلدی کیجیے دیر کا وقت نہین ہے۔"

منذر۔ "اچھا دو ایک آدمی تو ہمراہ لے لون؟"

شخص۔ "ضرور۔ مگر وہی جن پر پورا بھروسہ ہو۔ اور یون تو اس غلام کے ساتھ ایک لونڈی بھی خدمتگزاری کو حاضر ہے۔"

عہ عرب مین لڑائی کے لیے مستعد ہونے یا سامان جنگ کرنے کو انھین تینون چیزون سے استعارہ کیا کرتے تھے۔ عطر منشم کا تو حال ہم بیان کر چکے کہ مکہ کی ایک عطر والی تھی جس کا عطر جو سپاہی لگاتے گویا جان سے ہاتھ دھو کے میدان جنگ مین نکلتے۔ محارب ایک زرہ والا تھا جس کی زرہین بہادر لوگ مول لیا کرتے۔ ثوب عربی مین لباس کو کہتے ہین۔ لہذا ثوب محارب اُس کی زرہ سے مراد ہے۔ اور اُسی لیے سامان جنگ کا استعارہ اُسی کے ثوب سے کیا جاتا ہے۔ بُرد فاخر تیسرا استعارہ ہے۔ بُرد کہتے ہین چادر کو۔ اور یہان اس سے زرہ مراد ہے۔ فاخر ایک تیمی شخص تھا۔ جس نے سب کے پہلے دھاری دار چادر اوڑھی۔ اور زرہ پہنی۔ لہذا اُس کی برد بھی سامان جنگ مین شامل سمجھی گئی۔

منذر "کیا اپنی بی بی کو بھی ساتھ لے چلوگے ؟"
شخص "نہ لے چلون گا تو یہان اُسے کس پر چھوڑ جاؤن گا ؟ بنی طے کی دشمنی کا حال عرض ہی کر چکا۔"
منذر "بہتر۔ اچھا تم جاکے اپنی بیوی کو لے آؤ۔ جب تک مین اپنے دو تین قابل اعتبار آدمی چھانٹ لون۔"
شخص ۔(اُٹھ کے) "مین ابھی حاضر ہوتا ہون" یہ کہہ کے چلا گیا۔ منذر نے اُس کے جاتے ہی اپنے ساتھ کے لیے ایک باورچی اور دو خدمتگار منتخب کر لیے۔ اور اُن کو فوراً تیاری کا حکم دے دیا۔ تینون ہمراہی تیار ہو گئے۔ اور منذر ایک عجیب اضطراب اور گھبراہٹ کے ساتھ ٹہل رہا تھا کہ وہ نیا رفیق اپنی بیوی کو ساتھ لیے ہوے آیا۔ اس کی بیوی آتے ہی منذر کے سامنے زمین پر گری۔ اُس کے پاؤن چومے۔ اور پیچھے ہٹ کے ادب سے کھڑی ہو گئی۔
منذر "اب کسی بات کا انتظار تو نہین ؟"
شخص "انتظار کس بات کا ؟ بس تشریف لے چلیے۔"
منذر "اور ہان ہمین یہان کے حالات کس کے ذریعہ سے معلوم ہون گے ؟ کچھ اس کا بھی انتظام کیا ہے ؟"
شخص ۔(ہاتھ جوڑ کے) "خداوند ہر چیز کا انتظام ہو گیا" (آگے بڑھ کے کان مین) "میرے ایک دوست ہین اور نہایت ہی دلی دوست۔ اُن سے حتمی وعدہ لے لیا ہے کہ روز روز کی خبر غلام کو پہونچاتے رہین گے۔ اور ہین وہ ایسے شخص کہ ممکن نہین ایاس یہان آے اور اُن سے نہ ملے۔ یا اپنے مشورون مین اُن کو شریک نہ کرے ؟"
منذر ۔(متحیر ہو کے) "وہ کون شخص ہے ؟"
شخص "زید بن عدی تمیمی۔"
منذر ۔(اور زیادہ حیرت زدگی کے ساتھ) "وہ تمھارا دوست ہے ؟"
شخص ۔(سینے پر ہاتھ رکھ کے) "خداوند۔"
منذر "اور کبھی اُس نے تمھارا حال مجھ سے نہ بیان کیا۔ اُس سے مجھ سے تو بہت صحبت رہتی ہے۔ اور بہت دنون کا رفیق ہے۔ والد بھی اُس کے حال پر بہت مہربان

تھے - بلکہ خود اُنھیں نے مجھ سے کہا تھا کہ زید بن عدی کو اپنا سچا رفیق خیال کرون"
شخص "جی ہان - حضور کی مہربانیون کا اُنھیں اقرار ہے"
منذر "آج کل اُنھیں دربار ایران میں پہونچنے کی بہت خواہش تھی - مگر مجھے ابھی مناسب نہیں معلوم ہوا"
شخص "حضور کیون ؟"
منذر "اس لیے کہ ابھی خود میری تخت نشینی کو اُس دربار نے نہیں منظور کیا تھا"
شخص "خیر بعد سہی - مگر اُس دربار میں حضور کے کسی خیر اندیش اور جان نثار کا ہونا نہایت ضروری ہے - بعض وقت دشمنون کی سازش سے بڑے ہنگامے پیدا ہو جاتے ہین - اور اگر ایسا کوئی شخص موجود ہو تو دشمنون کی چلنے نہیں پاتی"
منذر "بے شک - بے شک - خود مجھے اس کا خیال ہے"
شخص "اگر خود حضور کو خیال ہے تو مین عرض کر سکتا ہون کہ اس کام کے لیے زید بن عدی سے بہتر کوئی شخص نہ ملے گا"
منذر "اس مین کیا شک ہے ؟ اب تو جب اطمینان ہو گا تب ان باتون کی نوبت آئے گی - اور ہان مین تمھارا نام پوچھنا بھول گیا"
شخص "خداوند - مجھے طلیح کہتے ہین"
منذر "اور یہ تمھاری بی بی ہین"
طلیح "جی ہان حضور کی لونڈی - خولہ بنت عمیر بن عامر تغلبیہ"
منذر "مین تم دونون کا مشکور ہون کہ اُس وقت کام آئے جب صرف شریف ہی کام آسکتے ہین"
طلیح "اب حضور جلدی تشریف لے چلین - جو جو دیر ہوتی ہے غلام کو وحشت ہوتی ہے"
منذر "بہتر چلو"

یہ کہہ کے منذر نے اپنے مخصوص خدام کی طرف جو تیار کھڑے تھے اشارہ کیا فوراً گھوڑے حاضر کیے گئے جن کو دیکھ کے طلیح بول اٹھا "حضور اس کا خیال رہے کہ ہماری سواری کے جو گھوڑے ہون وہ بے مثل ہون - اور اُن کی گرد کو بھی کوئی نہ پا سکے"
منذر "ان کے مثل سارے عرب مین کوئی گھوڑا نہ ملے گا - یون تو شہر حیرہ کے

تمام گھوڑے مشہور ہین - مگر ان گھوڑون کی وجہ سے نوکسری و قیصر تک کو اس دربار سے حسد تھا - ان مین سے ایک رباع ہے - دو قارح ہین - اور ایک مذکیہ ہے جس نے بڑے بڑے معرکون مین ناموری حاصل کی ہے۔ اور واقعی ان چار عربی صبا رفتار گھوڑون کی بہادری و شرافت کی سارے عرب مین دھوم تھی - الغرض ان مین سے ایک پر منذر - دوسرے پر طلح - تیسرے پر خولہ - اور چوتھے پر منذر کا ایک خاص خادم سوار ہوئے - باقی دو ہمراہی کچھ مختصر سامان لے کے ایک اونٹ پر بیٹھے - اور اور اس مختصر قافلہ نے بغیر کسی کو خبر کیے شہر حیرہ کے جنوبی دروازے پر پہونچ کے پھاٹک کھلوایا - اور دربانون کو خبر کر کے کہ بادشاہ شکار کو جاتے ہین شب نے عراق کے ریگستان قطع کرنے شروع کر دیے -

---

ستر ھوان باب

ایاس بن قبیصہ طائی

منذر کی روانگی کے دوسرے ہی دن حیرہ مین ایک تہلکہ پڑ گیا - ایاس بن قبیصہ طائی اپنے قومی لشکر کو لیے ہوے آیا - شہر کے پھاٹک زبردستی کھلوائے اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ قصر شاہی کی طرف چلا - ساری رعایا حیران و پریشان ہے - کل دروازون مین قفل پڑ گئے ہین - لوگ گھرون مین سہمے بیٹھے ہین - اور بچے سے اور سپاہیون کو خوف زدہ اور سہمی ہوئی عورتین کوٹھون کی اونچی دیوارون سے سر نکال نکال کے جھانک رہی ہین - بعض محلون کو ان سرکش سپاہیون نے لوٹ لیا ہے - جہان جا بجا یہ سمان نظر آ رہا ہے کہ مکانون کے دروازے تبرون سے چیر ڈالے گئے ہین - جہان بانہ مالکان مکان اور حامیان خاندان اپنے اہل و عیال کی حمایت مین لڑتے ہوے مارے گئے ہین - جوان عورتین لونڈیان بنی ہین - بوڑھیان سخت مایوسی کے عالم مین

عہ یکسالہ گھوڑے کو عرب لوگ "حولی" دو سالہ کو "جذع" سہ سالہ کو "ثنی" چار سالہ کو "رباع" پنجسالہ کو "قارح" کہتے تھے - اور جب گھوڑے کے پورے دانت نکل چکے ہون یعنی پنج سالہ ہونے کے بعد اسے دو ایک سال گزر گئے ہون وہ "مذکیہ" کہلاتی تھی -

بیٹوں بھائیوں اور شوہروں کی موت پر اُجڑے ہوئے مکانوں کی دیواروں سے سر ٹکرا رہی ہیں ؟"

یہی شان اور یہی وحشت ناک تماشا دکھاتا ہوا ایاس خاص نعمان مرحوم کے قصر کے سامنے پہونچا۔ جس پر اس وقت موت کا سناٹا طاری ہے۔ عورتیں کونوں اور کوٹھریوں میں جا چھپیں۔ اور جس ڈیوڑھی پر ہر وقت امارت کا شور و ہنگامہ بپا رہتا تھا آج کسی کے سانس لینے کی بھی آواز نہیں سنائی دیتی۔ ایاس نے دروازے کے سامنے پہونچ کے گھوڑا روکا۔ ناگہاں زنانی ڈیوڑھی کا پھاٹک کھلا۔ اور خواجہ سراؤں کے ایک گروہ نے نکل کے ادب سے سر جھکا دیا۔

ایاس "میں تم کو نہیں چاہتا۔ نعمان کا بیٹا کہاں ہے ؟"

خواجہ سرا "ہمارا بادشاہ ؟"

ایاس "کیا وہ تخت پر بیٹھ گیا ؟"

خواجہ سرا "جی ہاں تاجدار ایران کی فیاضی و مہربانی کی امید پر وہ تخت نشین ہو گئے"

ایاس ۔(حیرت سے)"خوب! (کسی قدر مسکرا کے) صَبُوحٌ حَیَانَ بِہٖ غَبُوحٌ!"[عـه]

خواجہ سرا "نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ ہمارا بادشاہ تاج ساسانی کا سچا ——"

ایاس ۔(بات کاٹ کے)"خیر ہو گا۔ یہ بتاؤ وہ کہاں ہے ؟ اُسے لاؤ یا مجھے اُس کے پاس لے چلو"

خواجہ سرا "خداوند۔ وہ تو کل شکار کو تشریف لے گئے ہیں"

ایاس ۔(دو ایک منٹ متفکر رہنے کے بعد)" اور واپس کب آئے گا ؟"

خواجہ سرا "یہ کون کہہ سکتا ہے ؟ مگر غالباً جلدی آئیں گے۔ اس لیے کہ زیادہ ساز و سامان ہمراہ نہیں لے گئے ہیں"

ایاس "مگر مجھے اُس سے ملنے کی سخت ضرورت ہے۔ خاص اسطخر سے آتا ہوں۔ اور شہنشاہ کے ضروری احکام لایا ہوں۔ تم یہ بتا سکتے ہو کہ وہ کدھر گیا ہے ؟"

عـه یہ ایک جاہلیت کی مثل ہے۔ ترجمہ تو یہ ہوا کہ حیان کی شراب صبوحی میں سرکشی ہے۔ اور اس کا استعمال اُس محل پر کیا جاتا ہے جب کوئی شخص قبل از وقت یا بلغرض حاصل کیے رئیس و حکمران بن جائے۔ اور اُس کے اس فعل میں سرکشی پائی جاتی ہو۔

خواجہ سرا "کوئی نہیں بتا سکتا کہ کہاں ہوں گے اور کدھر گئے ہیں"

ایاس "خیر وہ جب تک آئے میں انتظار کروں گا۔ مگر میرا ایک کام ہے۔ اگر تمھارے ہاتھ سے وہ اجرا پا گیا تو تمھیں بہت کچھ انعام ملے گا"

خواجہ سرا "ہم لوگ حضور کے غلام ہیں۔ جو حکم ہو گا فوراً بجا لائیں گے"

ایاس "تو ذرا آگے بڑھو۔ مجھ سے اور قریب ہو جاؤ تو کہوں۔ وہ راز کی بات ہے اور میں کان ہی میں کہوں گا"

یہ حکم پاتے ہی خواجہ سرا نے قدم آگے بڑھایا۔ اور اپنا سر ایاس کے قریب لے جا کے بولا "حکم؟"

ایاس "محل کے اندر جا کے ایک شاہزادی کو میرا پیام پہونچا دو گے؟"

خواجہ سرا "اسی وقت"

ایاس "تو جا کے کہو ایاس کھڑا ہے۔ تمھارے فراق میں بیتاب ہے۔ اُس کی احشا[1] میں آگ بھڑک رہی ہے۔ اور سانس لینے سے پسلیاں ٹوٹے لگتی ہیں۔ بڑی تمناؤں کے ساتھ صرف اتنا آرزو مند ہے کہ اپنا ایک جلوہ دکھا دو"

خواجہ سرا "میں یہ سب باتیں بیان کروں گا۔ اور اسی جوش و خروش کے ساتھ۔ مگر یہ تو ارشاد ہو کہ کس سے کہوں؟"

ایاس "ہند بنت نعمان سے۔ جو منذر کی سگی بہن ہے۔ بید کی لکڑی کے مثل لچکتی اور پھول کی ٹہنیوں کی طرح جھومتی ہے[2]"

خواجہ سرا (ایک سناٹے کے بعد) "مگر افسوس وہ تو محل سے نکل کے چلی گئیں"

ایاس (گھبرا کے چونک کے) "چلی گئیں! بالکل جھوٹ۔ افسوس تو میرا دوست نہیں ثابت ہوا۔ چاہتا ہے کہ مجھے اُس وحشی ہرن کے وصل سے محروم رکھے"

خواجہ سرا "میں قسم کھا کے عرض کرتا ہوں کہ شاہزادی ہند نے کل صبح محل کو چھوڑ کے دین مسیحی اختیار کر لیا۔ اور راہبوں کے کسی خانقاہ میں بیٹھ رہیں"

---

[1] احشا عربی میں اُن تمام چیزوں کو کہتے ہیں جو پیٹ کے اندر ہوتی ہیں جس موقع پر ہم سینہ کے لفظ کو استعمال کرتے ہیں وہ اکثر احشا کے لفظ کو لاتے ہیں۔

[2] یہ خالص عربی تشبیہات ہیں۔

ایاس۔ (سینے پر ہاتھ مار کے) "آہ! میں ایسا محروم القسمت اور بدنصیب ہوں! اگر مسیحی نہ ہو کے کسی خانقاہ میں بیٹھ رہی تو افسوس اُس پر میرا کوئی زور نہ چل سکے گا اپنے پرانے معبود مسبد کا واسطہ جلدی بتاؤ کہ وہ کس خانقاہ میں ہے؟"

خواجہ سرا۔ "یہ ہمیں نہیں معلوم۔ وہ یہاں سے تنہا گئی ہیں۔ اور کسی کو ساتھ نہیں لے گئیں"

ایاس۔ (ضبط کر کے اور دل کو بظاہر مضبوط کر کے) "آہ! کسی طرح تو دلِ بیتاب کو تسکین ہو! یا تو یہی معلوم ہو کہ منذر کہاں ہے۔ یا یہ پتہ لگے کہ ہند کس خانقاہ میں گئی؟"

خواجہ سرا۔ "مجھے سوا اس کے کچھ نہیں معلوم کہ بادشاہ شہر کے جنوبی پھاٹک سے نکل کے گئے ہیں۔ اور غالباً بہت جلد واپس آئیں گے۔ کیونکہ بہت کم سامان ہمراہ گیا ہے۔ اور یہ آپ کو انھیں سے معلوم ہو سکے گا کہ شاہزادی ہند نے کس خانقاہ کی سکونت اختیار کی ہے"

خواجہ سرا کی ان باتوں نے ایاس کو لاجواب و خاموش کر دیا۔ وہ دل میں سوچنے لگا کہ "اب مجھے کیا کارروائی کرنی چاہیے؟ میں نے اپنے آنے کی خبر ہزار مخفی رکھی مگر یہاں لوگوں کو معلوم ہی ہو گیا۔ اور دونوں بہن بھائی میرے ہاتھ سے نکل گئے" تھوڑی ہی دیر کی فکر میں وہ اس نتیجہ کو پہونچا کہ "جہاں تک ہو سکے مجھے اپنے ارادوں کو چھپانا چاہیے۔ اگر منذر کو میرے ارادے معلوم ہو گئے تو ناپیداکنار وادیِ صحرا میں غائب ہو جائے گا۔ اور پھر میرے بنائے کچھ نہ بنے گی۔ جس طرح بنے پہلے اُسے اپنے قبضہ میں کرنا چاہیے۔ اور جب اُس کو گرفتار کر لوں تب ہند کو اپنے قبضہ میں لانا ٹھیک ہوگا۔ تاہم مجھے چپکے ہی چپکے ان دونوں بہن بھائیوں کے ارادے اور خیالات کا ضرور پتہ لگانا چاہیے۔ اور کیا عجب کہ تھوڑے صبر سے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہ کہاں ہیں"

یہ خیال دل میں آتے ہی ایاس کی پالیسی بدل گئی۔ فوراً اپنے افسروں اور سرداران جنگ کو بلا کے تاکیدی حکم دیا۔ کہ "خبردار حیرہ کے امن و امان میں کسی قسم کا فرق نہ پڑنے پائے۔ میرا جو سپاہی کسی پر ظلم کرے گا فوراً قتل ہوگا۔ تم سب لوگ شہر کے باہر جا کے خیمہ زن ہو جاؤ۔ اور لوگوں کو دوڑاؤ کہ منذر کو تلاش کریں۔ اور جہاں

ملے میرا اسلام شوق پہونچا کے اُسے حیرہ مین واپس لے آئین - مین ایک مہمان کی حیثیت سے اُس کے قصر مین ٹھہرتا ہون - اور جب اُس سے ملاقات ہوے گی تو دارائے ایران کا پیام پہونچا کے اور اُسے اُس کی تخت نشینی پر مبارکباد دے کے اپنے وطن کو واپس جاؤن گا - اور اُن شقائق نعمان کی بہار دیکھون گا جو سلمی واجا کے دامن مین شگفتہ ہوتے ہین "

اس حکم کے ساتھ ہی حیرہ مین ہر طرف امن وامان قائم ہو گیا - بنی کندہ اور بنی طے ہمدردو دوستون کی طرح جوش و خروش سے ملنے لگے - شہر بھر مین مشہور ہو گیا کہ خسرو پرویز نے منذر کی جانشینی تسلیم کر لی - اور ہر طرف خوشیان منائی جانے لگین - اکثر محلون اور اُمرا کے مکانون مین رقص وسرود کی محفلین گرم ہوئین - چنگ و ربط کے نغمے بلند ہوے - بنی کندہ کی لڑکیون نے جوش مسرت سے قومی گیت گانے شروع کیے - اور حیرہ مین جس کے در و دیوار پر سوگواری برس رہی تھی یکایک ہر جگہ ایک عجیب چہل پہل نظر آنے لگی -

خود ایاس اپنی قوم والون سے جدا بنی کندہ کے شاہی قصر مین ٹھہرا ہوا تھا - جہان یہ رات اُس نے نہایت ہی عیش و عشرت مین بسر کی - مغنیہ لڑکیان آکے اُس کے سامنے ناچین - سونے چاندی کے مرصع جامون مین اور نازک بدن پری وشون کے ہاتھ سے اُس نے عجمی شراب پی اور ساری رات مے کشی و شاہد پرستی مین مصروف رہا -

صبح کو وہ حوائج ضروری سے فارغ ہوتے ہی اپنے عربی گھوڑے پر سوار ہو کے نکلا - حیرہ کے محلون اور مختلف حصون کا ایک چکر لگایا - اور دل مین بہت خوش ہوا کہ مجھے اپنی تدبیر مین پوری کامیابی ہوئی - سارا شہر خوشیان منا رہا ہے - اور بنی کندہ کے تمام لوگ مطمئن اور شادان و فرحان ہین - سب کو منذر کی جانشینی کا یقین ہے - اور ممکن نہین کہ ان عیش و طرب کی صحبتون کی خبر منذر کو نہ پہونچے - اپنے دار السلطنت کی رونق و چہل پہل کا حال سنتے ہی اُس کے دل مین اگر میری طرف سے کچھ شبہہ بھی ہو گا تو جاتا رہے گا اور کیا عجب کہ آج ہی کل مین واپس آجائے مگر اُسے آنے کے بعد معلوم ہو گا کہ مین کس ارادے سے آیا ہون - اور کیا کرنا چاہتا ہون "

ع‍ہ ہم بتا چکے ہین کہ یہ بنی طے کی زمین مین دو مشہور پہاڑیان تھین -

اسی قسم کے مسودے دل میں گانٹھتا ہوا۔ اور اپنی تدابیر کی کامیابی پر خوش ہوتا ہوا وہ جنوبی پھاٹک پر پہونچا۔ اور شہر پناہ سے باہر نکل کے لق ودق صحرا کی طرف نظر دوڑانے لگا کہ منذر آتا تو نہیں ہے۔

ابھی صبح کا وقت تھا۔ آفتاب کو طلوع ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی۔ بالو اتنی گرم نہیں ہونے پائی تھی کہ زمین سے اُڑ کے کھُلی فضا میں پھیلے۔ اور دھوپ کے دامن گرد آلود کرے۔ ایاس نے پیشانی پر ہاتھ رکھ کے اس منظر کو غور سے دیکھا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی۔ اور سوچنے لگا "کیا تدبیر کروں کہ میری خبر منذر تک پہونچ جائے؟ ناگہاں سامنے ایک اونٹ نظر آیا۔ جو بہت فاصلے پر تھا اور جس تیزی سے شہر کی جانب آ رہا تھا اُس سے قیاس کیا جا سکتا تھا کہ کوئی شاہی پیام لا رہا ہے۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی اُسے یقین ہو گیا کہ ہو نہ ہو یہ منذر بن نعمان کا فرستادہ ہے۔

اس شتر سوار کی صورت نے ایاس کے دل میں بہت سی امیدیں پیدا کر دیں۔ دو چار سرداران بنی طے جو ہمراہ تھے انھیں واپس جانے کا حکم دیا اور گھوڑے کو ایڑ بتائی۔ عربی گھوڑا اشارہ پاتے ہی ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ اور ایک چشم زدن میں صحرا کا ایک بڑا حصہ طے کر کے اُس اونٹ کے قریب جا پہونچا۔ اب گھوڑے کو روک کے غور سے دیکھا تو یہ شخص بنی کندہ و اہل حیرہ کے وضع و اطوار کے خلاف خالص بدوی معلوم ہوا۔ پاس جا کے پوچھا "یا اخا العرب۔ تمھارے پیچھے کیا ہے؟"[ع]

شتر سوار "قتل۔ خونریزی۔ اور بھوک پیاس۔ یوم حلیمہ کے معرکے کے بعد اور کیا امید کی جا سکتی ہے؟"

ایاس "بنی طے کی سرزمین کا کیا حال ہے؟"

شتر سوار "ایاس بنی الاحمر کی مدد کو گیا ہوا ہے۔ اور اُس کے وطن کو بنی تمیم کے گھوڑے پامال کر رہے ہیں۔"

ایاس۔ (نہایت ہی گھبرا کے) "کیوں؟"

ع یا اخا العرب کے معنی "اے برادر عربی" اور یہ جز دریافت کرنے کا عرب میں یہی طریقہ تھا کہ تمھارے پیچھے کیا ہے یعنی جس سرزمین کو چھوڑتے ہوئے آتے ہو کس حالت میں چھوڑ آئے ہو۔

شتر سوار: "نعمان کے خاندان نے قبائل عرب مین سخت جوش پیدا کر دیا ہے۔ مشہور ہے کہ ایاس دارائے ایران کی خوشامد کرکے بنی کندہ کو سلطنت حیرہ سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ اس خیال نے بنی قضاعہ اور تمام قبائل عدنان و محطان[1] مین آگ لگا دی ہے۔ دوس[2] و حمیر تک اراضی یمن سے روانہ ہوا چاہتے ہین کہ اپنے تمام حلیفون کو جمع کرین اور سلمی و اجا کے دامن کو آل طے سے خالی کر دین۔"

ایاس: "اور بہادر فیاض حاتم طائی کیا کر رہا ہے؟"

شتر سوار: "وہ اُسی طرح اپنے خبار (خیمہ) کے صحن مین راکھ کے تودے[3] ڈھاتا جاتا ہے۔"

ایاس: "یہ تو پہلے ہی سے تھا۔ مگر اُس نے اپنی قوم کے لیے کیا کیا؟"

شتر سوار: "سنتا ہون اُس کی جورو نے اُسے طلاق دے دی۔ اور اُس کی جبار اب کسی اور وادی مین ہے۔"

ایاس: "تو کیا ماویہ بنت عفزر حاتم کو نہین پسند کرتی؟"

شتر سوار: "وہ رات کو کتون کے بھونکنے کی آواز سنتے ہی آگ کو موت کے بجھا دیتی[4] ہے۔ ایسی عورت حاتم کو کیا پسند کرے گی؟ اسی سبب سے وہ اب مالک کے عقد نکاح مین جانے والی تھی۔ جو ایک دن بھی حاتم کے مہمانون کا پیٹ نہ بھر سکا۔"

---

[1] عرب کے کل قبائل اصل مین تین خاندانون کی شاخین ہین۔ بنی محطان۔ بنی عدنان (یعنی آل اسمعیل) اور بنی قضاعہ۔

[2] دوس و حمیر بنی محطان کے بہت ہی معزز و قدیم قبیلے ہین نہایت قدیم زمانے مین اُن کی سطوت اور اُن کا تمدن بہت بڑھا ہوا تھا۔ مصر والون کے ہم عہد بلکہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی ترقی و تہذیب کے اُستاد یہی لوگ تھے۔

[3] عربون مین راکھ کا ڈھیر ہونا فیاضی سے کنایہ ہے۔ اس لیے کہ جس کے یہان زیادہ کھانا پکے گا راکھ بھی زیادہ ہو گی۔

[4] یہ عربی فصاحت مین بخل کا نہایت ہی ذلیل کرنے والا کنایہ ہے۔ مطلب یہ کہ کتون کے بھونکنے سے خیال کر کے کہ کوئی نیا مہمان آتا ہے دوڑ کے چولھے پر پیشاب کر دیتی ہے تاکہ آگ بجھ جائے اور اُس کے لیے کچھ پکانا نہ پڑے۔

ان خبرون نے ایاس کو دل ہی دل مین بدحواس کر دیا۔ وہ اب بڑی کوشش کر رہا تھا کہ اپنے نام کو چھپالے اور اجنبی شتر سوار پر اپنی اصلیت نہ ظاہر ہونے دے۔ مگر چہرے کی پریشانی۔ منھ کا خشک ہو جانا۔ اور بار بار سر جھکا کے سوچنے لگنا ایسی باتین تھین کہ ڈرتا تھا کہین یہ پہچان نہ جائے۔

ایک دفعہ گویا دل پر سے ہجوم یاس کے ہٹانے کے لیے بولا "تو کیا اب قبائل عرب مین کوئی نہین جو بنی طے کا ساتھ دے؟"

شتر سوار "کوئی کیون ساتھ دینے لگا؟ جبکہ خود ایاس ہی ہوسون کے جوش مین خسرو پرویز کی خوشامد کرنے کو چلا گیا۔ اور وادی سلمی و آجا کو اس حالت مین چھوڑ گیا کہ بنی طے کی لڑکیان حملہ آورون کی لونڈیان بن گئین۔ اور جو باقی ہین سنسان و ویران خیمون کے باہر کھڑی ماتم کر رہی ہین۔ اور اپنی بے عزتی و بے حرمتی پر نادم ہین۔ ایاس بن قبیصہ ہوس پرست اور غلامی کا شیدا ہے۔ اور اسی وجہ سے اپنی قوم اور تمام بنی اعمام کا مجرم ہے۔ اُس کی حرص و ہوس نے قومی عزت خاک مین ملائی۔ اور بنی طے کی نسلون کو مشتبہ کر دیا اس لیے کہ آزاد۔ محصنہ و عفیفہ بنات طے پر ہبل کا غضب نازل ہوا۔ اُن کے اعتقادات مین ایاس نے مسیحیت کو داخل کیا۔ اور اُن کے اہتمام مین اُس کی غفلت سے نہین معلوم کن کن لوگون اور کن کن قبیلون کے نطفے شامل ہو گئے۔"

اب ایاس مین زیادہ سننے کی تاب نہ تھی۔ ایک دفعہ جھپٹ کے اپنا نیزہ سنبھالا۔ اور بولا "بتا تو کون ہے۔ کہ گمنامی مین نہ مارا جائے۔ بنی طے کی اس سے زیادہ رسوائی کوئی خائن شخص نہین سن سکتا۔"

شتر سوار۔ (اونٹ کو پیچھے ہٹا کے) "اے صلعمۃ بن صلمعۃ[عـ] مین تجھ سے لڑنے کو نہین آیا۔ اور نہ یہ جانتا تھا کہ تو طائی ہے۔ مین بنی طے کا ہمدرد ہون۔ اور بنی عذرہ سے ہون جو آل طے کے حلیف ہین۔ صرف اسی غرض سے آیا ہون کہ جس قدر جلد ہو سکے اور جہان ملے ایاس کو ڈھونڈھ کے اس مسیحیت کی خبر کرون۔ تاکہ اسے اور اپنی قوم کی حمایت کرے

عـ صلمعۃ بن صلمعۃ کے خطاب سے ایسے شخص کو پکارتے ہین جس کا نام و نشان نہ معلوم ہو۔ اور بغیر کسی سابقہ یا سبب باہم کے لڑنے کو آمادہ ہو جائے۔

اگر تو بنی سطے میں سے ہے تو تجھے معلوم ہوگا کہ وہ آج کل کہاں ہے ؟"

ایاس کے دل میں کچھ ایسا شدید جوش پیدا ہو گیا تھا۔ کہ شتر سوار کے خاموش ہو جانے کے بعد کچھ دیر تک ساکت رہا۔ پھر اُس کی طرف دیکھ کے بولا "ایاس اپنے تمام ہم قوموں کے ساتھ یہیں حیرہ میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اور میں اُس کے ہمراہ ہوں"

شتر سوار "تو مجھے جلدی لے چل کہ اُس سے مل کے یہ حالات بیان کروں"

ایاس "میں اس وقت اپنی قوم کے حالات سُن کے بہت پریشان ہو گیا ہوں۔ لب خشک ہو رہے ہیں۔ اور دل میں غصہ کی آگ سے آنچیں اُٹھ رہی ہیں۔ کوئی تدبیر ہے کہ میری اس حالت کو ذرا سکون ہو ؟ اور تازہ دم ہو کے تجھے ابن قبیصہ کے سامنے لے چلوں ؟"

شتر سوار "ہبل کی قسم میری چھاگل خالی ہے۔ مگر ہاں اس ٹیلے کے اُس طرف ایک خیمہ کے دروازے پر ایک علم [جھنڈا] نصب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی قینہ (رنڈی) ہے۔ غالباً اُس کے خیمہ میں تم اپنی پیاس بجھا سکو"

ایاس "بے شک وہیں چلنا چاہیے"

شتر سوار "تو تم جاؤ۔ اور مجھے اجازت دو کہ ایاس کو جا کے خبر کر دوں"

ایاس "تم میرے ساتھ چلو۔ جب تک میں نہ چلوں گا ایاس سے تم سے ملاقات ہی نہ ہو گی۔ میرے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے ؟ اور کس محل میں آرام کر رہا ہے"

الغرض شتر سوار نے اپنے اونٹ کو پھیرا۔ اور دونوں روانہ ہوئے۔ تھوڑی ہی دور تک گئے ہوں گے کہ ایک پہاڑی کے دامن میں وہ خیمہ نظر آیا۔ جس کے سامنے ایک سفید جھنڈی ہوا میں لہرا رہی تھی۔ دونوں نے اپنی سواریاں اُس کی طرف پھیریں۔ اور خیمہ کے دروازے پر پہونچ کے ایاس گھوڑے کی پیٹھ سے اُترا اور شتر سوار اونٹ کو بٹھا رہا تھا کہ ایک سانولی اور کسی قدر جوانی سے اُتری

عہ جاہلیت عرب میں جا بجا صحراؤں اور وادیوں میں فاحشہ اور بازاری عورتیں خیمہ ڈال کے رہا کرتی تھیں۔ اور اپنے حسن فروشی کے پیشہ کے ظاہر کرنے اور آپ کو متاثر کرنے کے لیے اُن کا معمول تھا کہ خیمہ کے سامنے ایک جھنڈا گاڑ دیا کرتیں۔ جس کو دیکھ کے مسافر اُن کے پاس جاتے۔ اور ٹھہرتے تھے۔

ہوئی عورت ایک منقش اور رنگ برنگ ازار کو زمین پر کھینچتی۔ اپنی ناز بھری چال سے تبختر اور بناوٹ کی شان دکھاتی۔ مسکراتی۔ اور آغوش شوق پھیلائے ہوئے خیمہ سے نکل کے دوڑی۔ اور۔ "مرحبا! مرحبا!" کہہ کے ایاس کے گلے میں باہیں ڈال دیں

ایاس۔ (اُسے الگ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے) "ذرا صبر!"

عورت۔ "تمھاری عزت کی قسم صبر نہیں۔ آتش عشق بھڑک اُٹھی"

شتر سوار۔ (مسکرا کے) "تو اُسے اسی طرح ٹھنڈا کر جس طرح حاتم کی بخیل جورو مہمانداری کا چولھا ٹھنڈا کرتی ہے"

عورت۔ (ایک ناز آفرینی کی دلکش ادا سے) "کیونکر یا ابن اَمَک؟"ع۱

شتر سوار۔ "اس طرح کہ اس پر پیشاب کر دو" یہ کہتے ہی وہ اپنے اونٹ سے کودا۔ ایاس اور وہ دونوں اس جملہ پر ہنسے۔ اور عورت نے شرما کے شتر سوار کو ڈھیلے ہاتھوں سے دو تین دفعہ مارا اور بولی "تربت یداک"ع۲

ایاس۔ "ایک کٹورا پانی پلاؤ۔ خدا کی قسم مینڈک سے زیادہ پیاسا ہوں"ع۳

شتر سوار۔ (مسکرا کے) "اور میں بھیڑیے سے زیادہ بھوکا ہوں"

عورت۔ "تم دونوں کا علاج میرے پاس ہے مگر (ایاس کی طرف دیکھ کے اور ہنس کے) اے فارس خصاف۔ تمھارے لیے ——"ع۴

ع۱ یا ابن اَمَک" اے اپنی ماں کے بیٹے" جس کا پتہ نشان نہ معلوم ہو اُسے اگر عزت سے یاد کرنا چاہیں تو اسی طریقہ سے یاد کرتے ہیں۔

ع۲ اس جملہ کے معنی تو اسی قدر ہیں کہ تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔ مگر اصل میں عربیہ عورتوں کا محبت بھرا اور پُر از ناز وادا کوسنا ہے۔

ع۳ ضرب المثل "اعطش من النقاقۃ" یعنی مینڈک سے زیادہ پیاسا۔ وجہ یہ کہ مینڈک بغیر پانی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح عربی میں بھیڑیے کی بھوک بھی ضرب المثل ہے اس لیے کہ ظالم کبھی اور کسی طرح پیٹ نہیں بھرتا۔

ع۴ فارس خصاف یعنی اُس گھوڑے کا سوار جس کا نام خصاف تھا۔ یہ ایک غسانی شخص تھا۔ اور بودے پن میں ضرب المثل تھا کسی لڑائی میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کے آپ سب کے پہلے اور خوب بھاگے۔

یہ سنتے ہی ایاس کی آنکھوں سے شعلہ نکلنے لگے قبضہ پر ہاتھ ڈالا۔ اور قریب تھا کہ تلوار کھینچ کے عورت کا سر اڑا دے۔ مگر شتر سوار تیوروں سے سمجھ گیا تھا۔ فوراً بڑھ کے ہاتھ پکڑ لیا۔ اور بولا "اگر سفر کو نکلے ہو۔ اگر نشیب و فراز کا تجربہ کرنا ہے تو اتنی جلد مشتعل نہ ہو جایا کرو۔"

ایاس "میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ شرفائے عرب بودے نہیں ہیں"

شتر سوار "ہرگز نہیں" (عورت کی طرف دیکھ کے) "کیوں شامت آئی ہے؟ اگر صافر (بیے) کی طرح جنگل میں تو نے ایک اچھا آشیانہ بنا لیا ہے تو اس پر ناز نہ کر۔ اس لیے کہ صافر سے زیادہ بودا کوئی جانور نہیں ؏"

ان دونوں کو برہم دیکھ کے عورت نے خوشامد و لجاجت سے معافی مانگی۔ پھر انھیں ساتھ لے کے اپنے خیمہ میں گئی۔ اور اونٹ کے بالوں کے فرش پہ بٹھا کے بولی "یہاں پانی تو نہیں مگر ہاں حزموی پرانی شراب حاضر ہے۔ جس کا ایک ہی جام تھکن اور ناتوانی کو مٹا دے گا۔ اور روح میں تر و تازگی پیدا ہوگی"

شتر سوار "اور میرے لیے کیا ہے؟"

عورت۔ کل ہی ایک گوہ شکار کی ہے اُس کے تازے گوشت کے کباب۔ اور اونٹ کا بھنا ہوا قدید" (سوکھا گوشت)

ایاس۔ (جو تشنگی سے بیتاب ہو رہا تھا) "تو ظالم جلدی لا"

عورت نے حکم پاتے ہی ایک چمڑے کی چھاگل جس میں شراب تھی اور تھوڑے سے چھوہارے لا کے سامنے رکھ دیے۔ پھر لکڑی کا ایک بھدا اور میلا پیالہ اُٹھا لائی اور خود ہی چھاگل سے پیالہ میں انڈیل کے ایاس کی طرف بڑھایا اور کہا "لیجیے" ایاس بلا تامل وہ جام چڑھا گیا۔ اور چٹخارے لے کے شراب کی تعریف کی۔ عورت نے دوسرا جام شتر سوار کو دیا۔ اور دَور چلنے لگا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد عورت ان دونوں مہمانوں کو باتوں میں مشغول چھوڑ کے اٹھی خیمہ کے دروازے پر اِدھر اُدھر سے ڈھونڈھ کے لکڑیاں جمع کیں۔ گوہ کے ٹکڑے اور قدید کی لمبی لمبی چینیں آگ پر ڈالیں۔ اور مہمانوں سے پکار کے کہا۔

؏ عرب میں زبان زد عام تھا کہ بیے سے بودا کوئی جانور نہیں۔ کہتے تھے "اجبن من صافر"

"ـــے اب باہر آکے بیٹھیے۔ گوشت بھونتے جایئے اور کھاتے جایئے"۔ اُس کی آواز سنتے ہی شتر سوار اور ایاس دونوں شراب کی چھاگل اور چوبی پیالہ لیے ہوئے باہر آئے۔ اور جاہلیت عرب کی سادی اور دلچسپ صحبت کا سمان بندھ گیا۔ عورت ناز اور غمزے دکھا دکھا کے ایاس پر اپنے حسن کا جادو ڈالتی جاتی تھی۔ اور وہ نشہ کے جوش مین آکے ساعت بہ ساعت از خود رفتہ ہوتا جاتا تھا۔ شتر سوار کی یہ حالت تھی کہ جو جو نشہ بڑھتا جاتا ایاس کی خوشامد مین اور زیادہ جوش دکھاتا۔ اور اُس کی ان خوشامدون کو دیکھ کے عورت جو ابھی تک دونون سے لگاوٹ بازیان اور ناز آفرینیان کر رہی تھی اچک کے ایاس کی گود مین بیٹھ گئی۔ اور اُس کے گلے مین باہین ڈال دین۔

ایاس بن قبیصہ تھوڑی دیر تک تو اس بازاری عورت کے ناز و انداز اور اُس کے اظہار جوش سے لطف اُٹھاتا رہا۔ مگر یکایک جیسے اُس کے دل مین کوئی نیا خیال آیا۔ چہرے پر افسردگی چھا گئی۔ دل ملول ہو گیا۔ اور نہایت بے لطفی بلکہ کج ادائی سے عورت کو گود سے ڈھکیل کے سر جھکا لیا۔

شتر سوار۔ (حیران ہو کے) "خیریت تو ہے؟"

ایاس "سب خیریت ہے۔ مگر یہ جام شراب اُس آزاد غزال صحرا کو یاد دلا رہا ہے جو کسی طرح رام ہونے کا نام ہی نہین لیتی افسوس! وہ جتنی دلفریب ہے اتنی ہی وحشی بھی ہے۔"

شتر سوار۔ "کیا وہ نبات بادیہ سے ہے؟"

ایاس۔ "نہین ... ن کے پھول سے قدمو نے ان وحشت ناک صحراؤن کو کبھی خوشبو نہین دی ... ناز بردار باپ نے کبھی اُسے نہ مخ عظام (ہڈیون کے گودے) کے سوا کوئی ... کو دی۔ اور نہ شراب صافی کے سوا کوئی چیز پینے کو"۔

شتر سوار۔ "... یہ وہ کسی بادشاہ کی بیٹی ہے؟"

ایاس کو ... ب نے بہت زیادہ مدہوش بنا دیا تھا۔ ایک دفعہ جوش مین آکے اور ... ب تمکنت کی وضع بنا کے بولا "مجھے پہچانتے بھی ہو کون ہون؟"

ع ۶۵ ... ز و نعمت مین پرورش پانے کی یہ سب سے اعلی اور ضرب المثل شان

شتر سوار: "یہ تو میں پہلے ہی بتا چکا کہ صلمعۃ بن صلصعۃ یا طامر بن طامر[۱]"

ایاس: "نہیں میں کوئی مجہول الحال شخص نہیں ہوں۔ ارض حیرہ میری سطوت سے کانپتی ہے۔ اور قبائل عرب میرے نام سے ڈرتے ہیں" اس کے بعد اُس نے رجز خوانی کے طریقے سے چند اشعار پڑھے۔ جن میں ظاہر کیا تھا کہ میں بنی طے کا نامی گرامی سردار ایاس بن قبیصۂ طائی ہوں۔

شتر سوار پر اس راز کے کھلنے کا چنداں اثر نہیں ہوا۔ چاہیے تھا کہ اپنے گمنام ہم صحبت کو بنی طے کا سردار سن کے چونک پڑتا۔ مگر نہیں وہ اُسی طرح بے پروائی سے بیٹھا رہا۔ اور گلا تو کہا "افسوس! بنی طے کا سردار یہاں جام شراب اُڑا رہا ہے ایک شاہد بازاری اُس کے پہلو میں ہے۔ اور اُس کی قوم پامال ہو گئی۔ اُس کی بنات عم (قبیلہ کی لڑکیاں) بے عزت ہو رہی ہیں۔ اور سلمیٰ واجا کے درمیان بین ہر طرف بین کر رہی ہیں"

یکایک ایاس چونک کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ گویا اس مصیبت کو بھول گیا تھا۔ سونے کا ایک غیر مسکوک ٹکڑا جیب سے نکال کے عورت کی طرف پھینکا۔ اور گھوڑے پر سوار ہونے کو تھا کہ شتر سوار نے لپک کے اس کا دامن پکڑ لیا۔ اور چلایا "یا شیخ العرب! جانتا ہوں کہ تجھ میں جوش ہے اور غیرت۔ اب یہاں سے جاتا ہے تو جا۔ مگر اتنا بتا دے کہ وہ کون سی نازنین ہے جس نے تیری عشرت بے مزہ اور تیری شراب بے سرور کر دی ہے؟"

یا

ایاس: "اس سے فائدہ؟"

ن ا م

شتر سوار: "میں کوشش کروں گا کہ اُسے تیرے آغوش تک لے" ۔"

ایاس۔ (حیرت سے) "تو ایسا کر سکتا ہے؟ قسم ہے ارض مقابیز کھائے ہی کر تو کچھ نہیں کر سکتا"

تو شا

شتر سوار: "بالو کے ہر ذرے کو ذلیل نہ سمجھ۔ انھیں اب شرا آسمان تک چڑھ جاتے ہیں"

بتا یہ

ایاس۔ (سوچ کر) "اچھا تو میرے ساتھ آ۔ حیرہ تک چل ن نا راز

۱؎ جس طرح مجہول حریف کو صلعۃ بن صلعۃ کہتے ہیں۔ طامر بن طامر بھی۔

تجھ پر ظاہر کر دوں۔"

یہ سنتے ہی شتر سوار نے عورت کو رخصت کیا۔ چاندی کا ایک رومی ریال اُس کے حوالے کیا۔ اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کے ایاس کے ساتھ ساتھ حیرہ کی طرف رخ کر کے چل کھڑا ہوا۔ اب معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ایاس کا جوش پھر فرو ہو گیا۔ وہ آہستہ آہستہ جا رہا تھا۔ اور نئے رفیق سے باتیں کرتا جاتا تھا۔ یکایک چلتے چلتے ایک دفعہ گھوڑا روک کے بولا "کاش مجھے معلوم ہوتا کہ منذر کہاں ہے؟"

شتر سوار "منذر ادھر تو قبائل عرب کو آپ کے خلاف برہم کر رہا ہے۔ اور اس کوشش میں ہے کہ بدوی سرکشوں کے سامنے اپنے آبائی حقوق پیش کر کے انھیں آپ کی مخالفت پر آمادہ کرے۔"

ایاس "مگر میں تو سنتا ہوں کہ وہ پرسوں ہی حیرہ سے گیا ہے؟"

شتر سوار "اس سے کیا ہوتا ہے؟ اُس کے داعی اور طرف دار مہینہ بھر سے زیادہ ہوا کہ ہر طرف پھیل گئے ہیں۔ اور اب وہ خود اسی ارادے سے روانہ ہوا ہے"

ایاس "میں نے تو سنا کہ شکار کو گیا ہے؟"

شتر سوار "اور اس کا آپ کو یقین بھی آ گیا! ایسے غم زدہ اور پریشان حال شہزادے کا کبھی شکار میں دل لگ سکتا ہے؟ جس کے لیے اطمینان و فارغ البالی غلیان[1] ہے۔ اصل یہ ہے کہ اُس نے اپنے ارادوں کو حیرہ میں چھپایا ہوگا۔ اچھا۔ اور آپ شاہ ایران سے مل کے کیا کر آئے؟"

ایاس "میں حیرہ کے تاج و تخت کا مالک بن کے آیا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ ہند بنت نعمان کو اپنے عقد نکاح میں لے کے اُسے اپنی ملکہ بناؤں۔ اور اپنے لیے خاندانی حق پیدا کروں۔ تاکہ آل کندہ کو بھی مجھ سے مخالفت نہ باقی رہے کیا کہوں کہ ہند کے لیے کس قدر بیتاب ہوں؟ مگر افسوس وہ مجھے نہیں پسند کرتی۔"

شتر سوار "کیونکر پسند کرے؟ جو جھوٹی عزت عنز[2] کو نصیب ہوئی تھی۔ اُسے

---

[1] غلیان ایک فرضی نام ہے جس کا استعمال عنقا کے محل پر کیا جاتا ہے۔

[2] عنز بہت قدیم زمانے کے عربوں میں قوم طسم کی ایک عورت تھی۔ حملہ آوروں نے اُسے قید کیا۔ اونٹ پر بٹھا کے لے چلے۔ اور نہایت اخلاق و نرمی سے گفتگو کرتے تھے۔ اس حالت کو (باقی نوٹ

کوئی معمولی شریف زادی بھی نہ پسند کرے گی۔ اور ہند تو آخر پھر شاہزادی ہے۔"

ایاس۔ "چاہے جو ہو مین اُسے اپنے قبضہ مین ضرور لاؤن گا۔"

شہر سوار۔ "مگر اس طرح نہین کہ ہند آپ کے حق مین اسود کی بہن[عہ] بن جائے۔"

ایاس۔ "تو آخر کیا کرون کہ وہ ہنسی خوشی میرے آغوش شوق مین چلی آئے؟"

شہر سوار۔ "تدبیر حکمت عملی۔ اور کیا کیجیے گا؟ یہ وہ چیز ہے جس سے انسان پتھر کو موم کر لیتا ہے۔ اور اگر میری نصیحت پر عمل کیا تو وعدہ کرتا ہون کہ آپ اپنے ارادون مین کامیاب ہون گے۔ مگر حیرہ کی حکومت کے لیے خسرو پرویز کی رضامندی سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ قبائل عرب منظور کرین۔"

ایاس۔ "پھر یہ امر تو اس وقت مشکل معلوم ہوتا ہے۔"

شہر سوار۔ "کچھ مشکل نہین۔ آپ فوراً جا کے اپنی قوم کی مدد کرین۔ اپنے حلیف قبائل کو لڑائی پر آمادہ کرین۔ اور جب وہان آپ نے مخالفت کی قوت توڑ دی تو یہان بھی منذر کو اپنے اغراض مین ناکامی ہو جائے گی۔"

ایاس۔ "اور ہند کے وصال کی کیا تدبیر ہو گی؟ مجھے سب سے مشکل یہی چیز معلوم ہوتی ہے۔ اگر تم اس معاملہ مین میری مدد کرو تو حیرہ کا آیندہ بادشاہ ہمیشہ

دیکھ کے وہ لولی وہ عزت ذلت سے بدتر ہے جو لونڈی بن کے نصیب ہو۔"

عہ اسود کی بہن سے مراد عفیرہ بنت عباد ہے۔ کہتے ہین بہت قدیم زمانے مین عرب مین دو قومین آباد تھین۔ ایک طسم اور دوسری جدیس۔ ارض یمامہ اُن کا مسکن تھی اور طسم کے ہاتھ مین حکومت تھی اور جدیس رعایا کی حیثیت رکھتے تھے۔ جدیس کی ایک عورت نے جو ہزیلہ کہلاتی تھی کسی نا انصافی پر برہم ہو کے طسمی بادشاہ کی ہجو مین چند اشعار کہے۔ بادشاہ نے غضب آلود ہو کے حکم دے دیا کہ آئندہ سے جس جدیسیہ لڑکی کی شادی ہو وہ پہلی اور زفاف کی رات بادشاہ کے محل مین آ کے رہا کرے۔ اتفاقاً جدیس کے سردار کی بیٹی عفیرہ کی شادی ہوئی۔ اور وہ بھی اس ذلت سے نہ بچ سکی۔ وہ زفاف کی صبح اسی طرح برہنہ و خون آلود اپنی قوم مین آ کے کھڑی ہوئی اور چند اشعار پڑھے۔ جن مین اپنی رسوائی دکھا کے قوم جدیس کو انتقام پر اُبھارا تھا۔ اور آخر ایک دعوت مین جدیس والون نے ساری قوم طسم کو فنا کر دیا۔

تمہارا غلام رہے گا۔"

شتر سوار "اس کا مین ذمہ دار ہون۔"

ایاس "مگر کیونکر؟ سنتا ہون وہ مسیحیہ ہو گئی۔ اور نن بن کے کسی خانقاہ مین بیٹھ رہی ہے۔"

شتر سوار "مین اُسے پھر اُسی دنیا مین لے آؤن گا جسے اُس نے چھوڑ دیا ہے"

ایاس "مسیح تمہارے ارادون مین برکت دین!"

شتر سوار "مجھے سب سے بڑے دیوتا ہبل سے ایسی ہی امید ہے۔"

ایاس "تو اب مین جاتے ہی حیرہ سے کوچ کر دون گا۔ اس لیے کہ وطن اور قوم کی حمایت سب پر مقدم ہے۔ افسوس میرے نہ ہونے سے بنی طے کی شجاعت مین دھبہ لگ گیا۔"

شتر سوار "مگر اس دھبہ کو آپ دھو سکتے ہین۔ اب مین بھی آپ سے رخصت ہوتا ہون۔ مجھے کل ارض بابل پہونچ جانا چاہیے۔ جہان کے ساحرون سے بعض اغراض مین مدد لینی ہے۔"ع

ایاس "میرا بھی خیال رکھنا۔"

شتر سوار "ضرور!" اس کے بعد دونون نئے دوست بڑی گرمجوشی سے رخصت ہوے۔ اور ایاس اپنے گھوڑے کو ایر بتا کے شہر حیرہ مین ہو رہا۔

اٹھارھوان باب

منذر کی تخت نشینی

ایاس جیسے ہی نظر سے غائب ہوا۔ شتر سوار نے اپنے اونٹ کی مہار کھینچی۔ اُسے بٹھایا۔ اور حیرہ کے اس پھاٹک کی طرف دیکھ دیکھ کے مسکرایا جس کمن

ع بابل کی نسبت مشہور تھا کہ وہان کے ایک کنوین مین ہاروت و ماروت قید ہین۔ جو زہرہ کو آسمان پر چڑھا لے گئے تھے۔ اور اس جرم مین آسمان سے نکالے گئے۔ ان فرشتون کی نسبت یقین تھا کہ لوگون کو سحر کی تعلیم دیا کرتے ہین۔ اُن کا قصہ قرآن پاک مین بھی مذکور ہے۔

اُس نے ایاس کو داخل ہوتے دیکھا تھا اور گویا ایاس کی خیالی صورت کو مخاطب بنا کے کہنے لگا "بے وقوف! اور کم ظرف! اُحمق! یا بجای برغثہ[1] ! ایک ہی جام مین اپنے سارے رازآشکارا کردیے! تجھے قوم کا سردار کس شخص نے بنایا؟ بنی طے بڑے بدنصیب ہین جن کا سردار ایسا بے وقوف اور اس قدر سادہ لوح ہے!" یہ جملہ کہ کے اُس نے ریگستان کے چند ٹیلون کو غور سے دیکھا۔ اور اُنھین کی طرف اپنے اونٹ کو پھیر دیا۔ اُن ٹیلون سے قریب ہوتا جاتا تھا۔ اور کہتا جاتا تھا "ایسے شخص کو بے وقوف بنانا۔ ذلیل کرنا اور زک دینا کیا مشکل ہے؟" ناگہان سامنے سے ایک سوار نظر آیا۔ جس نے اپنا گھوڑا بڑھا کے ایک ہی منٹ مین اونٹ سے ملا دیا۔ اُس کے قریب آتے ہی شتر سوار اونٹ سے اُتر پڑا۔ اور بولا "اے بادشاہ منذر! آپ کا رقیب ہَبنقہ[2] سے زیادہ بیوقوف ہے۔ اُسے زک دینا مشکل نہین۔"

منذر: اور اگر عقل بھی رکھتا ہوتا۔ تو یہ تھوڑا ہی ممکن تھا کہ تمھاری ذہانت و طباعی کو پہونچ جاتا؟ آج دنیا مین کون ہے جو طلح کی دانائی کو پہونچ سکے؟"

طلح: بہت آسانی سے ممکن تھا کہ اسی وقت مین اُس کا کام تمام کر دیتا۔ اول سے آخر تک میرے بس مین تھا۔ خولہ جو اُدھر یگزار مین رنڈی بن کے بیٹھی ہے اُس کی شراب نے اُسے بالکل اُلّو بنا دیا تھا۔ اور اگر مین چاہتا تو وہ وہان سے زندہ بچ کے نہ آسکتا۔"

منذر: پھر ایسے خطرناک دشمن کو چھوڑ کیون دیا؟ حریف کو موقع پا کے نہ مارنا احتیاط کے خلاف ہے۔"

طلح: مگر مجھے تو کسی کی جان لینے مین جب ہی لطف آتا ہے جب کچھ دلچسپی بھی ہو۔"

---

[1] یہ ایک عربی مثل ہے۔ معنی یہ کہ اتنا بے وقوف ہے کہ خود اپنی رال کو منھ مین نہین روک سکتا۔ جو اپنا راز نہ چھپا سکے اُس کی نسبت کہتے ہین۔

[2] ہَبنقہ عرب کا ایک مشہور بے وقوف تھا۔ ایک دفعہ اُس کا ایک اونٹ کھو گیا۔ لوگون سے پکار پکار کے کہنے لگے جو اُس اونٹ کو ڈھونڈ لائے وہی اُس کا مالک ہو جائے گا کیونکہ مجھے صرف مل جانے کی لذت کافی ہے۔

منذر۔ (حیرت سے) "دلچسپی کیسی ؟"

طلحہ " اس کے یہ معنی کہ ہمارے ہاتھ اور ہماری تلوار کو زحمت نہ ہو۔ اور ایسی تدبیر سے کام لیا جائے کہ خوش ہو ہو کے دشمن کی موت کا تماشا دیکھیں۔ مگر اس قدر فاصلہ سے کہ دامن پر خون کی چھینٹ نہ پڑنے پائے۔ میں تو جُماح* سے دشمن کی جان لیتا ہوں"

منذر " جو کچھ ہو۔ مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ ایاس اس وقت ہاتھ سے نکل گیا تو پھر بڑی مشکلوں سے ہاتھ آئے گا"

طلحہ " جی نہیں۔ وہ ہند کے عشق کا دم بھرتا ہے۔ اور اس قدر بے وقوف ہے کہ جب چاہوں موت کے گڑھے میں ڈھکیل دوں۔ میں تو اُس کی جان لیے بغیر نہ رہوں گا لیکن اس کا اس وقت اور یہاں مارا جانا آپ کے اغراض کے خلاف تھا"

منذر " یہ کیوں ؟"

طلحہ " اس لیے کہ کسرا پرویز کو مدد دے کے اور اُسے خوشنود کرکے آیا ہے۔ اگر مارڈالا جاتا تو پرویز آپ کو سرکشی و سرتابی کا الزام دیتا۔ اُس کا خون آپ ہی کے نام لکھا جاتا۔ اور یہ خوفناک نتیجہ ظاہر ہوتا کہ ایک طرف کسریٰ برہم ہوتا۔ دوسری طرف قبائل عرب بنی طے کا ساتھ دیتے۔ اور وہ اپنے سردار کے خون کا انتقام آپ سے لینا چاہتے۔ یہی غلطی آپ کے والد نے عدی بن زید کے قتل کرنے میں کی تھی"

منذر " بیشک تمھاری مصلحت بین نظر بہت دور جاتی ہے۔ اگر میں بادشاہ ہوا تو تم ہی میرے وزیر ہوگے۔ اچھا تو پھر اس کے قتل کی اور کون سی تدبیر ہے ؟"

طلحہ " اس کا میں پورا بندوبست کر چکا۔ میری تدبیر کا پورا مسودہ میرے ذہن میں ہے۔ ایاس کو میں ایسا فقرہ دے آیا ہوں کہ آج شام ہونے سے پہلے وہ حیرہ چھوڑ کے اپنے وطن کو جائے گا۔ اور کئی مہینہ کے لیے آپ اُس کے شر سے نجات پا جائیں گے۔ میں نے بنی طے کی تباہی کی ایسی پُر اثر تصویر اُس کی آنکھ کے سامنے کھینچی ہے کہ وہ اور اُس کے تمام ہمراہی یقین ہے کہ راستہ بھر روتے اور خاک اُڑاتے جائیں گے۔ اب آپ آج ہی شام کو چل کے حیرہ کے تخت پر بیٹھیے۔ اور مشہور کر دیجیے کہ اسی ایاس بن قبیصہ کی معرفت کسریٰ پرویز کے پاس سے آپ کی تخت نشینی کی منظوری آ گئی۔ اُس نے

* جماح اس لکڑی کے تیر کو کہتے ہیں جس سے بچے کھیلتے ہیں۔ اور جس سے کبھی کوئی اندیشہ نہیں کر سکتا

تو آپ کو دھوکا دینے اور غافل کرنے کے لیے یہ خبر مشہور کی تھی۔ مگر آپ اس فریب سے اپنے حق کے مناسب اور اپنے اغراض کے موافق فائدہ اُٹھا سیے۔ آپ کے تخت نشینی کے دو ہی چار روز بعد مین اور زید بن عدی دستگرد کی طرف روانہ ہون گے۔ آپ کے سفیر بن کے اُس کے دارالسلطنت مین داخل ہون گے۔ آپ کی طرف سے اُس کے سامنے نذر پیش کرین گے۔ اور ظاہر کر دین گے کہ ایاس نے ذریعے شہنشاہی اجازت پا کے آپ نے تخت شاہی پر قدم رکھا۔ چند روز مین ہم کسریٰ کے مزاج مین در خور پیدا کر لین گے۔ اور آپ کی حکومت منظور کرانے کے ساتھ ایاس کی گرفتاری کا بھی فرمان جاری ہو جائے گا۔ وہ فرمان آپ ہی کے نام آئے گا۔ ایرانی فوجین اور عجمی ہاتھی آپ کے جلو مین ہون گے۔ اور اُس وقت آپ کس خوشی اور کس مسرت سے ایاس کو قتل کر کے اُس کا سر پایۂ تخت دستگرد کی طرف روانہ کرین گے؟"

منذر: "اور اُسی وقت مجھے ایاس کی اس گستاخی کا بھی انتقام ملے گا کہ میری بہن کی عزت لینا چاہتا ہے۔ جس کے خوف سے ہند نے مذہب۔ وطن۔ شاہی محل۔ اور اپنی تمام لونڈیون اور ملازمون تک کو خیرباد کہہ کے مسیحیت اور ذلیل رہبانیت اختیار کر لی۔"

طلحہ: "اس واقعہ سے ہم آپ کو بہت فائدہ پہونچا سکین گے۔ اور یقین ہے کہ تمام ناکامیون کا پورا انتقام مل جائے گا۔ ایاس اتنا بڑا بیوقوف ہے کہ ہماری اور اُس کی مثال شیر اور گدھے کی ہے۔ ایسے احمق سے انتقام لینا کون مشکل ہے؟"عہ

اس مثال پر منذر بہت ہنسا اور بولا "دیکھیے وہ وقت کب آتا ہے جب ہمارا شیر اس گدھے کا پیٹ پھاڑ دیگا۔"

عہ عرب مین مشہور تھا کہ شیر نے اتفاقاً ایک دفعہ گدھے کو دیکھا۔ اور اُس کے بڑے بڑے کان۔ موٹے موٹے سُم۔ اور چوڑے چوڑے دانت دیکھ کے دل مین ڈرا۔ لیکن دل مضبوط کر کے پاس گیا۔ اور دور ہی سے پوچھا "بھئی گدھے یہ تمھارے سُم کس کام کے ہین؟" گدھے نے کہا "ٹیلون پر چڑھنے کے لیے"۔ پھر پوچھا "اور یہ چوڑے چوڑے دانت؟" جواب ملا "حنظل کھانے کے لیے"۔ شیر نے دل مین کہا خوب۔ اور دریافت کیا "یہ لمبے لمبے کان؟" گدھے نے کہا "مکھیان اُڑانے کے لیے"۔ اب شیر کی جرأت بڑھی۔ پوچھا "اور اس بڑے بھاری پیٹ مین کیا ہے؟" جواب ملا "اس مین تو صرف ریاح بھرے ہوے ہین۔ اکثر گوز اُڑایا کرتا ہون"۔ اب شیر مین ضبط کی تاب نہ تھی۔ غصہ سے جھپٹا اور دم بھر مین پھاڑ ڈالا۔

یہ باتین اور یہ تدبیرین سن کے منذر کی یہ حالت تھی کہ از خود رفتہ ہوا جاتا تھا۔ جوش مسرت کو دباتا تھا اور دبا نہ سکتا۔ باتین کرتا تھا گویا دانت نکلے آتے تھے آخر جوش مین آکے بولا " طلحہ۔ تم سے بہتر مدبر انسان دنیا مین نہین مل سکتا۔ نوشیروان عادل کے وزیر بزرگ مہر کی بھی تمھاری دانائی و ہوشیاری کے سامنے کوئی وقعت نہین مصلحت تو یہی ہے کہ تم ایران جاؤ۔ مگر تمھین چھوڑنے کو میرا جی نہین چاہتا۔ تمھارے بعد کوئی امر اہم پیش آیا تو مین کس سے مشورہ کرون گا ؟"

طلحہ۔ (منذر کے سامنے سر ادب و اطاعت جھکا کے) " یہ بادشاہ کی قدر افزائی ہے ورنہ مین کسی قابل نہین ہون لیکن اس محل پر سب سے اہم کام یہی ہے کہ حضور مجھے وسگرد جانے کی اجازت دین "

منذر۔ " افسوس مین تمھین منع نہین کر سکتا۔ اور خصوص جب کہ خاص میری ضرورت سے جاتے ہو۔ خیر تمھاری بیوی خولہ کہان ہے ؟ جلدی بلاؤ۔ تاکہ ہم سب تیار ہو رہین اور ایاس کے جاتے ہی حیرہ مین داخل ہون "

طلحہ۔ " وہ خود ہی آتی ہوگی۔ یہان کا پتہ اُسے معلوم ہے۔ مگر حضور جرادہ[عـه] کا پارٹ آج اُس نے بڑی لیاقت سے پورا کیا۔ جس طرح مجھ سے الگ ہو کے اُس نے آپ کو ایک رنڈی ثابت کیا اور جس خوبصورتی سے ایاس کو اپنی باتون مین لگایا اُسی کا حق تھا۔ مین واقعی بڑا خوش نصیب ہون کہ ایسی لائق بیوی ملی جو ہر امر مین اور ہر وقت میری مدد کو تیار رہتی ہے ؟"

منذر۔ " یہ مشکل بات تھی کہ ایک پاک دامن عورت کسی ضرورت سے اپنے اخلاق و عادات مین پورا رنڈی پن ظاہر کر دے "

طلحہ۔ " اسی وجہ سے تو خداوند مین اُسے جدا نہین کرتا " یہ باتین ہو رہی تھین کہ خولہ بھی آگئی۔ جو ایک اونٹ پر بیٹھ کے باہر کے تو دون اور کوہستانی گھاٹیون مین چھپتی ہوئی

عـه جرادہ عرب مین اکثر رنڈیون کو کہا کرتے تھے۔ اور وجہ یہ تھی کہ کسی بہت ہی قدیم زمانے مین جن دو بازاری عورتون نے قوم عاد کے وکیلون کو اپنے ناچ گانے اور شراب و کباب مین مشغول کر کے کعبہ کی زمین پر دعا کرنے سے باز رکھا تھا وہ جرادتین کہلاتی تھین۔ یہ واقعہ حضرت ابراہیم سے بھی پہلے کا ہے۔

آئی - اور منذر کے سامنے زمین چوم کے ہنسی اور کسی قدر شرماتی ہوئی بولی "امید ہے کہ حضور اپنی لونڈی جرادہ کے حال پر مہربان رہین گے"

منذر - (مسکرا کے) "مین تمھاری کوشش کا شکرگزار ہون"

طلح "خولہ! تو نے آج اپنی پوری لیاقت ظاہر کر دی - جو کام تجھ سے ہو سکا اور جس طرح تجھ سے بن پڑا کسی سے نہ ہو سکتا"

خولہ "مین تو اسے ہرگز گوارا نہ کرتی مگر تمھاری خوشی اور بادشاہ کی ضرورت دیکھ کے انکار نہ کر سکی"

یہ تینون شخص جن ٹیلون کی آڑ مین تھے وہ حیرہ کے پھاٹک کے عین مقابل واقع ہوے تھے - اور پورا موقع حاصل تھا کہ جب چاہین دو قدم بڑھ کے دیکھ لین کہ شہر مین اور بخصوص جنوبی پھاٹک سے کون آتا جاتا ہے - اب سہ پہر کا وقت تھا - آفتاب سمت الراس پر پہونچ کے مغرب کی طرف جھک پڑا تھا - وحشت ناک بگولون کی مجنونانہ رفتار مین متانت پیدا ہو چلی تھی - اگرچہ بالو اب تک ویسی ہی بھوبل بنی ہوئی ہے - مگر دھوپ کی حدت و تپش کم ہو گئی - اور وہ وقت آ گیا جب کہ دشت عرب کے رہ نورد سفر کے لیے کمر باندھتے ہین - اونٹون پر کجاوے رکھے جاتے ہین - اور قافلے مرتب ہونے لگتے ہین - منذر نہایت ہی خوش خوش بیٹھا ہے - اور جو جو وقت گزرتا ہے اُس کی خوشی بڑھتی جاتی ہے - یکایک مسکرا کے خولہ کی طرف دیکھ کے بولا "سنتا ہون ایاس نے مجھے سرکشی و بغاوت کا الزام دیا - اور میری نسبت یہ مثل کہی کہ صبوح حیان بہ جبوح"

خولہ "اس کے جواب مین مین کہتی ہون رُبّ کلمۃ تقولُ لصاحبہا دعنی عہ"

عہ پہلی مثل "صبوح حیان بہ جبوح" کا ترجمہ تو پہلے بیان کیا جا چکا ہے - مگر دوسری مثل رُبّ کلمۃ تقولُ لصاحبہا دعنی کا مطلب یہ ہے کہ "بعض کلمات خود قائل سے کہتے ہین کہ مجھے چھوڑ دو" یعنی چھوڑ دو تو دیکھو کیا کرتا ہون - اس مثل کی ابتدا یون ہوئی کہ یمن کے قدیم شاہان حمیر مین سے کوئی بادشاہ شکار کو نکلا - ایک بلند پہاڑی پر کھڑا ہو کے چارون طرف دیکھ رہا تھا کہ کسی ندیم خاص نے کہا اگر کوئی شخص یہان ذبح کیا جائے تو خدا جانے اس کا خون کتنی دور تک بہ کے جائے گا - بادشاہ نے یہ سنتے ہی حکم دیا کہ خود اسی شخص کو ذبح کر کے اس کا تجربہ کر لو - چنانچہ وہ ذبح کیا گیا - اور اسی واقعہ سے یہ مثل عرب مین مشہور ہوئی - کہ بعض ایسی بات زبان سے نکل جاتی ہے کہ انسان خود اُس کی آفت مین مبتلا ہو جاتا

یکایک کچھ شور کی آواز سُنی گئی ۔ طلیح نے اٹھ کے تلول (بالو کے تودون) کی آڑ سے دیکھا ۔ اور منذر کے پاس خوش خوش آ کے کہا "بے وقوف اپنی حماقت کا پھل کھانے کو جاتا ہے"

منذر "یعنی کیا؟ مین نہین سمجھا"

طلیح "ابن قبیصہ حوالی موالی کو لے کے چلا ہے کہ بنی طے مین جا کے اپنی رونے والیون کے آنسو پونچھے ۔ جنھین مہینہ بھر کے سفر کے بعد پہونچ کے ۔ دیکھے گا کہ بجاے رونے کے اُس کی بے وقوفی پر ہنس رہی ہین"

منذر ۔ (قہقہہ لگا کے) "حقیقت مین بڑی دل لگی ہوگی ۔ اور یقین ہے کہ راستہ بھر روتا ہوا جائے گا"

طلیح "دشمن کو رونا ہی چاہیے ۔ مگر اس رونے کا اعتبار نہین ۔ مجھے خوشی تو اُس دن ہوگی جس روز ایاس مارا جائے گا اور بنی طے فلس و یغوث[ع] کی مورتون کو اپنے آنسوؤن سے دھوئین گے ۔ تاہم کئی مہینے کے لیے ہم اُس کے شر سے بچ جائین گے؟"

منذر "بیشک ۔ اور انھی دنون مین یقین ہے کہ تم خسرو پرویز کے دربار سے میری تخت نشینی کی منظوری حاصل کر لوگے؟" یہ کہہ کے نہایت توجہ و امیدواری کی وضع سے طلیح کی صورت دیکھنے لگا ۔ گویا "ہان" کا جواب سننے کے لیے بیقرار تھا ۔

طلیح "امید تو ایسی ہی ہے ۔ اب حیرہ مین چل کے اور زید بن عدی سے مل کے ہم سفر فارس کے متعلق مشورہ کرین گے"

منذر "اس کو کیا دیر ہے؟ چند ساعت مین حیرہ ہی مین ہون گے"

طلیح "مگر رات ہونے سے پہلے جانا نہین مناسب ہے ۔ شہر جب مفسدون اور دشمنون سے بالکل خالی ہو جائے اُس وقت ہمین اندر قدم رکھنا چاہیے"

خولہ "رات کو تو یہان درندون کا خوف ہوگا؟"

طلیح "خولہ ۔ اتنی بادیہ پیمائی اور ایسی ایسی مصیبتین جھیلنے کے بعد بھی تیرے دل مین خوف باقی ہے؟ میری بیوی کو ہوشیار ۔ جفاکش ۔ اور جری ہونا چاہیے"

منذر "یہ سب اوصاف تو خولہ مین کمال کے ساتھ موجود ہین ۔ خولہ ایسی عورت

ع فلس اور یغوث بنی طے کے بت تھے ۔ اور ساری قوم انھین کی پرستش کرتی تھی ۔

نہین کہ اُس کی شکایت کی جائے؟"

طلیح "بیشک ہین۔ مگر پھر بھی اس سے بعض اوقات کمزوری و بزدلی ظاہر ہوجاتی ہے جس سے کہ مجھے سخت نفرت ہے۔"

الغرض اسی مقام پر اطمینان سے بیٹھ کے ان لوگون نے دن ختم کیا۔ اور بار بار اُٹھ اُٹھ کے دیکھ لیتے تھے کہ بنی طے اور ایاس بن قبیصہ طائی کے ہمراہی کس حالت اور کس وضع سے نکل نکل کے جا رہے ہین۔ جو خبر طلیح کی زبانی ایاس کو معلوم ہوئی وہ ساری قوم مین پھیل گئی تھی۔ اور سب نہایت پریشان تھے۔ روانگی کے وقت اُن سے عجیب عجیب طرح کی مضطربانہ حرکتین ظاہر ہوتی تھین۔ جن کو دیکھ دیکھ کے منذر طلیح اور خولہ اپنے کمین گاہ مین قہقہہ اُڑاتے اور خوش ہوتے تھے۔

آخر سارا گروہ بنی طے چلا گیا۔ تیرہ کے سامنے کا میدان انسان سے خالی ہے۔ اور جدھر نظر جاتی ہے سناٹا پڑا ہے۔ اس عام خموشی اور سناٹے کو تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ دھوپ زرد پڑ گئی۔ بالو کے تودے جو خدا جانے کب سے سر اُٹھائے اور آغوش شوق پھیلائے کھڑے تھے اپنی تمناؤن مین کامیاب ہوے اس لیے کہ ذوق و شوق سے آفتاب کا منھ چوم رہے ہین۔ اور آفتاب بھی کسی عاشق نواز معشوق کی طرح اُن کی گود مین جانے کو تیار ہے۔ تھوڑی دیر اور ہوئی۔ اور اب یہ پہلے سے اور زیادہ بامراد ہین۔ سورج کو گود مین لیا اور اُسے دامن صحرا مین چھپا رہے ہین۔ یکایک عالم پر تاریکی کا پردہ پڑنا شروع ہوا۔ دنیا نے اپنی تیرہ بختی دیکھی۔ آتش پرستون نے جو اس قرب وجوار مین آباد ہین نہایت حضور قلب سے دعائین پڑھ پڑھ کے اور عبادت کر کر کے نور کو رخصت کیا۔ دل مین خائف ہین کہ ظلمت نور پر غالب آتی جاتی ہے۔ اور اہرمن یزدان کو مغلوب کر رہا ہے۔ قافلہ منزل کا بہت حصہ طے کر چکے[1] اور خوش ہین کہ رات کی خنکی مین نہایت آرام سے سفر کرین گے۔ اور صبح تک بہت دور نکل جائین گے۔ اور اسی وجہ سے بہادر بدوی اپنی شہر لٹانہ کمائی حاصل کرنے یا کمزور و ضعیف و دولت مندون سے اپنا حق بہ جبر وصول کرنے کے لیے گھر سے نکلا[2] ہے۔ اور ڈھونڈھتا پھرتا ہے کہ کوئی بھولا بھٹکا مسافر

[1] عرب مین قافلے عموماً راتہی کو قطع منازل کرتے ہین۔

[2] عرب کے بہادر لوگ لوٹ مار اور ڈکیتی کو بہت شریفانہ پیشہ خیال کرتے تھے۔ اور کسی کو لوٹ لینا اپنا واجبی

نظر آئے یا کوئی بدنصیب شخص قافلہ سے جدا ہوا تو بیزہ بھٹکے چمٹ پڑے۔ گدھے اور عقاب جنھوں نے دن بھر بے گور و کفن لاشین نوچ نوچ کے اپنا پیٹ بھرا تھا۔ ہر طرف سے سمٹ سمٹ کے چلے کہ قلہ ہاے کوہ پر یا غارون مین بیٹھ کے رات بسر کرین۔ اور چرغ اور بجو اپنے بھٹون سے نکلے کہ قدرت کے وسیع دستر خوان پر بیٹھ کے مردار خوار طیور کے جھوٹے سے اپنی بھوک کا علاج کرین۔

چند ساعت مین دنیا تیرہ و تار تھی اور آسمان پر تارے خوب چمکے ہوے تھے تاکہ بھولے بھٹکے مسافر اُن سے مشورہ کر کے منزل مقصود کا پتہ لگائین۔ کتون کے بھونکنے کی آوازین ہر طرف سے بلند ہین۔ جن کے درمیان مین کبھی کبھی وقتاً کسی وحشی درندے کی آواز بھی سنی جاتی ہے۔ یہ حالت دیکھ کے منذر نے کہا " اب تو وقت آگیا کہ ہم حیرہ مین داخل ہون "

طلحہ " ابھی جلدی نہ کیجیے "

منذر " پھر اب اس وقت تو سوا اس کے کہ بیٹھ کے تارے گنین اور کوئی کام نہین ہو سکتا "

خولہ " مجھ سے تارون کی مزیدار باتین سنیے۔ اگر ساری رات سنا کیجیے تو بھی دل نہ گھبرائے "

منذر " یہی سہی۔ کسی بات مین دل لگنا چاہیے "

خولہ " سنیے - یہ برج ثور کے پانچ تارے جن کا نام دَبران ہے اُنھون نے ثریا کے پاس نکاح کا پیام بھیجا۔ مگر چاند بیچ مین پھاند پڑا اور ثریا سے کہنے لگا کہ مجھ سے نکاح کر و۔ ثریا چاند سے راضی ہوئی۔ اور بولی مین اس محتاج شخص کے نکاح مین جا کے کیا کرون گی؟ دَبران کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ اور اپنے ناخن کاٹ کاٹ کے جمع کرنا شروع کیے تاکہ دولت مند بن جائے۔ اور اب مہر کے لیے وہی ناخن لیے لیے پھرتا ہے مگر ثریا ایک نہین سنتی "

منذر - (ہنس کے) " یہ تو خوب بات بتائی "

خولہ " اور سنیے۔ جدی نے نعش تارے کو مار ڈالا تھا۔ اب اُس کی بیٹیان جو بنات النعش کہلاتی ہین۔ لاش کو کندھے پر اُٹھائے چکر لگا رہی ہین اور چاہتی ہین کہ جدی کے پاس جا کے بدلہ لین مگر نہین پہونچ سکتین "

منذر " خوب "

خولہ "اور سہیل نے جو خوبصورت عورت ہے جوزا کو ایک ایسی لات ماردی کہ وہ گر پڑا۔اور جہاں پڑا تھا آج تک وہیں پڑا ہے۔مگر جوزا نے بھی تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ سہیل کی کمر دو ٹکڑے ہوگئی۔عہ

طلحہ "بس ایسا ہی ہاتھ آپ اس کی کمر پر لگائیے گا" اب تو مجھے چلنے میں کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا۔خولہ اٹھو۔جو کچھ ساز و سامان ہے اُسے لپیٹ اور اونٹ پر رکھو۔

خولہ نے بے عذر اس حکم کی تعمیل کی۔اور ایک گھنٹے سے زیادہ رات نہیں گزرنے پائی تھی کہ منذر طلحہ اور خولہ آل نعمان کے مشہور و معروف دارالسلطنت میں داخل ہوئے۔پھاٹک میں داخل ہوتے وقت منذر نے اپنے گیاو اور چالاک دوست کی طرف دیکھ کے کہا "یہ صرف تمھاری کوشش کا نتیجہ ہے جو ہم اتنی جلدی حیرہ کے اندر قدم رکھتے ہیں۔اور تھوڑی دیر میں شاہی قصر کی مہجبین عورتیں پہلو میں ہوں گی۔

طلحہ۔میں سچ کہتا ہوں جس وقت میں نے اپنے گھر کو چھوڑا ہے دل میں نہایت ہی متردد بلکہ مایوس تھا۔اُس وقت میرے وہم میں بھی یہ بات نہیں گزری تھی کہ تمھاری بدولت ہمیں اتنی جلدی کامیابی ہوگی۔"

خولہ "دیوتا ہم پر مہربان ہیں"

طلحہ "اور خاصتہً ہبل۔یہ اُسی کی عنایت ہے کہ ہمیں کامیابی کا اتنی جلدی موقع مل گیا"

منذر "اب میں محل ہند کو بھی بلالوں گا۔مگر افسوس وہ اپنا دین چھوڑ چکی ہوگی"

خولہ "اب تو اطمینان و کامیابی کا وقت ہے۔بنی کندہ کے تمام شہزادوں اور شاہزادیوں کو اپنی قومی اور خاندانی مقصد وری کو آنکھوں سے دیکھنا چاہیے۔کیا اچھا ہوتا کہ سب شاہزادیاں اور شاہزادے حضور کے جشن مسرت میں اُن کے شریک ہوتے" یہ کہہ کے خولہ نے رات کے اندھیرے ہی میں ایک خاص نگاہ سے طلحہ کی طرف دیکھا جس پر معنی نظر کا مطلب سمجھ کے طلحہ بولا "بیشک۔شاہزادی ہند تو آئیں ہی گی۔میں تو کہتا ہوں کہ جس طرح بنے شاہزادی جبیبہ کو بھی بلوا لیجئے"

منذر۔(ایک ٹھنڈی سانس لے کے) "جبیبہ! افسوس وہ اس قابل نہیں رہی کہ پھر اس محل میں قدم رکھے۔پہلے جب میں نے سنا کہ وہ حارث اعرج کے ہاتھ میں گرفتار

عہ یہ کچھ کہانیاں نہیں بلکہ وہ باتیں ہیں جو جاہلیت میں اہل عرب کے معتقدات میں داخل تھیں۔

ہوگئی تو دل میں نہایت پریشان ہوا تھا۔ مگر اب کہتا ہوں کہ آزادی حاصل کرنے کے بعد اُس نے جو وضع اختیار کی ہے اس سے لاکھ درجہ اچھا تھا کہ حارث کے سامنے لونڈی بن کے جاتی۔ وہ اُسے بے آبرو کرکے اپنے محل میں داخل کرتا۔ اور پھر جب اُس کا یہ عیب اور اُس کی بدوضعی ظاہر ہوتی تو نہایت ہی ذلیل کرکے نکال دیتا۔“

خولہ ”تو کیا آپ کے نزدیک یہ صحیح ہے کہ حبیبہ کے پنڈے میں برص کا داغ ہے؟“

منذر ”اس میں کسے شک ہو سکتا ہے؟ حارث اعرج نے حبیبہ کو اپنے عقد نکاح میں لینے کی آرزو کی تھی۔ اور والد راضی ہو گئے تھے۔ مگر جب حبیبہ میں یہ عیب نکل آیا تو مجبوراً اپنا عیب چھپانے کے لیے اُنھوں نے انکار کر دیا۔ حارث اصلی سبب کو نہ سمجھا اور اس منحوس لڑائی اور سخت خونریزی کی نوبت آئی۔“

طلیح (مسکرا کے) ”حضور کو اصلی حال نہیں معلوم۔“

اس جملہ پر منذر کو اس قدر حیرت ہوئی کہ چلتے چلتے گھوڑا روک لیا۔ اور طلیح کی طرف دیکھ کے بولا ”مجھے نہیں معلوم؟ میرے ہی محل کا حال اور میں نہیں جانتا؟ میں کیا سارا شہر حیرہ جانتا ہے۔“

طلیح ”بیشک حیرہ میں ایسا ہی مشہور ہے۔ مگر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ یہ غلط ہے۔ غلام اگرچہ ایک ذلیل شخص ہے۔ مگر آل کندہ کی ادنیٰ ادنیٰ باتوں کو جانتا ہے۔ حضور ہی غور فرمائیں کہ آخر حارث اعرج کیوں برہم ہوا؟ وہ جانتا تھا کہ ایک بے بنیاد عذر سے اور عورتوں کے فقروں میں آکے نعمان نے اُسے اپنی بیٹی نہیں دی۔“

منذر ”عورتوں کے فقروں میں آکے؟ غلط۔ والد نے حبیبہ کے پنڈے پر برص کا داغ خود اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔“

طلیح ”جی ہاں دیکھا تھا۔ مگر وہ اصل میں داغ نہ تھا۔ بلکہ مصنوعی اور بنایا ہوا داغ تھا جو چند روز بعد غائب ہوگیا۔“

منذر ”میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر ایک زبردست بادشاہ کی بیوی بننے میں حبیبہ کو کیا عذر ہو سکتا تھا؟“

طلیح ”حضور کو خبر نہیں۔ حبیبہ کئی برس سے زہیر عذری کے دامِ محبت میں گرفتار تھی۔ وادی القریٰ میں جا جا کے اُس سے ملتی تھی۔ دونوں میں عشق و محبت کے عہد

و یمان ہو گئے تھے - ایک شخص کو دل دے چکنے کے بعد اُسے ہرگز نہین منظور تھا کہ بلقا[1] کے محل مین جائے - اور اُس لنگڑے[2] مغرور کی بیوی بنے جو بنی الاصفر کے ہاتھ اپنا دین و ایمان بیچ چکا ہے - مگر جب اُس نے دیکھا کہ بادشاہ مجبور ہی کر رہے ہین اور کوئی چارۂ کار نہین تو اپنی متفنی اور چالاک مشاطہ کلثوم سے ترکیب سیکھ کے کلائی پر برص کا سا ایک سفید دھبہ بنا لیا - جسے دیکھ کے بادشاہ کو مجبوراً غسان کی سفارت واپس کرنی پڑی "

منذر " تم یہ سچ کہتے ہو ؟ "

طلیح " بالکل سچ - ذرہ برابر فرق نہین "

اس جواب پر منذر دیر تک سناٹے مین رہا - پھر گھوڑا آگے بڑھایا - اور نہایت برہمی کے لہجے مین بولا " افسوس اس نالائق اور بدچلن لڑکی نے خود اپنے باپ کو دھوکا دیا ! اور ایسا دھوکا جس کے نتیجے مین باپ جو اتنا بڑا زبردست بادشاہ تھا دشمنون کے ہاتھ سے مارا گیا - اور قومی اقبال اور خاندانی سلطنت خطرناک حالت مین ہین ! خیر تو اب تخت نشینی کے بعد میرا یہ بھی فرض ہوگا کہ حبیبہ کو اُس کی فتنہ پردازی و آوارگی پر سزا دون "

خولہ " اُن کو کیا سزا دیجیے گا - سزا دیجیے اُس بدمعاش شخص کو جس نے اُسے خراب کیا "

منذر " وہ تو اپنے اعمال کی سزا پائے ہی گا - مگر حبیبہ بھی اب میرے پنجۂ انتقام سے نہ بچے گی - سب سے بڑی مجرم وہی ہے "

خولہ " خدا جانے اب وہ ہین کہان ؟ "

منذر " مجھے تو بالکل خبر نہین - اور نہ اتنی فرصت ملی کہ اُس کی جستجو کرتا - اُس کا کام تھا کہ حوف[3] کو کمر کے گرد لپیٹے ہوتی - اور دوشیزگی کی سادگی اُس کے چہرہ کا زیور ہوتی

---

[1] شہر بلقا بنی غسان کا دار السلطنت تھا۔

[2] لنگڑے سے مراد حارث اعرج ہے - اس لیے کہ وہ لنگڑا تھا - جیسا کہ اُس کے لقب " اعرج " سے ظاہر ہوتا ہے عرب لوگ رومیون کو بنی الاصفر کہتے تھے - خواہ اُن کے رنگ کا اعتبار سے - یا اُس عیسوی کی جو بہی مقدس ملی تھا اور زرد ہوتا تھا

[3] حوف ایک قسم کی ازار یا ساری ہوتی تھی - جو چھال یا چمڑے کی بنائی جاتی - اس مین چمڑے کی تھیون سے ایک جھالر بنائی جاتی اور وہ جھالر کمر کے گرد لپٹی رہتی - یہ لباس خاص کنواری لڑکیون کا تھا - اور دوشیزگی کی علامت سمجھا جاتا تھا

مگر افسوس اُس نے عفت و عصمت کو ذلیل شخص کے ہاتھ اور بہت سستا بیچ ڈالا۔"

طلح :- "چند روز ہوئے وادی الدیر مین تھی۔ مگر اب سنتا ہون زہیر اُسے کہین اور لے گیا"

یہین تک گفتگو ہوئی تھی کہ قصر شاہی قریب آگیا۔ اور لوگ منذر کو پہچان کے چارون طرف سے دوڑے۔ شہر مین اس وقت غیر معمولی خوشیان تھین۔ اس لیے کہ ایاس کے چلے جانے سے لوگون کو جان و مال کا اطمینان ہوگیا تھا۔ اور کئی دن کے بعد آج اتنا موقع حاصل ہوا تھا کہ ایک دوسرے سے ملین۔ باہمی صحبت کا لطف اُٹھائین دوستون سے بغلگیر اور معشوقون سے ہمکنار ہون۔ شراب کے جام پئین۔ اور خوشیان منائین منذر کے پہونچتے ہی ایک آن کی آن مین تمام لوگون کو خبر ہوگئی۔ خوشیان بڑھ گئین اور دوم بھر مین عجیب چہل پہل کا سمان نظر آنے لگا۔

محل مین قدم رکھتے ہی منذر نے طلح اور خولہ کو اپنے قصر کے متعلق ایک نفیس مکان مین ٹھہرایا۔ ایک آدمی کو بھیجا کہ زید بن عدی کو جس حال مین ہو ساتھ لے آئے۔ اور خود حرم سرا مین چلا گیا کہ عورتون کو تسلی دے۔ اور اپنی دلربا ناز آفرینون کی زیارت کرے منذر کے جانے کے بعد طلح اور خولہ نے اپنے رہنے کا مکان دیکھا۔ شاہی ساز و سامان دیکھ کے اپنی خوش قسمتی پر مسرور ہو رہے تھے کہ زید بن عدی آکے بغلگیر ہوا۔ اور ایاس بن قبیصہ کے حالات بیان کرنے لگا۔ طلح نے دیر تک اُس کی باتین سُن کے کہا "خیر یہان تو یہ ہوا اب میری سرگذشت سنیے" اس طرح زید کو متوجہ کر کے اُس نے اپنی تمام کرشمہ سازیان بیان کین۔ ایاس بن قبیصہ کو دھوکا دینے کا واقعہ ظاہر کیا اور کہا مین نے اُسے ہر طرح خرافہ[1] بنا کے اُس کے وطن بھیجا۔ ان باتون کو سُن کے زید سناٹے مین آگیا۔ اور دیر تک سناٹے مین رہنے کے بعد بولا "واقعی خدا نے آپ کو خاص قسم کی عقل و فراست دی ہے۔ عامر بن ظرب[2] بھی ہوتا تو دانائی مین آپ کا مقابلہ نہ کر سکتا۔ اور عصام بن شہیر[2] کی تو آپ کے آگے کچھ ہستی ہی نہین"

---

[1] خرافہ بنی عذرہ مین کا ایک شخص تھا عرب سمجھتے تھے کہ وہ جنات کے ہاتھ مین رہ کر دوبارہ واپس آیا تھا اور لوگون سے ایسی عجیب عجیب باتین کہا کرتا کہ جو سنتا گھبرا اٹھتا۔ اور آخر اُس کی لغو بیانی مشہور ہو گئی۔ اُردو مین خرافات بکنے کا جو محاورہ ہے اُنھین بزرگ کی یادگار معلوم ہوتا ہے۔

[2] عامر بن ظرب جاہلیت عرب کے حکما اور مسلم الثبوت داناؤن مین شمار کیا جاتا تھا اور عصام بن شہیر نعمان بن منذر کا حاجب تھا۔ اور عقل و فراست اس قدر مشہور رکھتا کہ تمام قبائل عرب اُس کا لوہا مانتے تھے۔

طلیحہ "یہ آپ کی قدر دانی ہے۔ مگر یہ سب باتیں آپ کے اغراض کی تمہید میں مجھے دراصل آپ کے حقوق ادا کرنا ہیں"

زید "اب مجھے یقین ہو گیا کہ آپ سب کام نہایت لیاقت سے پورے کرے جائیں گے"

طلیحہ "مگر آپ کی مستعدی شرط ہے"

زید "میں نے کسی بات میں عذر کیا تھا جو آپ ایسا فرماتے ہیں؟"

طلیحہ "میرا مطلب یہ ہے کہ اب ایران کے سفر کا سامان کیجیے"

زید "ایران! آپ کہیے تو میں توران چلا چلوں۔ اب مجھے آپ کے کسی حکم کے بجا لانے میں تامل نہ ہوگا"

طلیحہ "خیر۔ اب ان اخلاق و محبت کی باتوں کو رہنے دیجیے۔ اور جو بتاؤں اُس کے مطابق کیجیے"

زید "میں حاضر ہوں۔ ارشاد"

طلیحہ "تھوڑی دیر میں بادشاہ منذر آتے ہوں گے۔ اور یقیناً آپ کی صورت دیکھتے ہی سفر شام کا حکم دیں گے۔ آپ فوراً آمادہ ہو جائیے۔ اور مجھے ساتھ لے جانے پر اصرار کیجیے۔ اُنھیں میرے بھیجنے میں کسی قدر تامل ہے۔ اور میں بھی ظاہرداری کے لیے انکار کروں گا لیکن آپ ایک نہ مانیے گا"

زید "میں بھلا کیونکر مان سکتا ہوں؟ بغیر آپ کے میرا جانا بیکار ہوگا"

یہ مشورہ ہو رہی رہا تھا کہ منذر آ گیا۔ زید سے بہ اخلاق اور نہایت لطف کے ساتھ ملا۔ مزاج پرسی کی۔ شہر کے حالات پوچھے۔ اور دریافت کیا کہ ایاس نے شہر میں کیا کیا باتیں کیں؟ کس کس سے ملا؟ کس سے خوش تھا۔ اور کس سے ناراض گیا۔ اور جب ان تمام سوالوں کا کافی اور قابل اطمینان جواب سن لیا۔ تو بولا "زید! اب تمھیں سفر کا سامان کرنا چاہیے۔ ایاس ممکن ہے کہ وطن جاتے ہی پلٹ پڑے۔ اور پھر ہنگامہ برپا ہو جائے۔ بہت جلد میرے لیے دربار ساسانی سے منظوری لے آؤ۔ تاکہ میں ادھر سے اطمینان کر کے قبائل عرب کے موافق بنانے کی کوشش کروں۔ اور چند روز بعد قوت حاصل کر کے حارث اعرج سے انتقام لوں"

زید۔ (سینے پر ہاتھ رکھ کے) "میں حاضر ہوں۔ مگر طلیحہ کو بھی حکم ہو جائے کہ میرے ساتھ چلیں"

منذر :- ان کو تو مین اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا - ان کے سے باتدبیر مشیر کا مین ہر وقت محتاج ہون "

طلح :- مین خود بھی یہی چاہتا ہون کہ حضور کے قدمون سے جدا نہ ہون "

زید :- نہین طلح - تمھارے بغیر مین نہ جاؤن گا - اکیلا مین کچھ کر ہی نہین سکتا "

منذر :- زید اگر ان کو چھوڑ جاتے تو مجھ پر احسان کرتے "

زید :- مین حضور ہی کی خیر خواہی خیال کر کے انھین وہان لیے جاتا ہون "

طلح :- مین ایک سادہ مزاج بدوی ہون - وہان جا کے کیا بنا لون گا ؟ سنتا ہون دربار ساسانی مین بڑے بڑے لائق لوگ جمع ہین - پھر بھلا اُن کے سامنے مین کیا فروغ پا سکون گا ؟"

زید :- طلح اگر کوئی فروغ پا سکتا ہے تو وہ تم ہو - اور مجھ سے تو وہان کچھ بنا سے نہ بنے گی - اور کوئی عیب تم مین تھا بھی تو تم ذہے بنی طے کے ہاتھ فروخت کر ڈالا جس طرح کہ ایادی زندہ دل نے اپنی قوم کا ایک شرمناک عیب قبیلۂ عبد القیس کے شیخ عبد اللہ بن بیدرہ کے ہاتھ فروخت کیا تھا "

اس پر منذر نے زور سے قہقہہ لگایا - اور سب لوگ بھی ہنسے - اور جب ہنسی کا زور کم ہوا تو منذر نے طلح کی طرف دیکھ کے کہا " طلح - اب ان کو اس قدر اصرار ہے تو تمھین ضرور منظور کرنا چاہیے - اور واقعی بغیر تمھارے گئے مجھے بھی اطمینان نہ ہوگا "

طلح :- اگر حضور کا حکم ہے تو مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے ؟ حاضر ہون "

زید :- صرف کہہ دینے سے کام نہین چلتا - سامان کیجیے - مین پرسون روانہ ہو جاؤن گا "

طلح :- مجھے صرف بادشاہ کے خیال سے انکار تھا - اور جب خود حضور ہی نے حکم دے دیا تو پھر مجھے کسی بات کا انتظار نہین - یہان کیا رکھا ہے جس کے لیے تردد ہوگا - بس ایک پیاری خولہ ہے اُس کا ہاتھ پکڑ کے محمل پر بٹھایا اور چل کھڑا ہوا "

ھ یہ واقعہ بھی جاہلیت کی عجیب باتون مین ہے - اور ہوا یہ کہ قبیلۂ ایاد کے لوگ ساری عرب مین بدتمیز سمجھے جاتے تھے - اور اس بدتمیزی کی بنا یہ تھی کہ عام لوگون کے سامنے بے تکلف اخراج ریاح کرتے اتفاقاً ایک ایادی شخص نے بازار عکاظ مین عام قبائل کے درمیان کھڑے ہو کے کہا " ہماری اس قسم کی عیب کو کون مول لیتا ہے جو کوئی لے اُس کو اپنی یہ دونون چادرین دے دون گا " قبیلۂ عبد القیس کا ایک شخص عبد اللہ نام مجمع سے نکلا - اور کہا مین مول لیتا ہون - چنانچہ یہ بیع وشری ہو گیا - ایادی شخص نے اپنی قوم کو مبارکباد دی کہ تمھارا یہ عیب آج تک سے قبیلۂ عبد القیس کے ذمہ ہے اور تمام قبائل عرب مین یہ عجیب قسم کا لین دین مشہور رہو گیا -

منذر۔ (ہنس کے) "یہ تمھاری خوبصورت اور عصمت شعار حرادہ بھی ساتھ جائینگی"
طلیح "بغیر خولہ کے تو مین کوئی کام ہی نہین کر سکتا۔ یہ میری رفیق سفر خطیہ دلربا اور پرانی مونس و غمگسار ہے"
منذر "بیشک۔ بیشک۔ مین خوش کہ تمھین امراۃ صلفۃ سے سابقہ نہین پڑا"
خولہ۔ (خوش ہوکے) "حضور۔ مین اپنے عقلمند و ہوشیار شوہر کی لونڈی ہون۔ اور اسی وجہ سے وہ مجھے عزیز رکھتے ہین"
طلیح "خولہ۔ لات اور تمام اصنام مکہ کی قسم تو لونڈی نہین بلکہ میری جان کی مالک ہے"
منذر "خیر تم دونون کی باہمی محبت پر مین تمھین مبارکباد دیتا ہون۔ زید۔ بس تم پرسون روانگی کا سامان کر دو۔ گھوڑے اور جو سامان سفر چاہیے ہو مجھ سے لو"
زید "حضور کے اقبال سے سب سامان موجود ہے۔ ہان چند گھوڑے البتہ چاہیے۔ تاکہ ہم لوگ مدائن تک جلد پہونچ جائین"
منذر "مدائن نہین دستگرد کہو جہان کسری پرویز رہنا زیادہ پسند کرتا ہے۔ بہرتقدیر مین کل اپنے خاصہ کے چار صبا رفتار گھوڑے بھیج دونگا۔ اور تم بغیر کسی اور بات کا انتظار کیے چل کھڑے ہونا"
طلیح "مگر اتنے عمدہ اور ایسے اعلی درجہ کے گھوڑے نرے چلکر بدویون کو لالچ معلوم ہو۔ اور دو ہی تین منزلون مین ربیع کے بھائی کیش کے گھوڑے کی طرح ہمارے گھوڑے بھی اونٹ بن جائین" اس پر سب نے قہقہہ لگایا۔ اور زید نے کہا "نہین مین احتیاط سے لے جاؤن گا۔ اور پرسون سے زیادہ تاخیر نہ ہوگی"
منذر "بہتر مین دعا کرتا رہونگا کہ تم اپنی غرض مین کامیاب ہو"
طلیح "بیشک۔ حضور آپ کی دعا کو بڑا دخل ہے۔ ہماری واپسی تک یہی دعا مانگتے رہیے"

عہ خطیہ اُس زوجہ کو کہتے ہین جو شوہر کی چہیتی اور اُس کے لیے سرمایۂ انبساط ہو۔ اور اس کے خلاف جو عورت شوہر کے لیے بے لطفی اور تردداتکی باعث ہو صلفۃ کہلاتی ہے۔

عہ ربیع کے بھائی کیش کی یہ حماقت عام طور پر مشہور تھی کہ کسی منزل مین وہ سویا۔ چور اپنا اونٹ چھوڑ گئے اور اس کے گھوڑے پر سوار ہوکے چمپت ہوے۔ اُس نے صبح کو جب گھوڑا غائب اور اونٹ موجود پایا تو سمجھا کہ گھوڑا اونٹ ہوگیا۔ اور اُسے یقین و حیرت کے ساتھ ایک ایک کے سامنے بیان کرتا تھا

کہ ہم لوگ وہان جا کے کامیاب ہون۔ اور بامراد واپس آئین" اب منذر پھر کچھ کہنے کو تھا کہ اُس کی ایک نازنین حرم چھم چھم کرتی اور اپنے حسن و جمال پر اتراتی ہوئی آئی اُس کے گلے مین باہین ڈال دین۔ اور کہا "بس مشورہ ہو چکا۔ اب محل مین چلیے" رات زیادہ آ ہی چکی تھی منذر فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ سب سے رخصت ہو کے محل مین گیا پھر زید نے اپنے گھر کی راہ لی۔ اور طلیح و خولہ کھانے سے فراغت کر کے اپنے بچھونے پر جا کے لیٹ رہے

انیسوان باب

مدائن و دستگرد

اس گفتگو کے چوتھے دن آفتاب سمت الراس سے گزر کے مغرب کی طرف جھک چکا تھا اور دن کا ایک ثلث حصہ باقی تھا کہ زید بن عدی۔ طلیح بن مُرّہ کلبی۔ اور خولہ بنت حمیر تغلبیہ نہایت گرم جوشی کے ساتھ منذر بن نعمان سے رخصت ہو رہے تھے۔ اُن کے سامنے سواری کے تیار گھوڑے تھے۔ اور خدام سامان سفر درست کر رہے تھے۔ اتنے مین سائیس تین نہایت عمدہ گھوڑے لائے۔ اُنھین دیکھتے ہی ہمارے فتنہ جو مسافرون نے بادشاہ کو آخری الوداع کہی۔ اور سوار ہوتے ہی باگ اُٹھا دی۔ چند ساعت مین شہر حیرہ کی چار دیواری سے باہر نکلے اور شمال کی طرف منزلین قطع کرنا شروع کر دین۔ زید بن عدی کے چند خدام چار پانچ اونٹون پر سامان ضروری لادکے ایک دن پیشتر سے روانہ ہو چکے تھے۔ اور دس سوارون کا ایک مختصر دستہ حفاظت کے لیے خود ان کے ہمراہ تھا۔

ایک ہفتہ مین یہ لوگ دریاے دجلہ کے کنارے تھے۔ جہان پُرانی وضع کی کشتیون پر بیٹھ کے پار اُترے۔ اور دجلہ کے کنارے ہی کنارے روانہ ہوے۔ آخر مین چار روز کی راہ نوردی نے شہر مدائن مین پہونچا دیا۔ جہان کی رونق۔ چہل پہل لوگون کی وضع و حالت۔ ملنساری اور اخلاق وغیرہ نے ان سادہ مزاج ابناے بادیہ کو حیرت مین ڈال دیا۔ اہل حیرہ ایرانی اوضاع و اطوار سے بہت کچھ آشنا تھے۔ اور زید تو فارسی زبان مین بھی بے تکلفی سے گفتگو کر لیتا تھا۔ لیکن اُس نے زندگی بھر مملکت عجم کی کبھی صورت نہین دیکھی تھی۔ اب یہان آ کے جو ایرانیون کی مہذب صورتین۔ بانکی ترچھی وضعین۔ دولت مندی کے کرشمے۔ اور معاشرت کے تکلفات دیکھے۔ اور پھر عالیشان و سر بہ فلک عمارتون

کی شوکت وحشمت پر نظر ڈالی۔ شاہی عظمت وخسروی دبدبے کو معائنہ کیا تو انتہا سے زیادہ گھبرا اٹھا۔

مدائن مین پہونچ کے ان نوواردِ عربی مسافرون کو معلوم ہوا کہ دارائے ایران اپنے نئے دار السلطنت دستگرد مین ہے۔ اور رومیون کے مقابلے مین دولت عجم کو جو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی ہے۔ اور ایرانی سپہ گرون نے وادی فرات کے کنارے سے بحر روم کے سواحل تک جو فتح ونصرت کے پھریرے اُڑا دیے ہین۔ اس کی خوشی کے جشن مین مشغول ہے۔ اس وجہ سے ان دنون ایران مین ہر جگہ خوشی کے چرچے تھے فارسیون کی عشرت پرستی اگرچہ قدیم سے مشہور تھی مگر اس زمانے مین اُن کا جوش طرب اور بھی زیادہ جوش وخروش پر تھا۔ اس لیے کہ شاہی اقبال کے عروج اور قومی فتح مندی کی خوشی کو ہر شہر بلکہ ہر گانؤن بڑی سرگرمی کے ساتھ اور نہایت ہی مسرت وشادمانی کی شان سے ظاہر کر رہا تھا۔ شراب عجمی کی سبیلین رکھی گئی تھین۔ سڑکون اور عام شاہراہون پر ناچ ہو رہے تھے جس گھر کو دیکھیے اُس سے نغمہ وسرود کی آوازین بلند تھین۔

یہ لطف ومسرت کے جلسے ایسے نہ تھے کہ کوئی شخص چاہے کیسی ہی ضرورت سے اس قدیم عجمی پایۂ تخت مین داخل ہوتا بغیر دو چار روز سیر کیے چلا جاتا ہمارے عربی ڈیپوٹیشن نے بھی انھین دلچسپیون کا لطف دیکھنے کے لیے ایک بڑی کاروان سرا مین قیام کیا جہان ترکی سوداگرون کا ایک قافلہ ٹھہرا ہوا تھا۔ یہ سوداگر چین کا ریشمی کپڑا ایران مین بیچ کے آگے بڑھے تھے۔ اور اب روم کے بازارون مین فروخت کرنے کو لیے جاتے تھے۔ خولہ ایک بدویہ عورت تھی۔ ایسی مہذب ومتمدن آبادی کو کبھی اُس نے خواب مین بھی نہین دیکھا تھا۔ بار بار حیرت مین آتی۔ اور طلیح وزید اُس کے حیرت انگیز سوالون کا جواب دیتے تھکے جاتے تھے۔

کاروان سرا مین فروکش ہو کے اور تھوڑی دیر مین حوائج ضروری سے فراغت کر کے اور ذرا استا کے اطمینان سے بیٹھے تھے کہ خولہ بولی "ہم لوگ خوب موقع پر آئے اگر کسی اور زمانے مین آتے تو یہ لطف نہ دیکھنے مین آتا"

زید:- "بیشک مین بھی اس امر مین اپنے کو بڑا خوش نصیب سمجھتا ہون"

طلیح: "اصلی خوش نصیبی تو اُس وقت ہے جب ہم کسریٰ کے دربار مین پہونچ کے کامیاب اور سرخرو ہون"

خولہ: "اگر ہمارے دیوتا ہبل نے مدد کی تو دستگرد مین پہونچتے ہی کامیاب ہین"

اس گفتگو کے بعد طلیح کچھ دیر تو خاموش رہا۔ پھر اپنی متجسس اور حیلہ جو آنکھین اُٹھا کے بولا: "مگر تم نے کچھ اس امر مین بھی غور کیا کہ اس عالیشان دار السلطنت مین داخل ہونے کے بعد ہم کیا کارروائی کرین گے؟"

خولہ: "ہان سنتی ہون کسریٰ کے دربار مین پہونچنا ذرا مشکل بات ہے"

زید۔ (ایک لاپروائی کے ساتھ) "ہمارے لیے کوئی مشکل نہین۔ دستگرد کی شہر پناہ مین داخل ہوتے ہی وزراے سلطنت کو اطلاع ہوجائے گی کہ حیرہ کے سفیر آئے ہین وہ خسرو پرویز سے جاکے عرض کرین گے۔ اور شہنشاہ سنتے ہی ہمین آستان بوسی کا موقع دے گا"

طلیح اُس وقت تک ایک سوچ مین تھا۔ اب فوراً سر اُٹھا کے بولا "آپ کا خیال دوسری طرف گیا۔ مگر مین یہ نہین پوچھتا کہ وہان باریابی کس ذریعہ سے حاصل ہوگی۔ میرا مطلب تو یہ ہے کہ وہان پہونچ کے ہم کیا کارروائی کرین گے؟"

زید: "اس کا مناسب جواب دینا تو آپ ہی کا کام ہے"

طلیح۔ (ذرا تامل کے بعد) "میری راے تو یہ ہے کہ آپ خولہ کو ساتھ لے کے روانہ ہون پھر اکیلے سفیر ہو کے دربار مین جائین۔ اور خولہ کو بھی اس کی صحبت مین پہونچائین۔ دوسری طرف مین بھی کوشش کرون گا کہ داراے ایران سے ملون۔ مگر کسی اور وضع و حالت مین۔ لیکن ہان آپ کو یہ البتہ کرنا ہوگا کہ بادشاہ کو کسی قدر میرا مشتاق بنائیے یا کم از کم میرا نام اس کے گوش گزار کر دیجیے"

زید: "اس مین کیا مصلحت ہے؟"

طلیح: "وہ مصلحت وہین چل کے معلوم ہوگی"

زید: "مگر مین فارس کے اخلاق و عادات سے بہت کم واقف ہون۔ والد مرحوم کی کوشش نے فارسی زبان تو البتہ سکھا دی مگر شایستہ اور مہذب لوگون مین مجھے اُٹھنے بیٹھنے کا بالکل اتفاق نہین ہوا۔ ڈرتا ہون کہ مجھ سے کوئی بات خلاف ادب صادر ہو اور قتل کر ڈالا جاؤن"

طلیح: "اگر دنیا مین کچھ کرنا ہے تو دل مضبوط رکھو۔ تم دولت حیرہ کا ساز و سامان دیکھ بھی چکے ہو۔ خولہ بالکل ایک سادی اور بدویہ عورت ہے مگر دیکھنا تاجدار ایران

کے سامنے وہ کیسی شائستگی کی باتین کرتی ہے۔"

خولہ "یہ سب آپ کی تعلیم و صحبت کی برکت ہے۔"

اس قرارداد کے بعد ان اولوالعزم سیاحون نے سامان سفر باندھا۔ اونٹ لادے۔ گھوڑے کسے۔ اپنے سپاہیون کو ساتھ لیا۔ اور دستگرد کی طرف چل کھڑے ہوے۔ اور چند روز کی بادیہ پیمائی کے بعد خسرو پرویز کے خاص اور دلچسپ پایہ تخت کے قریب تھے۔ یہان کچھ ایسا ساز و سامان نظر آیا کہ ہمارے نووارد عربی سفیرون کو حیرت ہو گئی۔ دستگرد سے باہر کئی کوس تک ایرانی فوجین پڑاؤ ڈالے ہوے تھین۔ ہر طرف اور قدم قدم پر بڑے بڑے ہنر آزما پہلوان آبدار زرہین پہنے سر سے پانون تک لوہے مین جکڑے اور ہتھیار لگائے ہوے ٹہلتے نظر آتے تھے۔ جن فوجون نے رومی لشکرون کو شکستین دی تھین اپنی فتح کی خوشیان منا رہی تھین۔ ہر گروہ اور ہر حلقہ مین عیسائی اور یہودی غلام تقسیم ہو رہے تھے۔ شام اور الجزیرہ کی دولت شہوت پرستیون اور مے کشی کی صحبتون مین اڑ رہی تھی۔ خانمان برباد اور ستم زدہ عورتین اور لڑکیان جو پامال شدہ ممالک سے لوٹ لوٹ کے لائی گئی تھین کہین عجمی سپاہیون درمیان مین سر جھکائے کھڑی تھین۔ اور کہین زنجیرون مین جکڑی ہوئی بیٹھی تھین۔ بعض مقامات پر لوگ فنون سپہگری کی مشق کرتے نظر آتے۔ شمشیر زنی۔ نیزہ بازی۔ اور گرز و تبر کے حربون کی مشق ہو رہی تھی۔

یہ سامان ہر وضع اور ہر طریقہ سے ایرانی عظمت و سطوت کا ہیبت ناک اثر دلون پر ڈالتا تھا۔ اور دیکھنے والون کے مرعوب کرنے کے لیے کافی تھا۔ ہمارے عربی سیاح اگرچہ اُس قوم سے تعلق رکھتے تھے جو جرأت و سپہ گری مین اپنے سامنے کسی کی کچھ ہستی نہین سمجھتی تھی۔ مگر اس وقت یہان کا یہ رنگ اور یہ حالت دیکھ کے اُن کے دل مین بھی دولت عجم کی شوکت و حشمت نقش ہو گئی تھی۔

آخر یہی تماشا دیکھتے ہوے یہ لوگ شہر دستگرد مین داخل ہوے۔ طلحہ نے کئی میل باہر سے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ صرف زید و خولہ اپنے ہمراہی سوارون اور جلوس و جلو والون کو ساتھ لیے ہوے شاہی قصر کے قریب پہونچے۔ اور معزز اراکین دولت ساسان کو خبر کی۔ فوراً تمام حلقون مین مشہور ہو گیا کہ والی حیرہ کے وکلا آستان بوسی کو حاضر

ہوئے ہین۔ اور لوگ چارون طرف سے آ آ کے ان جنوبی اہل صحرا کی صورتین دیکھنے لگے جنھین اپنے خیال مین بالکل وحشی و غیر متمدن سمجھتے تھے۔ چند ساعت مین انھین خاص شاہی مہمان ہونے کی عزت حاصل ہوئی۔ قصر شاہی کے قریب ایک خوبصورت عالی شان عمارت ٹھہرنے کو ملی۔ اور دونون وقت خاص حضوری باورچی خانے سے طرح طرح کی نعمتون کے خوان زرین کمر اور تاج پوش غلام اور سیمین بدن وگل اندام لونڈیان لانے لگین۔

جس مکان مین ٹھہراے گئے تھے اُس مین پہونچ کے ان لوگون نے ابھی تھوڑی ہی دیر قیام کیا ہوگا۔ اور بخوبی تھکن بھی دور نہین ہونے پائی ہوگی کہ فرخ زاد نام ایک معزز ایرانی عہدہ دار جو عرض بیگی کی خدمت پر مامور تھا ان سے آکے ملا اور وارث تخت ساسانی کی طرف سے خیریت وغیرہ دریافت کرنے کے بعد بولا "آپ لوگون کو ابھی چھ مہینہ انتظار کرنا ہوگا"

خولہ۔ (چونک کے) "چھ مہینے!"

فرخ زاد۔ "بلکہ اس سے بھی کسی قدر زیادہ۔ اس لیے کہ شہنشاہ پرویز اسی ہفتہ مین شکار کو جانے والے ہین۔ کئی ماہ پیشتر سے کوہ قاف کے دامنون مین نہایت پرتکلف شکارگاہ آراستہ ہوئی ہے۔ جہان وارث تاج ساسانی ایک بڑا بھاری جشن مرتب فرمائین گے۔ غالباً شیرین لی سلیمان وہان پوری شان و شوکت سے خیر مقدم ادا کرین گی۔ اول تو وہ مقام ہی ایسا دلچسپ و فرحت بخش واقع ہوا ہے کہ عنان توجہ جب ادھر مشغول ہوتی ہے مہینون واپسی کی نوبت نہین آتی۔ اور مدت کے لیے وہین قیام ہوجاتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ گرجستان و خلخ کی جادو نگہون کا رس بارہ ہزار کا غول جب بادشاہ کو چارون طرف سے گھیر لیتا ہے۔ بادۂ گلفام کے دور چلنے لگتے ہین اور مشکوے ہمایون کی خاتونین پری جمال دلربائین وہ سامان عیش وطرب فراہم کردیتی ہین کہ شاہ کج کلاہ کو کیسے ہی افکار و ترددات ہون۔ فراموش ہوجاتے ہین۔ اور اس مرتبہ تو عساکر دولت ساسان نے رومی و یونانی بہادرون کو فاش شکست دی ہے۔ تمام ملک مین امن و امان ہے۔ ایرانی پہلوان قسطنطنیہ کے قریب جا پہونچے ہین۔ ہمارے خسرو گیتی ستان کو ایک مدت دراز کی مشغولیت کے

فارغ البالی نصیب ہوئی ہے۔ اگر پورا سال اسی جشن طرب میں صرف کر دیں تو بھی کوئی تعجب کی بات نہیں۔"

زید۔ "تو آپ چھ مہینہ کیون فرماتے ہین؟ یہ کہیے کہ برس بھر مین بھی باریابی و آستان بوسی کی عزت حاصل ہو جائے تو سمجھیے کہ جلدی ہوئی۔"

فرخ زاد۔ "بظن غالب خسرو گیتی افروز چھ مہینہ کی مدت ختم ہونے سے پیشتر ہی اپنے نئے خوبصورت پایۂ تخت دستگرد مین واپس آجائین گے۔"

زید۔ "کیون؟"

فرخ زاد۔ "اس لیے کہ قیصر روم ہرقلوس کے سفیر بھی یہان پڑے ہوئے ہین۔ اور اس شکستہ حال مغرور کی عاجزانہ درخواست کا جواب پانے کے منتظر ہین۔ ان سے جہان پناہ نے جشن نوروز کی صبح کو جواب دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جسے چھ مہینہ باقی ہین۔ اُسی زمانے مین جب خسرو ہرمز وشید[1] قیصر کی سفارت کا جواب دین گے آپ کو بھی باریابی کی عزت حاصل ہو جائے گی۔ مگر اس سے پیشتر آستان بوسی غیر ممکن ہے۔"

خولہ۔ (تمنا و آرزو کے لہجے مین) "کاش مین بھی اس شاہی جشن اور گرجستان کی شکارگاہ کو دیکھتی۔"

فرخ زاد۔ "یہ غیر ممکن ہے۔ مشکوئے ہمایون کے قریب پرندہ پر نہین مار سکتا۔"

خولہ۔ "کوہ قاف کی گھاٹیون مین جب ہرنون یا جنگلی بکریون کے پیچھے اور گورخر کے تعاقب مین وہ نازک بدن اور خوبصورت عورتین گھوڑے ڈالتی ہونگی تو عجب عالم نظر آتا ہوگا۔"

زید۔ "بس یہ معلوم ہوتا ہوگا کہ اُن صحرائی ہرنون کے پیچھے بھی چند چالاک و آزاد ہرنیان ہین۔ اور عجب دلبری و رعنائی کی شان سے چوکڑیان بھر رہی ہین۔"

فرخ زاد۔ "آپ کی یہ بدویانہ تشبیہین مجھے نہین پسند۔ ان وحشی ہرنیون مین کیا لطف ہے جن کی سینگیون کو اہل عرب معشوق کے رخسار کا تل بتاتے ہین۔ ہان یون کہو کہ جب وہ جادو نگاہ مہ وشین گھوڑون پر سوار۔ منھ پر غازۂ گلگون لگائے زلفون کو شانون پر بکھرائے۔ تیر و کمان ہاتھ مین لیے۔ اور بادۂ جمشیدی سے

[1] ہرمز وشید یعنی سایۂ خدا ظل اللہ۔

ست ہو کے صحرائے ارمن میں چارون طرف پھیلتی ہون گی تو معلوم ہوتا ہو گا کہ آسمان نے اپنے روشن تارے زمین پر بکھرا دیے ہین۔ خسرو پرویز کے جشن۔ اُس کی دلچسپی کی صحبتین اور ہزارہا پری جمال غلامون کا حاضر ہونا جو خسرو پرستی کو اپنا دین و ایمان سمجھتے ہین ایسی چیزین ہین جن پر تمام شاہان ارض کو حسد ہے ؟

زید "بیشک - ہمارے جہان پناہ صاحب دیہیم و تخت ساری دنیا کے بادشاہون سے اعلیٰ و افضل ہین"

خولہ "میری بڑی تمنا یہی ہے کہ ایسے زبردست بادشاہ کے دربار کا سامان دیکھون

زید "گھبراؤ نہین۔ یہان تک پہونچی ہو تو یہ عزت بھی کبھی حاصل ہو جائے گی"

(فرخ زاد کی طرف دیکھ کے) "کیا یہ ممکن نہین کہ ہم سے نوبیل اوی لوگ بھی شاہنشاہ کے ہمراہ رکاب ہون؟ - اور خسرو پرستی کرتے ہوئے ارض ارمن تک جائین؟"

فرخ زاد "جب تک دربار خسروی سے مستقل تعلق نہ ہو اس وقت تک عزت نہین حاصل ہو سکتی"

خولہ - (زید کی طرف دیکھ کے) "اب ہمین اپنے صحرائی وطن مین واپس جانے کی کون ضرورت ہے۔ آؤ۔ باقی ماندہ زندگی اسی ساسانی دربار مین صرف کر دین اور جب تک زندہ ہین خسرو پرستی اپنا شعار رکھیں"

زید "میری بھی یہی آرزو ہے"

فرخ زاد "وارث دیہیم خسروی بڑے فیاض و مہربان ہین۔ اگر آپ نے یہ آرزو عجز و الحاح کے ساتھ پیش کی تو ضرور مقبول ہو گی۔ اور مین بھی وعدہ کرتا ہون کہ جہان تک ممکن ہو گا آپ کی سفارش کرون گا" یہ کہہ کے فرخ زاد عربی نژاد غریب الوطن اور ارض حیرہ کے سفیرون سے رخصت ہوا۔ اور چلتے وقت انھین پھر اطمینان دلاتا گیا کہ "آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو گی۔ خسرو گیتی ستان کی واپسی تک قصر شاہی مین فروکش رہیے۔ اور ایرانی معاشرت اور عجمی صحبتون سے لطف اٹھائیے اگرچہ یہان نہ اونٹنی کا دودھ ملے گا اور نہ گوہ کا گوشت جو صحرائے عرب مین آپ کی لذیذ و پر تکلف غذا ہے۔ مگر ہان اُس سے بہتر غذا اور وہان سے زیادہ دلچسپ سامان عشرت آپ کے آرام کے لیے ہر وقت مہیا رہے گا؟"

فرخ زاد کے جانے کے بعد زید و خولہ نے قیام کا مستقل ارادہ کر لیا۔ اور مصمم

ارادہ کیا کہ جب تک ضرورت ہے اور جس گھڑی تک خسرو پرویز کے دربار میں باریابی نہ حاصل ہو ہیں فروکش رہیں۔ مگر خولہ کسی قدر متردد ہو کے بولی "مجھے ایک بات کا اندیشہ ہے۔ ضرورت تھی کہ جہاں تک جلد ممکن ہوتا اپنے اغراض میں ہم کامیابی حاصل کرتے۔ منذر کی حالت نہایت خطرناک ہے۔ اور ہماری کوشش تھی کہ ایاس کے متوجہ ہونے سے پیشتر ہی اس دربار کو منذر کے موافق بنا لیں مگر یہاں اتنے دنوں پڑے رہنے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ ایاس ارض ہی طے میں یہ دیکھ کے کہ ہر طرح اُسے فریب دیا گیا۔ اور زیادہ غصہ اور برہمی کے ساتھ یہاں واپس آئے گا اور ہماری موجودگی ہی میں باریاب ہوگا۔ اور اُس کا قبل از وقت آ جانا کیا عجب کہ ہماری تدبیروں کے خلاف ہو"

زید۔ (کسی قدر مسکرا کے) "مگر ہمارا مطلب تو ہر طرح حاصل ہے۔ ناکامی ہوئی تو بھی یہی ہوگا کہ منذر کو ضرر پہونچے گا۔ اور اسی بات کو ہم چاہتے ہیں"

خولہ "مگر یہ بات طلح کی طبیعت کے خلاف ہے۔ بیشک وہ منذر کے دشمن ہیں۔ لیکن اُن کا یہ مسلم اصول ہے کہ جس طرز سے کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اُسی طرز کی کامیابی کو کامیابی خیال کریں۔ اگر ایاس کی حسن تدبیر سے منذر کو ضرر پہونچا تو یہ اُن کے منشے کے خلاف ہوگا۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ پہلے اُس کو زک دیں۔ اور منذر کو کامیاب کرائے اور پوری ترقی و کامیابی کے درجہ پر پہونچا کے خسرو ہی کے ہاتھ سے قتل کرائیں"

زید "یہ تو مشکل معلوم ہوتا ہے"

خولہ "اُن کے سامنے کوئی چیز مشکل نہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ کس عمدگی سے اپنا مطلب حاصل کرتے ہیں۔ سب سے پہلے تو اُن کا منشا یہ ہے کہ آپ کو دربار خسروی میں پہونچا کے بادشاہ کی طبیعت پر اس قدر حاوی کر دیں کہ خسرو کوئی بات بغیر آپ کی منظوری اور آپ کے مشورے کے نہ کرے"

زید "اگر ایسا ہوا تو پھر مجھ سے بڑھ کے کون شخص ہوگا"

خولہ۔ (ہنس کے) "مگر مجھے بھول نہ جایئے گا۔ مجھے خسرو پرویز کے عشرت کدوں میں شریک صحبت ہونے کی بڑی آرزو ہے"

زبیدہ" میری اور تمھاری دونون کی آرزوئین طلحہ کی کوششون سے پوری ہون گی" یہ کہہ کے زید نے انگڑائی لی۔ اور کہا "اب پھر باتین ہون گی۔ یہ تو اطمینان ہوگیا کہ ابھی چھ سات مہینہ یہان رہنا ہوگا۔ تم اسباب وغیرہ کو قرینے سے رکھ دو۔ اور ہمراہیون اور سواری کے جانورون کے لیے مناسب انتظام کرو۔ مین بھی بیٹھے بیٹھے ذرا اُکتا گیا ہون۔ دو چار محلون کی ہوا کھا کے دیکھ آؤن کہ خسرو نے شہر دستگرد کو کس شان سے آراستہ کیا ہے۔" یہ کہہ کے زید قصر سے باہر نکلا۔ اور خولہ ضروری انتظامون کی طرف متوجہ ہوئی۔

بیسوان باب

شکارگاہ خسروی

سر دست ہم اپنے ان دوستون کو یہین چھوڑتے ہین۔ اور ناظرین کو اس دلچسپ سرزمین پر لیے چلتے ہین جہان کے قدرتی منظر انسان کو جنت کا سمان یاد دلا دیتے ہین۔ اور جو حسن و جمال اور انسانی خوبصورتی و رعنائی کے اعتبار سے ساری دنیا مین مشہور ہے۔ یعنی گرجستان کا علاقہ۔ اور کوہ قاف کا سرسبز و شاداب دامن۔ بلاد خسرو و خزر آب سے ذرا آگے بڑھ کے سلسلہ کوہ قاف کے رفیع الشان اور سربفلک پہاڑ کوہ شاہ داغ کے جنوبی دامن مین ایک نہایت ہی دلکش و نزہت بخش وادی ہے۔ ہر طرف قدرت نے دلفریب اور فرحت افزا باغ لگا رکھا ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم کوہستانی برف سے خنکی و تازگی حاصل کرتی ہوئی آتی ہے اور نازک و سرسبز پودھون کے پہلوؤن مین اس طرح گدگدا کے نکل جاتی ہے کہ بیتاب ہو کے جھوم جاتے ہین۔ اور اس خود فراموشی کی شان سے ناچنے لگتے ہین کہ پھولون کا جو زیور حسن پرستان قدرت نے پہنایا ہے گر گر کے زمین پر بکھرنے لگتا ہے۔

"چھوٹی چھوٹی نہرین پہاڑون کے پہلوؤن سے ناچتی اور کودتی ہوئی نیچے اُتری ہین۔ جو اس وادی کے تمام پودھون مین ہر طرف پھر پھر کے اور چکر لگا لگا کے پانی پہونچا رہی ہین۔ اور تھوڑی دور آگے بڑھ کے قدیم دریاے خسرو مین جسے اب دریاے کُر کہتے ہین مل گئی ہین۔

طیور ہر طرف نازک شاخون پر بیٹھے ہین اور پھولون سے چونچین ملا ملا کے نغمہ سنجی کر رہے ہین۔ کوہستانون کی خوبصورت و تندرست لڑکیان اپنے گلون کے چرانے کو آئی ہین۔ بکریان اور بھیڑین وسیع و سر سبز مرغزار مین پھیل گئی ہین اور اُن کی یہ خوبصورت و پری جمال نگہبانین عجب فارغ البالی و اطمینان سے نہرون اور پاکیزہ و شفاف پانی کے کنارے بیٹھی ہین۔ کبھی ہاتھ منھ دھونے لگتی ہین اور کبھی پانی کی بلورین سطح مین اپنے پیارے اور سادے چہرے دیکھ دیکھ کے خوش ہونے لگتی ہین۔ انھین کے قریب اور تھوڑے ہی فاصلہ پر وحشیان صحرا ہرن اور چیتل۔ نیل گائین۔ اور گورخر بے خوف و خطر آتے ہین۔ پانی پی پی کے سیراب ہوتے ہین اور ادھر اُدھر چرنے لگتے ہین۔

وقت بھی نہایت دلچسپ ہے۔ آفتاب شرقی پہاڑیون سے بلند ہوا ہے اور اپنی روشن کرنون سے عالم کو سنہرا زیور پہنا رہا ہے۔ ان دنون جب کہ موسم بہار پورے کمال پر ہے یہان اکثر برسات کا سمان رہا کرتا ہے اور ابر گھرا نظر آتا ہے مگر آج خلاف معمول آسمان کھلا ہوا ہے۔ اور آفتاب اپنی پوری اور صاف روشنی سے اس دلفریب وادی کی دلچسپیون کو چمکا رہا ہے۔

ناگہان پہاڑی کوّے ایک شور مچا کے اُڑے۔ ہرن جو اطمینان و بے ہراسی سے ادھر اُدھر چر رہے تھے چونکنا ہو ہو کے چارون طرف دیکھنے لگے۔ گڑریون کی خوبصورت لڑکیان سہم گئین۔ گھبرا گھبرا کے بھاگین۔ اور کوہستان کے گھونگھٹون مین چھپنے لگین کہ کوئی شخص آکے پکڑ نہ لے جائے۔

اور ان سادہ مزاج لڑکیون کی یہ وحشت بے وجہ نہ تھی۔ اس لیے کہ چند ہی منٹ مین شکاریون کی ایک بہت بڑی اور عظیم الشان جماعت نہایت شان و شوکت سے اس پرفضا وادی مین داخل ہوئی۔ جس کا تزک و احتشام دیکھ کے ہر شخص متحیر ہے کہ یہ لوگ شکار کو آئے ہین یا کسی مملکت پر فوج کشی کرنے کو۔ سب کے آگے تین ہزار سوار ہین۔ لمبے لمبے نیزے ان کے ہاتھون مین ہین۔ سرون پر طلاکار اور چمکتے ہوے خود ہین جن پر کلغیان لگی ہین۔ گھوڑون کا ساز و یراق طلائی ہے۔ اور گویا ان مین سے ہر ایک جان بازی و نبرد آزمائی کو

تیار ہے۔ ان سواروں کے پیچھے گیارہ سو ساٹھ غلاموں کا پرا ہے۔ جو بڑے بڑے اور وزنی گرز کندھوں پر رکھے ہیں۔ اور عجب داب و وقار کی چال سے آگے بڑھتے چلے آتے ہیں۔ غلاموں کے پیچھے ایک ہزار چالیس شمشیرزن سوار ہیں۔ جو بھاری بھاری زرہیں اور اُن پر دیبائے رومی کے رنگ برنگ کرتے پہنے ہوے ہیں۔

اس وقت تک تو یہ جلوس کسی اولو العزم اور حملہ آور بادشاہ کے سفر جنگ کا سمان دکھا رہا تھا مگر اب ان شمشیرزن سپاہیوں کے بعد معلوم ہوا کہ نہیں یہ لوگ حملہ آوری و ملک گیری نہیں بلکہ شکار کو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ اب سات سو باز والوں کا گروہ آیا جن کے ہاتھوں پر مرصع غلافت چڑھے ہیں۔ اور ہر ایک کے ہاتھ پر ایک باز ہے جو نازک و خوشنما طلائی زنجیر میں بندھا ہے اور نہایت کمال اُستادی کے ساتھ سدھایا گیا ہے۔ باز والوں کے پیچھے تین ہزار سوار ہیں جن میں سے ہر ایک ایک شکاری چیتے کو خوش اور چمکارتا ہوا لیے آتا ہے۔ ان کے بعد ستر زبردست شیر ہیں جن کی گردن میں ریشمی زرد ڈوریاں پڑی ہیں۔ اور رہائے طلائی زنجیروں سے جکڑے ہیں۔ شیروں کے بعد آٹھ سو شکاری کُتّے ہیں جن کے گلوں میں مرصع پٹے پڑے ہوے ہیں۔ اور اس طرح زور میں آ آ کے چھوٹنے کی کوشش کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے سونے چاندی کی زنجیروں کو توڑ ڈالیں گے۔ ان کے پیچھے کئی ہزار تیر اندازوں کا جتھا ہے جن میں سے ہر ایک شرط باندھ کے نشانہ اُڑا دینے کو تیار ہے۔

جب عرصۂ رزم کے مرد میدان گزر گئے۔ اور شکار و صید افگنی کا بھی پورا سامان آچکا تو بزم کی دلچسپیاں شروع ہوئیں۔ دو ہزار اونٹوں کی ایک قطار آئی جن کی لمبی لمبی گردنوں میں طلائی گھونگرو پڑے ہیں۔ پیٹھوں پر نہایت پُرتکلف محملیں ہیں۔ اور ہر محمل میں ایک پری جمال و آفت روزگار گانے والی بربط و سرود لیے بیٹھی ہے ان نازنین ناچنے گانے والیوں کے سروں پر طلاکار اور مرصع تاج ہیں۔ گلوں میں نہایت روشن اور شگفتہ رنگوں کے ریشمی کرتے ہیں۔ اور سر سے پاؤں تک زیور سے لدی ہوئی ہیں۔ ان اونٹوں کے پیچھے دو سو آدمی آئے جن کے ہاتھوں میں چاندی کی انگیٹھیاں ہیں۔ اور اُن میں عود و عنبر ڈال ڈال کے ساری وادی کو روح افزا خوشبو سے

مہکاتے آتے ہین - ان انگیٹھی والون سے ملے ہوے دو سو خدمتگار ہین - یہ زرد اور بنفشہ حریر کی قبائین پہنے ہین کانون مین موتیون کے گوشوارے پڑے ہوے ہین - ہاتھون مین گلدستے ہین - اور بادشاہ کے اشارون پر دوڑنے کو تیار ہین -

یہ سب سامان جب آچکا تو خود بادشاہ کی سواری آئی - اور سرپر تاریخی مرصع و مطلا علم درفش کادیانی کے لہرانے سے معلوم ہوا کہ خود وارث نسل ساسان اور تاابعف تخت ایران خسرو پرویز ہے - اس کے منہ پر چھلے ہین - ڈاڑھی درمیان مین منڈی ہوئی ہے سر پر تاج کیانی ہے - اور ایسے قیمتی وپر تکلف لباس سے آراستہ ہے کہ باوجودیکہ چتر شاہی کے سایے مین ہے مگر سارے جسم پر جواہرات جھلک رہے ہین اور الماس و نیلم وغیرہ کی ضو اور شعاعون سے دیکھنے والون کے دل پر عجیب رعب طاری ہوتا ہے ایک نہایت شائستہ و خوبصورت عربی گھوڑا اس کی ران کے نیچے ہے - ہزار سے زیادہ نازنین و مہجبین عورتین دلربائی کی وضع سے زلفین پریشان کیے نہایت بانکپن کے ساتھ تاج مرصع سر پر رکھے - اور عجیب شوخ ادائی و کرشمہ خیزی سے گھوڑون کو کداتی ہوئی ساتھ ہین - اور بادشاہ کو اپنے جھرمٹ مین لیے ہوے ہین - انھین نازنین دلرباؤن مین دو ایک کے ہاتھ مین سونے کی صراحیان اور مرصع جام ہین - جو بڑی مستعدی سے اپنی خدمت بجا لارہی ہین - بار بار شراب کا جام لبریز کر کے شہنشاہ گیتی پناہ کے ہاتھ مین دیتی ہین اور وہ بے تکلف پی لیتا ہے -

مین اس وادی کے درمیان مین پہونچ کے خسرو پرویز نے شراب کا ایک جام پیا تھا - اور رومال سے منہ پونچھ رہا تھا کہ ناگہان ایک ملائک فریب نازنین عجیب ناز و انداز سے سامنے آ کے کھڑی ہوگئی - اس کے غیر معمول حسن و جمال نے تمام ہمراہی گل رخون کا حسن پھیکا کر دیا - سب کے چہرے ماند پڑگئے - اور معلوم ہوا کہ عین اُس وقت جبکہ آسمان کے سب تارے خوب کھلے ہوے تھے آفتاب نکل آیا - اور سب تارون کے چہرون پر ہوائیان چھٹنے لگین - یہ نئی نازنین دیبائے زرد کا ایک تنگ کرتا پہنے ہوے تھی جس پر طلائی تارون سے گل بوٹے کڑھے ہوے تھے اور عجیب سوگواری و حسرتمندی کی شان سے برہنہ سر تھی - زلفین پیٹھ اور شانون پر بکھری ہوئی تھین اور معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پری یا دیوی آسمان سے اُتر کے آئی - اور تصویر بن کے سامنے کھڑی ہوگئی -

یہ زاہد فریب و ماہ طلعت نازنین چند ساعت تک اُسی طرح تصویر بنی کھڑی رہی۔ اور خسرو پرویز بھی اُس کی دلربا صورت دیکھ کے نقش حیرت بن گیا۔ بس آنکھوں ہی آنکھوں میں باتیں ہو رہی ہیں۔ وہ جو کچھ کہتا ہے خموشی کے چشم و ابرو سے کہتی ہے۔ اور اُسی زبان بے زبانی میں پرویز بھی جواب دے دیتا ہے۔

ناگہاں اُس بت حور وش کا غرور خودداری ٹوٹا۔ بیمار نرگسی آنکھوں سے موتیوں کے سے آنسو جاری ہوئے۔ اور ایک ٹھنڈی سانس لے کے بولی "اے شہریار گیتی ستان اور اے تاجدار نسل ساسان! لونڈی سے کیا خطا ہوئی کہ ایسی مہجور و مبتلائے درد و الم ہے اور حضور کو پروا نہیں ہے۔ اپنے اُس عہد و پیمان کو یاد کیجیے۔ اُس وقت کی تصویر اپنی آنکھوں کے سامنے کھینچیے جب حضور ناز برداری کر رہے تھے اور لونڈی کو ملنے میں تامل تھا۔ وہ اگلی صحبتیں۔ وہ پرانی ذوق و شوق کی باتیں کیا سب خواب و خیال ہو گئیں اور کیا وہ سچ تھا جو میری ماں کہا کرتی تھیں؟"

سلسلۂ گفتگو یہیں تک پہونچا تھا کہ یہ نازنین نہایت بے قراری و بیتابی کے ساتھ زار و قطار رونے لگی۔ خسرو پرویز اُس کی باتیں سُن رہا ہے۔ اُس کے سامنے نقش حیرت بنا ہوا ہے۔ اُس کی صورت کو غور سے دیکھ رہا ہے۔ مگر زبان سے ایک لفظ نہیں نکلا مگر اُس کا زرد چہرہ کہے دیتا ہے کہ انتہا سے زیادہ حیران و پریشان ہے۔ گویا کچھ کہنا چاہتا ہے مگر جرأت نہیں ہوتی۔

نازنین۔ (انتہائے بے صبری سے) "حضور جواب کیوں نہیں دیتے ہیں؟ نہیں شہریار کو جواب دینا ہوگا۔ حضور کے لیے لونڈی نے اپنی شاہی و حکمرانی۔ آزادی و عیش پرستی اور لطف مسرت۔ سب چیزیں ہاتھ سے کھوئی ہیں۔ بیشک حضور جواب دیں گے اور اُس پر ترس کھائیں گے جو عشق کا کاری تیر کھا کے بسمل ہو رہی ہے۔ اور حضور کے سوا اب کسی کی نہیں ہو سکتی۔"

ان باتوں نے پرویز کا دل اختیار سے باہر کر دیا۔ وہ ساری قوت جس سے اس وقت تک کام لیتا رہا تھا اور جس کی بدولت دل کو قابو میں کیے ہوئے تھا گویا کسی نے یکایک چھین لی۔ اُس کی بھی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ اور بے اختیار ایک آہ فلک دوز کھینچ کے بولا۔ "شیرین! زیادہ نہ چھیڑ میں تیرے تیر نظر کا چھیدا گھائل پہلے تھا

ویسا ہی آج بھی ہون۔ ایسا نہ کر کہ یہ دل جس مین تیری نگاہون کے صدہا زخم پڑے ہوے ہین بالکل پاش پاش ہوجاے۔ افسوس مین بالکل مجبور تھا۔ بہرام چوبین کا حال تو بخوبی جانتی ہے کہ مجھے تیرے عشق مین مبتلا اور عیش وعشرت مین منہمک دیکھ کے ساسانی تاج وتخت پر قابض ہوگیا تھا۔ اور میرے لیے سوا اس کے کسی بات مین مفر نہ تھا کہ قیصر روم کے دامن مین جاکے پناہ لون۔ قیصر نے میری مدد کی۔ اور اُسی کی مدد سے مجھے پھر ساسانی تاج وتخت نصیب ہوا۔ مگر افسوس اُس نے ہمدردی کے ساتھ مجھ پر ظلم بھی کیا۔ اُس کا دیا ہوا شربت اگرچہ بہت شیرین تھا مگر اُس مین زہر بھی ملا ہوا تھا۔ ایک زبردست فوج میرے ہمراہ کرنے کے ساتھ اُس نے مجھے اس بات پر بھی مجبور کیا کہ اُس کی بیٹی مریم کے ساتھ نکاح کر لون۔ شیرین۔ یقین جان کہ میرا دل تیری ہی زلف گرہگیر مین اسیر تھا۔ مگر حالت ایسی نازک تھی کہ اس کے سوا چارہ ہی نہ تھا کہ مریم کے لیے آغوش شوق کھول دون۔ افسوس۔ جو جگہ تیرے لیے تھی مریم نے لے لی۔ اور زبردستی لی۔ اب مجھ مین مفارقت کی تاب نہین۔ جانتا ہون کہ موبدان موبد اور تمام وزراے ایران ناراض ہون گے مگر کچھ پروا نہین۔ چل میرے ساتھ چل۔ اگرچہ میرے محل پر مریم قابض ہے اور تجھے شہر سے باہر کسی نئے قصر مین رہنا پڑے گا۔ مگر اس کا خیال نہ کر اس لیے کہ تو میرے دل کی مالک ہے۔ اور خود مجھ پر تیرا قبضہ ہے"

بادشاہ کی زبان سے یہ تقریر سنتے ہی شیرین نے جھک کے خاص شاہی گھوڑے کے قدم چوم لیے۔ اور گلگون رخسارون سے آنسو پونچھ کے نہایت ادب سے بولی "مین خسرو شیرگیر کی لونڈی ہون۔ شہریار کے وصال کے شوق مین اپنی مان تک کا کہنا نہین مانا۔ اور خاندانی سلطنت سے دست بردار ہوگئی۔ مگر صرف حضور کی لونڈی ہون۔ وہان دستگرد مین جاکے مریم کی لونڈی نہین بن سکتی۔ اگر قسمت مین حرمان نصیبی ہی ہے تو یہی سہی۔ مگر شہریار کو خیال رہے کہ لونڈی آج تک اُسی عہد پر قائم ہے"

پرویز "افسوس مریم مین وہ صلاحیت نہین جو تجھ مین ہے۔ وہ مزاج کی تیز ہے۔ اور اپنے باپ کی سلطنت پر مغرور ہے" یہ کہہ کے خسرو پرویز نے ایک پرتکلف اور نہایت بیش قیمتی تاج منگوا کے اپنے ہاتھ سے شیرین کے سر پر رکھا۔ اور اُسے گھوڑے پر سوار

کرکے اپنے ساتھ لے لیا۔

خسرو کے لیے اس سے زیادہ دلچسپی و لطف کا کوئی موقع نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ مریم دارالسلطنت میں ہے۔ اور یہاں کوہ قاف کی دلچسپ وادی میں اُس کی معشوقۂ دلربا شیرین ہم پہلو و ہم کنار ہے۔ مگر نہیں بجائے اس کے کہ شیرین کے ملنے سے طبیعت میں شگفتگی پیدا ہو اور زیادہ متردد و متفکر ہے۔ اور سیر و شکار کے لطف اُسے بے مزہ معلوم ہوتے ہیں۔ تاہم شیرین کے کہنے سے صید افگنی کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اُس کا اشارہ ہوتے ہی یہ فرحت بخش وادی ایک میدان کارزار کا نمونہ بن گئی۔ باز طیور پر جھپٹے اور کتے صحرائی جانوروں پر چھوٹے۔ اور بزیب بے زبان و آزاد مخلوق پر گویا خدا کا غضب نازل ہو گیا۔ ہر طرف بھاگ بھاگ کے پناہ لیتے تھے اور کہیں پناہ نہ ملتی تھی۔ چند ہی ساعت میں ساری وادی تمام جانوروں سے خالی ہو گئی۔ اور کہیں کسی طرف کسی وحشی ہرن یا شکار کے قابل طائر کا پتہ نہ تھا۔

پرویز نے تو اس شکار میں کچھ زیادہ مستعدی نہیں دکھائی۔ مگر شیرین نے ہر دن اُس کے محفوظ کرنے کے لیے اکثر ہرنوں کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ کئی ہرن اُس کے بائیں ہاتھ کی طرف سے نمودار ہوئے جنھیں رگید رگید کے اُس نے خود اپنی تلوار سے شکار کیا۔ اور اس خوبصورتی سے شہسواری کے کمالات دکھائے کہ جب اپنے ہاتھ کے شکار مار کے لائی ہے تو خسرو نے بے انتہا تعریف کی۔ اور بولا "آہ! یہی خوبیاں ہیں جنھوں نے مجھے تیرا دیوانہ بنا دیا ہے۔"

شیرین "اب شکار کا لطف نہیں رہا۔ تمام وحشیان صحرا یا تو مارے گئے یا بھاگ گئے۔ اب اگر بادشاہ کی مرضی ہو تو چوگان کا مشغلہ شروع ہو۔ لونڈی کو چوگان کا بڑا شوق ہے۔ بہت دن ہوئے حضور کے ساتھ اُسی وادی میں چوگان کا لطف اُٹھایا تھا اُس کے بعد سے آج تک کبھی اس سپاہیانہ مشغلہ کی طرف توجہ کرنے کی نوبت نہیں آئی۔"

پرویز "بہتر۔ تیرے ساتھ ہر چیز میں لطف آئے گا۔"

شاہی اجازت ہوتے ہی چوگان بازی شروع ہوئی۔ گیند ہر طرف سے اُچھلنے لگے۔ اور شیرین جس خوبصورتی اور رعنائی سے اور جس شوخ مزاجی اور چلبلے پن

سے گھوڑا پھیر پھیر کے گیند کو روکتی اور اُلٹا واپس کرتی تھی اس پر خسرو اور تمام دیکھنے والے متحیر تھے۔ ہر جانب سے بڑے زور و شور اور جوش و خروش سے کلمات تحسین و آفرین بلند ہوتے تھے۔ اور وہ زیادہ جوش میں آ کے کھیلتی تھی۔ آخر خسرو سے نہ رہا گیا۔ بے اختیاری کے لہجے میں بول اُٹھا "واہ! شیرین۔ اس کھیل میں نہ تیرا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ تیرے بغیر اس میں مزہ ہے"

شیرین "یہ حضور ہی کی صحبت کا فیض ہے۔ خصوصاً اس وقت حضور کی موجودگی میری ہمت کو اور بڑھا رہی ہے۔ ورنہ سچ تو یہ ہے کہ مدت سے کبھی چوگان کھیلنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور ان کھیلوں میں مشق کی بے انتہا ضرورت ہے"

خسرو "بے شک میری اس وقت کی صحبت نے تجھے بہت زندہ دل بنا دیا ہے۔ مگر افسوس تیری اس زندہ دلی سے میں اپنی تمنا و آرزو کے موافق فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اور نہ اپنے شوق کی آگ بجھا سکتا ہوں"

تھوڑی ہی دیر کی چوگان بازی میں شیرین پسینے پسینے ہو گئی۔ اور خسرو پرویز نے اُس کے جبینِ ناز سے پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ٹپکتے دیکھ کے کہا "بس۔ تمہیں میں تجھے زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتا" یہ کہہ کے اُس نے شکار کی موقوفی اور خیمہ گاہ کی طرف واپس جانے کا حکم دیا۔ فوراً لوگ چلے۔ تھوڑی ہی دور پر شاہی خیمہ نصب تھے۔ جہاں خسرو پرویز کے پہونچتے ہی جشن طرب مرتب ہو گیا۔ چنگ و ارغنون اور سرود و بربط کا نغمہ بلند ہوا۔ ناچنے والیاں عجب لطف کے ساتھ ناچنے لگیں۔ اور شراب گلرنگ کا دور چلنے لگا۔

لیکن شیرین ابھی تک اُسی صید افگنی کے میدان میں تھی۔ اور اپنے ہمراہیوں کا انتظام کر رہی تھی جو حدود ارمن سے اُس کے ہمراہ آئے تھے اور جن کے لیے شاہی فرودگاہ سے الگ ایک میل کے فاصلہ پر خیمہ نصب تھے۔ خسرو کی نظر محبت نے اگرچہ اُس کے دل کو بہت کچھ تسکین دے دی تھی۔ مگر بادشاہ کو متردد و متفکر دیکھ کے وہ بھی دل میں پریشان تھی۔ جانتی تھی کہ اول تو تمام سرداران عجم مریم کا ساتھ دیں گے۔ اور اگر بالفرض وہ سکوت بھی اختیار کریں تو خود مریم مجھ پہ کیوں مہربان ہونے لگی تھی۔ اسی تردد میں کھڑی تھی کہ ناگہاں ایک شخص قریب آیا اور آتے ہی سامنے سجدہ میں گر پڑا۔ اس اجنبی شخص سے

گویا کسی قدر وحشت کھا کے شیرین پیچھے ہٹی۔ پھر یہ خیال کر کے کہ شاید کوئی مصیبت زدہ ہے اور بادشاہ کی خدمت میں سفارش چاہتا ہے مہربانی کے لہجہ میں بولی۔ "کون ہے؟ اور کیا چاہتا ہے؟"

اس کے جواب میں اُس شخص نے کچھ کہا جسے شیرین نہیں سمجھ سکی۔ اور بولی "یہ کس زبان میں گفتگو کر رہے ہو؟" جو چند فوجی لوگ پاس کھڑے تھے اُن میں سے ایک سپاہی لپک کے آگے آیا۔ اور ادب کے ساتھ زمین چوم کے بولا "ملکہ۔ یہ ایک بدوی عرب ہے جو ایرانی زبان نہیں سمجھتا اور حضور کے دامن میں پہنچنا چاہتا ہے"

شیرین "شہنشاہ پرویز کی خدمت میں کچھ عرض کرنا ہے؟" سپاہی نے فوراً بدوی عرب سے دریافت کر کے بتایا "جی ہاں! تاجدار ایران کی خدمت میں آپ کی سفارش چاہتا ہے"

شیرین "اچھا میں تیری سفارش کر دوں گی"

عرب "اے ناز آفرین ملکہ ارمن۔ یہ غلام چند روز حضور کے غلاموں میں رہنے کا آرزو مند ہے۔ اور امید ہے کہ ایسی ایسی خدمتیں بجا لائے گا جن کو اور کوئی نہیں بجا لا سکتا" یہ تمام گفتگو اُسی سپاہی کی ترجمی سے ہو رہی تھی۔

شیرین (حیرت سے) "تم میرا کیا کام کر سکتے ہو؟"

عرب "غلام بہت نازک موقعوں پہ اور اُس حالت میں جب کہ حضور کسی سخت تشویش میں مبتلا ہوں اپنی عمدہ تدبیروں سے مدد دے سکتا ہے۔ آج جب حضور سے بادشاہ گیتی ستان سے ملاقات ہوئی ہے اس وقت غلام کو نظر آیا کہ شہریار ایران بھی دل میں متردد و پریشان ہیں اور حضور کی نازک طبیعت پر بھی کسی صدمہ کا بار ہے۔ یہ حالت دیکھ کے غلام کو ضرورت معلوم ہوئی کہ جس قدر جلد ممکن ان دونوں دلوں کے درمیان تردد کو دفع کرے اور غلام حضور کو مبارکباد دیتا ہے کہ تمام فکریں بہت جلد دور ہو جائیں گی اس لیے کہ جب بادشاہ اور تمام لوگ صید افگنی میں مشغول تھے۔ سانح۔ بارح۔ ناطح

عـ۵ عربوں میں جو شکار بائیں ہاتھ کی جانب سے نمودار ہو اسے سانح کہا جاتا ہے۔ جو داہنے ہاتھ کی جانب سے نکلے بارح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جو سامنے سے آئے اُسے ناطح کہتے ہیں۔ اور جو پیچھے سے نکل آئے اُسی قعید کہتے ہیں۔ ان چاروں میں سانح نہایت ہی مبارک خیال کیا جاتا ہے۔ بارح منحوس۔ اور باقی دونوں معمولی۔

اور قید ہر قسم کے شکار سامنے سے گزر رہے تھے۔ مگر حضور کے سامنے جو شکار آیا وہ سانح ہی تھا جس سے زیادہ کوئی مبارک فال نہیں ہو سکتی۔"

شیریں:- "تو شاید تم بابل و عراق کے نجومی ہو؟"[1]

عرب:- "نہیں۔ بلکہ۔ غلام عرب کا ایک مشہور حکیم ہے۔ جس نے عامر بن ظرب[2] کی شہرت شادی اور اپنے ہم وطنوں میں ایک بہت بڑا کاہن تصور کیا جاتا ہے۔"

شیریں:- "مگر اختلاف زبان کی وجہ سے میں تمہاری عقل و دانش سے بہت کم فائدہ اٹھا سکوں گی۔"

عرب:- "حضور کوئی ضابطہ دراز دار عربی داں تلاش کریں۔ پھر کوئی دشواری نہ باقی رہے گی۔"

شیریں:- "بہتر۔ تم میرے خیموں میں جا کے ٹھہرو۔ آج کل بادشاہ کے یہاں موجود ہونے کی وجہ سے مجھے بہت ہی کم فرصت ہوتی ہے۔ مگر جس وقت ذرا بھی اطمینان ہو گا تم سے آکے ملوں گی۔" یہ کہہ کے شیریں نے اپنے ایک خاص خادم کو اشارہ کیا اور خود خسرو پرویز کے پاس چلی گئی۔ خادم نے اس ہوشیار و دادخواہ عرب کو اسی وقت لے جا کے جادو نگاہ و لالہ عذار ملکۂ ارمن کے خاص خیمے کے قریب ایک خیمہ میں ٹھہرا دیا۔ اور اس کے لیے ہر قسم کے آرام کا سامان فراہم کر کے واپس چلا گیا۔

ہمارے ناظرین یقین ہے کہ اس بدوی عرب کو پہچان گئے ہوں گے۔ ایسا رسا اور ایسا چالاک طلیح کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ خولہ اور نوید کو دستگرد کی طرف روانہ کر کے وہ شاہی لشکر کے ساتھ ہو لیا تھا۔ اور تمام منزلوں میں ساسانی تزک و احتشام اور خسروی دھوم دھام کا تماشا دیکھتا ہوا شاہی شکارگاہ یا کوہ قاف کی اس وادی میں پہونچا ہے۔ یہاں جب معشوقۂ جادو داد شیریں خسرو پرویز سے آکے ملی تو اس نے فوراً شیریں سے شناسائی پیدا کی۔ اس لیے کہ دربار خسروی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا تھا۔

اب وہ اس پُر فضا وادی میں شیریں کا مہمان ہے۔ اور منتظر ہے کہ اس سے ملنے اور

---

[1] ان دنوں بابل کے نجومی دور دور مشہور تھے۔

[2] عامر بن ظرب جاہلیت عرب کا ایک مشہور حکیم تھا۔

اُس کے دل کو اپنے ہاتھ مین لینے کا کب موقع ملتا ہے۔ اور کب اطمینان کی ملاقات نصیب ہوتی ہے۔ مگر خسرو پرویز شیرین کی زلف گرگہیر مین ایسا اسیر ہے کہ بغیر اُس کے اُسے کسی چیز مین لطف نہین آتا۔ ایک گھڑی کے لیے بھی شیرین کسی کام کو چلی جاتی ہے تو حضرت بادشاہ پژمردہ خاطر وافسردہ دل ہوجاتا ہے۔ جس کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ شیرین ہر وقت خسرو پرویز کے پہلو ہی مین رہتی ہے۔ اور طلیح کو چار مہینہ سے زیادہ زمانہ گزر گیا۔ اور اُس سیمین ملکہ سے اطمینان کی ملاقات نہین نصیب ہوتی۔ اب وہ اُکتا چلا ہے۔ اور دل ہی دل مین پریشان ہے کہ اس بیکاری کی زندگی سے دیکھیے کب نجات ملتی ہے۔

اکیسوان باب

نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

طلیح ایک دن تنہا بیٹھا گھبرا رہا تھا۔ بار بار دن گنتا تھا کہ مجھے اس وادی مین آئے اور شیرین کا مہمان ہوے کتنا زمانہ گزر گیا۔ دل مین کہتا تھا کہ "افسوس میری زندگی کس قدر بیکاری مین گزر رہی ہے؟ اپنی فتنہ انگیز طبیعت جو ہر روز ایک نیا فساد پیدا کرنا چاہتی تھی سست نظر آتی۔ اور کسی کسی وقت کہہ اُٹھتا "اگر یونہین اور چند روز تک ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہا تو دنیا کے کام ہی کا نہ رہون گا۔" لطف ومسرت کے ہر قسم کے سامان فراہم تھے۔ روز شام کو صد ہا پری وش عورتون کے ناچنے کا تماشا دیکھتا اور اُن کے نور کے گلون کی تانین سنتا۔ مگر دل مین یہی کہتا کہ "مین یون بیکار بیٹھے کے لئے نہین بلکہ کچھ کرنے کو آیا ہون۔"

اسی فکر وتردد مین تھا کہ ناگہان ایک آدمی نے آکے کہا "ملکۂ ارمن شیرین ناز آفرین اپنے مشکوے خاص مین آئی ہین۔ اور آپ کو یاد کرتی ہین۔" اس زمانے اور اس حالت مین طلیح کے لیے اس سے بہتر کوئی مژدہ نہین ہوسکتا تھا۔ فوراً اُٹھ کے اور درباری لباس پہن کے شیرین کے خیمہ مین گیا اور زمین چوم کے ادب سے سامنے کھڑا ہوگیا۔ شیرین دیبائے رومی کے ایک پُر تکلف فرش پر زرتار گاؤ سے پیٹھ لگائے بیٹھی تھی اُس کو دیکھ کے مسکرائی اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ طلیح اس غیر متربہ عزت پر دل مین خوش ہوکے اور دوبارہ زمین چوم کے بیٹھ گیا۔ اور بولا "اس وادی مین جتنے لوگ ہین وہ سب تو

شہنشاہ پرویز کی پرستش کرتے ہین - مگر اے نازنین ماہ سیما یہ عربی غلام حضور کی پرستش کرتا ہے ۔"

اس وقت اس خیمہ مین بالکل تخلیہ تھا - صرف ایک عربی غلام البتہ موجود تھا جو بظاہر راز دار معلوم ہوتا تھا - اور جسے شیرین نے اختلاف زبان کی دشواریان رفع کرنے کے لیے ٹھہرایا تھا - اسی غلام کے بتانے سے شیرین طلح کا مطلب سمجھی - اور بولی - "مین تمھاری ہمدردی و خیر طلبی کی شکر گزار ہون - اُس روز سے آج تک کوشش کرتی رہی کہ ذرا بھی موقع ملے تو آکے مل جاؤن - مگر شہریار پرویز نے کسی طرح یہان آنے کا موقع نہ دیا - اور ایک گھڑی کو بھی فرصت نہ ملی ۔"

طلح "یہ ایسی مبارک عدیم الفرصتی ہے کہ آتش مقدس و نور یزدان پاک نہاد کی برکت سے - اور ماہ گوسفند خلقت کی مدد سے آپ ہمیشہ ایسی ہی عدیم الفرصت رہین تو اچھا ہے[عہ] ۔"

اس دعا کو سُن کے شیرین کے دلفریب چہرے پر ایک تبسم نمایان ہوا - پوچھنے لگی "یہان تمھین کسی بات کی تکلیف تو نہین ہوئی ؟"

طلح "اس شاہی عشرت کدے مین سوا اس کے کہ ملکہ جہان کی زیارت سے محروم تھا - اور کس بات کی تکلیف ہو سکتی تھی ؟"

شیرین "اپنا نام اور پتہ بتاؤ کہ عرب کے کس ملک کے رہنے والے ہو ؟ اور کس قوم سے تعلق رکھتے ہو ؟"

طلح "ملکہ - غلام کا نام طلح بن مرہ کلبی ہے - اور ملک عرب کا کوئی معزز دربار نہین جس مین اس خاکسار کو باریابی کی عزت نہ حاصل ہو چکی ہو - مدتون بنی غسان کے دربار مین رہا - اُس کے بعد ایک زمانہ فرمان روایان آل کندہ کی صحبت مین گزرا جو دربار خسروی

عہ شیرین چونکہ مذہب زردشتی کی پابند ہے - لہذا طلح اُسی مذہب کی اصطلاح مین باتین کر رہا ہے پارسی لوگ ہرمز کو خدائے ذوالجلال اور آگ کو اُس کا نور سمجھے تھے چاند سے بھی وہ لوگ مدد مانگتے تھے اور بکری اور چاند کی خلقت مین ایک خاص یکسانی بلکہ دونون کو ایک ہی چیز خیال کرتے تھے - چاند کو وہ ہمیشہ اپنی دعاؤن مین گوسفند نہاد کہا کرتے تھے -

کے خادم اور ارض حیرہ کے حکمران ہین - اور فی الحال بھی بنی کندہ ہی کی ایک اہم خدمت سرانجام دینے کے لیے اس شہنشاہی دربار مین حاضر ہوا ہون ؟

شیرین "اور وہ خدمت کیا ہے ؟"

طلیح "اُسے تو ملکۂ جہان کی خدمت مین عرض ہی کرون گا - سردست غلام ایک اور فکر مین ہے - حضور اور شہنشاہ پرویز کے نازک تعلقات دیکھ کے غلام نے ایک اور خدمت اپنے ذمہ لے لی ہے جس کا بجالانا سب پر مقدم ہے "

شیرین (ہمہ تن گوش بن کے) " وہ کیا ؟ "

طلیح "غلام نے دیکھا کہ حضور اور شہنشاہ دونون کے دل ذوق وشوق سے تو بخوبی لبریز ہین مگر اس کے ساتھ کوئی ایسی نازک بات ہے کہ دونون پریشان و متردد رہتے ہین "

اتنا سننا تھا کہ شیرین نے ایک ٹھنڈی سانس لی - اور آبدیدہ ہو کے بولی " تم سچ کہتے ہو - افسوس میری خوشی کے جام مین زہر ملا ہوا ہے - اور میری ہی طرح شہنشاہ کا دل بھی ہمیشہ زخمی رہا کرتا ہے ؛ وہ میرے لیے غم و اندوہ مین مبتلا ہین - اور مین اُن کی مفارقت مین زندگی سے عاجز ہون "

طلیح " جب دونون دلون مین یکسان جوش محبت ہے تو اس حرمان نصیبی کا سبب ؟ "

شیرین نے پھر ایک آہ فلک دوز کھینچی اور بولی " اگر تم نے اُس روز جب مین شکارگاہ مین آکے شہنشاہ سے ملی ہون میری اور اُن کی گفتگو سنی ہو گی تو تمھین سبب بھی معلوم ہو گیا ہو گا "

طلیح " کسی قدر حالات تو مجھے لوگون سے دریافت کرکے معلوم ہو گئے - مگر پوری طرح نہین سمجھ سکا - اس لیے کہ زبان فارسی سے بے بہرہ ہون "

شیرین " آہ ! یہ داستان بہت بڑی ہے - اور جو سنے گا افسردہ خاطر ہو جائے گا - افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را - مجھ سے اور خسرو سے اُس زمانے کی راہ و رسم ہے جب مین اپنی مان ملکۂ ارمن کی زیر نگرانی تھی - اور شہریار پرویز بھی ہنوز ولیعہد تھے - اسی وادی مین اور انھین دلچسپ مرغزارون مین اُن دلون جیسے جیسے جشن ہوئے ہین اور جیسی پُرلطف صحبتین رہا کرتی تھین اُن کو یاد کرکے ہمیشہ رویا کرتی ہون - اور شہریار پرویز بھی اُن کے بعد شاید کبھی آرام سے نہ بیٹھے ہون گے - میری مان

اُن صحبتون سے ہمیشہ منع کرتی تھین۔ مگر میرے دل پر پرویز کی محبت اس قدر غالب تھی کہ اُن کی ایک نہ سنتی۔ اور شب و روز شاہزادے ہی کے پہلو مین رہا کرتی تھی۔ لیکن خواہ مان کے سمجھانے سے یا اپنی ذاتی امیدون کی بنا پر مین نے اپنے دامن عصمت کو ہمیشہ بچایا۔ اور دل مین ہر گھڑی یہی دھن رہی کہ یا تو شاہزادی ارمن سے ملکۂ فارس بنون گی۔ یا ساری عمر حسرت و اندوہ ہی مین بسر کرون گی ہنوز وہ تمام حسرتین دل ہی مین تھین کہ بہرام چوبین نے جو ایک زبردست ایرانی سردار تھا باپ بیٹون مین فساد پیدا کیا۔ اور ہرمز شہریار ایران کو خود اپنے بیٹے اور ولی عہد پرویز کے خلاف کر دیا۔ آخر شہریار ہرمز نے برہم ہو کے پرویز کے دو ماموں بندویہ اور بستام کو قید کر لیا۔ جنھین پرویز کا دوست اور طرفدار سمجھتا تھا۔ ان دونون نے کسی طرح قید سے آزادی حاصل کر کے یہ غضب کیا کہ مدائن مین اچانک پہونچے۔ شہریار ایران ہرمز کی آنکھین نکلوا ڈالین۔ اور وزراے دولت کے خوف سے کسی طرف بھاگ گئے۔ اُن کے جا چکنے کے بعد پرویز نے پہونچ کے تاج خسروی اپنے سر پر رکھا۔ اور اندھے باپ سے وعدہ کیا کہ آپ کی مظلومی کا بدلہ ماموں سے ضرور لون گا۔ اُنھون نے جو کچھ کیا میرے منشے کے خلاف تھا۔ مگر ابھی بہرام چوبین کا فتنہ دبانے کی ضرورت ہے جو باغی ہو گیا ہے۔ اور دار السلطنت پر حملہ کرنے کے لیے فوجین جمع کر رہا ہے۔"

طلیح "یہ بہرام چوبین بڑا فتنہ انگیز شخص معلوم ہوتا ہے۔"

شیرین "اب اس سے زیادہ کیا فساد ہوگا کہ باپ بیٹون مین عداوت پیدا کر دی۔ لیکن اس مین شک نہین کہ اُن دنون شہریار پرویز کا ستارۂ اقبال پستی مین تھا اور ہر طرف سے نحوست کے آثار نمایان تھے۔ بہرام چوبین سے ایک عظیم الشان لڑائی ہوئی جس مین شاہی لشکر پسپا ہوا اور شاہ پرویز شکست کھا کے روم کی طرف بھاگے۔ اُن کی غیبت مین ماموں کو پھر موقع مل گیا۔ جنھون نے میدان خالی دیکھ کے تاجدار ایران شہریار ہرمز کو قتل کر ڈالا۔ اور بہرام سلطنت کا مالک ہو گیا۔ پرویز نے جب قیصر روم کے دامن مین جا کے پناہ لی تو تاجدار قسطنطنیہ نہایت مہربانی سے پیش آیا اپنے کئی نبرد آزما سردار اور بہت سی رومی فوج ہمراہ کی اور تسلی و دلدہی کر کے اور حوصلہ بڑھا کے واپس روانہ کیا کہ بہرام کو شکست دے کے

آبائی تاج و تخت پر قبضہ کرین - مگر آہ اُسی وقت سے میری بدقسمتی شروع ہوئی۔ قیصر نے جہان سپاہ و لشکر سے مدد کی وہان زبردستی اپنی بیٹی مریم کے ساتھ اُن کا نکاح بھی کر دیا۔ پرویز کو یہ نکاح ہرگز نہین منظور تھا۔ مگر کیا کرتے کچھ مروت بھی اور کچھ دباؤ تھا۔ مجبور ہونا پڑا - الغرض اس طرح رومیہ شاہزادی یعنی اپنی مسیحیہ بیوی - اور یونانی سپاہ کو ساتھ لے کے شہریار پرویز ایران مین آئے تو بہرام کو تابڑ توڑ تین شکستین دین - اور آبائی ملک پر پھر حکمران و متصرف ہوئے - اب دیہیم سلطنت سر پر رکھنے کے بعد اطمینان سے بیٹھے تو وہ پرانی صحبتین اور دامن کوہ قاف کے جشن یاد آئے - اور میری صورت آنکھون کے سامنے پھرنے لگی - مگر کیا کرتے بالکل بے دست و پا تھے - مریم اندر باہر سارے دربار پر حاوی تھی - اور کسی طرح موقع نہ دیتی تھی کہ میری طرف رخ بھی کرین - ایک مدت تک حیران و پریشان رہ کے اب شکار کے بہانے سے یہان آئے ہین - مگر کسی طرح اس کی جرأت نہین کر سکتے کہ جو عہد و پیمان کیے تھے انھین پورا کرین - اور مجھے اپنے ایوان خسروی مین لے جا کے رکھین - بس یہ مجبوریان ہین جن کی وجہ سے ایک طرف تو اُن کا دل ہر وقت ملول و حزین رہتا ہے دوسری طرف مین آتش عشق و محبت مین جلتی ہون - اور باوجودیکہ یار باوفا ملا ہے محروم ہون اور اپنی بدقسمتی پر خون کے آنسو بہاتی ہون - اب خسرو پرویز چاہتے ہین کہ معمولی لونڈیون کی طرح سے اُن کے محل مین داخل ہو جاؤن لیکن یہ ہرگز نہ ہوگا - مین آخر تک اپنے اُسی عہد پر قائم رہون گی - چاہے غم ہجران سے گھل گھل کے مر ہی کیون نہ جاؤن - مگر یہ نہ ہوگا کہ شہریار ایران کی لونڈی بنون۔

طلحہ نے اس داستان کو نہایت توجہ سے سنا - بعض بعض جملون پر دکھانے کے لیے آنکھون سے آنسو بھی بہا دیے - اور جب شیرین سارا قصہ کہہ کے ایک حسرت کے ساتھ خاموش ہوئی اور وہ اس کا مطلب سمجھا تو بولا "واقعی یہ بہت ہی دردناک داستان ہے" لیکن کیا یہ نہین ہو سکتا کہ شہر دستگرد کے باہر کسی عالی شان قصر مین جا کے آپ جلوہ افروز ہون - اور خسرو عجم اکثر وہین آ کے آپ سے مل جایا کرین اس طرح آپ شہنشاہ کے قریب اور مریم کے شر سے محفوظ رہین گی"

شیرین "یہ کیونکر ممکن ہے؟ اول تو جب تک مریم موجود ہے مین پرویز سے ملنا اور

اُس کی صحبت مین رہنا پسند ہی نہین کرتی - مین تو دل مین ٹھان چکی کر مر جاؤن گی مگر عزت نہ دون گی - دوسرے تمام وزراے دولت اور موبدون پر مریم کا اثر ہے - اور سب میرے خلاف ہین - اگر وہان جا کے رہی تو اندیشہ ہے کہ لوگ بغاوت نہ کرین - اور میری وجہ سے شہریار کو سلطنت نہ چھوڑنی پڑے ؎

طلیح ؎ اس کا مین ذمہ دار ہون کہ نہ آپ کو مریم سے کوئی ضرر پہونچ سکے گا - اور نہ خسرو کو تخت چھوڑنا پڑے گا - باقی رہا آپ کا باعفت رہنا - اور گوہر مراد حاصل ہونے تک شاہنشاہ کی دست برد سے بچنا یہ آپ کے ضبط و تحمل پر منحصر ہے ؎

شیرین ؎ لیکن میرے وہان جا کے رہنے مین بجز صدہا اندیشون کے کوئی فائدہ کی صورت نہین نظر آتی - خود شہریار پرویز بھی یہی چاہتے ہین اور اصرار کر رہے ہین کہ وہان جا کے کسی جدا گانہ قصر مین رہون مگر مین انکار ہی کیے جاتی ہون - مبادا میری وجہ سے کوئی نیا فتنہ اُٹھ کھڑا ہو - آج کل امراے فارس مین سرکشی کا مادہ بہت بڑھا ہوا ہے - اور افسوس شہریار پرویز باوجود انتہا سے نیک دل ہونے کے کم زور ہین - رومیون کے مقابلے مین فی الحال جو فتح حاصل ہوئی ہے اس کا خیال نہ کرو - فارسی لوگ بجاے اطاعت کیشی کے اب عشرت پرست مغرور و سرکش ہین - اور بادشاہون سے بے وفائی کرنے پر بہت جلد آمادہ ہو جاتے ہین ؎

طلیح ؎ اے ملکۂ پری تمثال آپ ان فکرون کو دل مین نہ لائین - جو تدبیرین مین دل مین سوچ چکا ہون ابھی اُن کو زبان سے نکالنا قبل از وقت ہے - مگر اطمینان دلاتا ہون کہ اگر آپ میری راے پر چلین اور چند روز دستگرد مین جا کے رہین تو یہ سارا غم دُور ہو جاے گا کوئی امیر وزیر مخالفت کی جرات نہ کر سکے گا - اور تھوڑے زمانے مین آپ ہی پرویز کے دل کی مالک شہریار ساسانی کی بانوے خاص - اور مملکت ایران کی ملکہ ہون گی - خسرو پرویز کے مشکوے محترم مین بس آپ ہی آپ ہون گی اور کوئی نہ ہوگا ؎

یہ سن کے شیرین نے ایک بھولے پن کی ادا سے اور حیرت کے ساتھ طلیح کی صورت دیکھی اور کہا " اے حکیم عرب تیرے لفظون مین کیا بات ہے کہ دل کو تسکین سی ہوتی ہے - مین نے آپ کو کبھی اتنا خوش نصیب نہین پایا تھا جتنا اس وقت پاتی ہون - تیری باتون نے ایک جنت کا نقشہ میری آنکھون کے سامنے قائم کر دیا ہے - اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے

یہ بیداری نہین خواب کا عالم ہے"

طلیح - (مسکرا کے) "ملکہ مین سچ کہتا ہون کہ آپ اپنی محبت مین شادکام ہون گی - مگر شرط یہ ہے کہ شہریار پرویز کا کہنا مان لین - اور دستگرد کے کسی ایوان کو اپنے قدوم سے رونق دین"

شیرین - "اچھا مین تمھارا کہنا مان لون گی - لیکن تم کو بھی وہان چل کے میرے پاس ہی رہنا ہوگا - اس لیے کہ جن دشواریون کے پیش آنے کا اندیشہ ہے اگر اُن کا سامنا ہوا تو تمھارے سوا مجھے کوئی تسلی دینے والا نہ ہوگا"

طلیح - "مین غلامی کو حاضر ہون - اور جب تک ملکۂ پری جمال کو کامیاب نہ کرا لون رفاقت نہ چھوڑون گا - ہم صحراے عرب والے اگرچہ جاہل و وحشی ہین مگر وفاداری کو اپنا جوہر سمجھتے ہین - اور جو کہتے ہین جب تک کر نہ دکھائین کسی دنیاوی لطف سے مسرت نہین حاصل کرتے"

یہ جواب سن کے شیرین نے طلیح کو احسان مندی کی نظر سے دیکھا اور کچھ کہنے کو تھی کہ طلیح نے کہا "لیکن اب حضور نے دستگرد چلنے کا ارادہ کر لیا ہے تو کوشش کیجیے کہ شہریار بہت جلد واپس روانہ ہون - جتنی دیر ہوگی اُتنا ہی نقصان ہے"

شیرین - "اب بادشاہ کو چلنے مین کیا تامل ہو سکتا ہے ؟ میری وجہ سے ٹھہرے ہوے تھے - جب مین ہی جانے پر راضی ہو جاؤن گی تو کوئی تعجب نہین کہ آج ہی تمام ہمراہیون کو واپسی کا حکم ہو جائے"

طلیح - "بس اب آپ اپنی رضامندی ظاہر کرنے مین تامل نہ فرمائین - بادشاہون کے لیے یہی مناسب ہے کہ حتی الامکان اپنے دار السلطنت مین قیام کرین - جس قدر بادشاہ سیر و شکار اور غفلت و عشرت پرستی مین منہمک ہوتا ہے اسی قدر زیادہ لوگون کو مخالفت کی جراُت ہوتی ہے - خصوص اس زمانے مین جب کہ ہمارے نیک دل رعایا پرور شہریار رومیون کے مقابلہ مین ایک عظیم الشان اور نمایان فتح کر کے آئے ہین"

شیرین - "اسی فتح سے تو خسرو ہر مز پرگیر کو اتنا اطمینان حاصل ہوا کہ مجھ سے ملنے کے لیے شکار کا بہانہ کر کے یہان آئے"

طلیح - "مگر میری سمجھ مین نہین آتا کہ شہریار پرویز نے روم پر کیون حملہ کیا ؟ قیصر روم کا تو

اُن پر احسان ہے۔ اور قیصر ہی کی بدولت ویہیم سلطنت نصیب ہوا تھا۔ پھر اس مخالفت و عداوت کا سبب ؟"

شیرین "اصل یہ ہے کہ گزشتہ قیصر روم جس نے شہریار پر احسان کیا تھا اور اپنی بیٹی دی تھی اُسے خود رومیون نے بغاوت کرکے قتل کر ڈالا۔ اور جس طرح یہان بہرام چوبین بادشاہ بن گیا تھا وہان ایک رومی سردار قیصر بن گیا۔ شہریار پرویز نے یہ سن کے قیصر کے قدیم احسانات یاد کیے۔ اور فوج لے کے انتقام پر آمادہ ہو گئے۔ شہریار ہی کی کوشش سے اب مرحوم قیصر کا بیٹا اور خود شہریار کا سالا ہرقلوس روم کا فرمان روا قرار پایا"

طلیحہ "لیکن اگر شہریار کی اتنی ہی غرض تھی تو روم کے تمام مشرقی ملکون پر قبضہ کیون کر لیا ہے"

شیرین "ان ممالک کو شہریار کے دادا نوشیروان عادل نے کسی زمانے مین فتح کر لیا تھا اُس زمانے سے ایرانیون اور رومیون مین ان ملکون کے بابت جھگڑا چلا جاتا ہے رومی اُنھین اپنا سمجھتے ہین۔ اور شہریار ایران اُن پر اپنا حق خیال کرتے ہین۔ [redacted]

شہریار پرویز کا مقصود ان سرزمین پر قبضہ کرنے سے صرف اتنا تھا کہ یہودی کو آزادی نصیب ہو اور رومی دشمنون کے ظلم سے نجات پاکے اپنے مذہب کو قائم رکھ سکین"

طلیحہ "خیر یہ جھگڑے تو چلے ہی جائین گے مگر ان باتون سے یہ تو ظاہر ہو گیا کہ اب مریم کا کوئی زبردست حامی نہین رہا۔ اور نہ شہریار پر اس کا کچھ دباؤ ہے"

شیرین "بے شک ہرقلوس اس قدر مغلوب ہو رہا ہے کہ اپنے ملک ہی کی حفاظت نہین کر سکتا بہن کی کیا حمایت کرے گا۔ وہ خود اپنی زندگی سے عاجز ہے۔ ایرانی سرداران فوج قسطنطنیہ کے محاصرے کا سامان کر رہے ہین۔ اور اُس کے سفیر دستگرد مین پڑے ہوئے ہین کہ عجز و الحاح کے ساتھ شہریار عجم سے معافی مانگین۔ ایسی حالت مین رومی مریم کی کیا حمایت کر سکین گے؟ لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ خود رؤسائے فارس اور سارے دربار ایران اُس کا طرفدار ہے؟ جن کے خوف سے خود شہریار بھی مجھ پر مہربانی کرتے ڈرتے ہین"

طلحہ "کوئی مضائقہ نہین - آپ حکمت عملی اور صبر سے ان تمام دشواریون کو ہٹا سکتی ہین"

شیرین - (بے صبری کے لہجے مین) "مگر کیونکر؟"

طلحہ "اس کو حضور ابھی نہ پوچھین - بس بلا تامل خسرو گیتی ستان کے ساتھ دستگرد تشریف لے چلین - وہان پہونچ کے اگر کوئی مشکل پیش آئی تو یہ غلام وعدہ کرتا ہے کہ اپنی حکمت عملی اور اپنی حکمی تدبیرون سے دم بھر مین دور کر دے گا"

شیرین "اندیشہ ہے کہ مریم مجھے دغا نہ دے"

طلحہ "اور مین کہتا ہون کہ مریم کو خود اپنی عزت و حیثیت سنبھالنا مشکل ہوگا وہ آپکا تو کچھ بگاڑ سکتی ہی نہین - اور یہ عربی غلام یقین دلاتا ہے کہ اُس کی قسمت کی بھی مالک حضور ہی ہون گی"

شیرین "تمھارے دعوے بہت بڑھے ہوے ہین - لیکن جو کچھ ہو مین تم پر بھروسا کر کے دستگرد چلون گی خیر یہ تو بتاؤ کہ وہ تمھاری کیا غرض ہے جس کے لیے اس سرزمین پر آئے ہو"

طلحہ "اپنی غرض غلام اُسی وقت ظاہر کریگا جب حضور کو کامیاب کرا دے گا - اپنی وفاداری کا امتحان دے چکے گا - اور اس کا مستحق ہوگا کہ حضور مین کوئی درخواست پیش کرے"

شیرین نے حیرت و استعجاب کی نگاہون سے طلحہ کو دیکھا - اور اُس کی غرض دریافت کرنے کے لیے دوبارہ اصرار کرنے کو تھی کہ ناگہان شاہی ہرکارہ دیبائے رومی کی لاجوردی قبا پہنے اور ہاتھ مین ایک گلدستہ لیے ہوے سامنے آیا - اور ادب سے زمین چوم کے عرض کیا "خسرو گیتی پناہ نے یاد فرمایا ہے - اور دیر سے منتظر بیٹھے ہین" یہ شاہی پیام سنتے ہی شیرین اُٹھ کھڑی ہوئی - طلحہ کو اطمینان دلایا کہ اب بہت جلد دستگرد کی طرف کوچ ہوگا - پھر اشارون مین اپنی احسان مندی ظاہر کی - اور خیمہ سے نکل کے پرویز کی محفل عشرت کی طرف روانہ ہوئی -

طلحہ کی باتون نے شیرین کے دل مین کچھ ایسی امیدین پیدا کر دی تھین اور آرزؤن کے چراغ روشن کر کے کامیابی کا ایسا یقین دلا دیا تھا کہ اُس کی حالت مین ایک فوری تغیر پیدا

ہو گیا تھا۔ یا تو پژمردہ خاطر اور افسردہ دل تھی یا اب نہایت ہی بشاش اور شگفتہ ہے۔ اُن فکرون اور پریشانیون کا نام ونشان بھی نہین جو ہر وقت دل مین کانٹے کی طرح کھٹکا کرتی تھین۔ اب جو آکے پرویز کی صحبت عیش مین بیٹھی تو چند ہی ساعت مین اُس کے لطفون اور اُس کی شوخ اداؤن نے وہ دلچسپ رنگ پیدا کیا کہ خسرو کو وہی پہلی عیش ونشاط کی صحبتین یاد آگئین۔ معشوقۂ شیرین ادا کی طبیعت مین یہ فوری انقلاب دیکھ کے متحیر سا ہو گیا۔ اور بولا "شیرین مین جاننا چاہتا ہون کوئی نئی خوشی کی بات ہوئی ہے جو مین تجھے ایسا شگفتہ پاتا ہون"

شیرین ۔ (ادب سے زمین چوم کے اور اقبال ودولت کی دعا دے کے) "جی ہان لونڈی نے اپنی طبیعت کا اندازہ کر لیا کہ شہریار گردون وقار کی مفارقت مین صبر نہ کر سکے گی۔ لہذا دل مین ٹھان لی کہ حضور کے ہمراہ دستگرد چلون گی۔ لونڈی بن کے رہون گی اور جس طرح بنے گا نباہون گی"

یہ خلاف امید جواب سنتے ہی خسرو پرویز کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا جوش مین آکے شیرین کو آغوش شوق مین کھینچ لیا۔ اور اُس کے لب لعلین کا ایک ہی بوسہ لینے پایا تھا کہ معشوقۂ ناز آفرین پارے کی طرح تڑپ کے گود سے نکل گئی۔ اور ذرا ہٹ کے اور الگ بیٹھ کے پریشان زلفون کو درست کرنے لگی۔ خسرو فرخ نژاد نے اس جان ستان ناز آفرینی پر متحیر ہو کے اُس کی صورت دیکھی اور بیقراری وبیتابی کی شان سے کہا۔

"دیدار مے نمائی و پرہیز مے کنی ؟ بازار خویش و آتش ما تیز مے کنی ؟"

شیرین ۔ (پرویز کے سامنے زمین پر گر کے اور آبدیدہ ہو کے) "اے مالک تاج خسروی واے صاحب دیہیم شہریاری۔ لونڈی حضور کے ہمراہ اور دستگرد مین رہ کے اطاعت وفرمان برداری کو حاضر ہے۔ مگر حضور یہ نہ خیال فرمائین کہ ملکۂ ارمن کی بیٹی کوئی ذلیل اور بے ننگ وناموس لڑکی ہے۔ یا غرور شاہزادگی اُس کے دماغ سے نکل گیا۔ چاہے جہان رہے اور جس مقام پر ہو یہ خیال دل سے نہ نکلے گا کہ یا تو بانوے شہریار بنے گی اور یا اندوہ مفارقت مین گھل کے اور آتش ہجران مین جل کے جان دے گی"

خسرو پرویز اپنی دست درازی پر کسی قدر نادم ہوا۔ اور معذرت خواہی کے طریقے سے بولا "مجھ سے غلطی ہوئی شیرین مجھے تیرا عہد نہین یاد رہا تھا۔ خیر یہ بھی غنیمت ہے کہ تو

میرے ساتھ چلنے اور مجھ سے قریب ہی رہنے کا وعدہ کرتی ہے۔ اگرچہ اس حال میں تیری صحبت اور زیادہ باعث حسرت ہوگی۔ آگ جتنی نزدیک ہو اُتنی ہی اُس کی گرمی اور زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ مگر مین اسے بھی اپنی خوش نصیبی خیال کرتا ہون کہ تو کا مجوئی نہین تو دلداری و دلدہی ہی کو موجود ہے۔"

شیرین "لونڈی ہر طرح شہریار شہ برگیر کی دلجوئی کو حاضر ہے۔ لیکن جب تک مریم موجود ہے یہ نہین ہو سکتا کہ اپنی دوشیزگی و پاکدامنی کا غرور بھول جاے۔"

پرویز "افسوس۔ مین بڑا بدنصیب ہون۔ صحبت مین ہزارہا پری چہرہ وگل اندام دلربائین موجود ہین۔ اور ہر ملک و ہر قوم کی مہجبین لڑکیان میری ایک ادنی توجہ کو اپنے سے سرمایہ افتخار سمجھتی ہین۔ مگر اُن مین سے کوئی میرے دل کی بیقراری کو دور نہین کر سکتی۔ لیکن شیرین یہ چیز صرف تیرے ایک تبسم ناز سے ممکن ہے۔ مگر افسوس تجھ پر میرا زور نہین چل سکتا تجھے نہین منظور کہ دارا سے عجم ایک گھڑی بھی آرام و اطمینان کی زندگی بسر کرے۔"

یہ سن کے شیرین آبدیدہ ہو گئی۔ اور پُر درد آواز مین ایک ٹھنڈی سانس لے کے بولی "بس اب حضور زخم جگر پر نمک نہ چھڑکین۔ افسوس۔ اس سے زیادہ کی تاب نہین۔ بس یہی بہتر ہے کہ حضور ان خیالات کو دل سے نکال ڈالین۔ اور اگر ساتھ لے چلنا ہے تو اپنی پرانی ارمنی پرستار کو بجاے حرم یا بی بی کے صرف ندیم صحبت بنا کے لے چلین۔"

خسرو "اگرچہ اس سے شوق کی آگ نہین بجھ سکتی۔ اور ہوس کے شعلون پر پانی نہین پڑ سکتا۔ مگر اس کو بھی اپنی خوش قسمتی سمجھون گا کہ تجھ سی دلربا ہم صحبت و ہم پہلو رہے گی۔ تیری شان دلربائی اور تیرے غرور شاہزادگی سے اتنی بھی امید نہ تھی۔ اب مین واپسی کا حکم دیتا ہون۔ اور تجھے کسی قسم کا تامل تو نہین؟"

شیرین۔ (پھر زمین چوم کے) "تامل کس بات کا؟ لونڈی خود ہی عرض کرنے کو تھی کہ اب شہریار خسرو نژاد کو دستگرد مین تشریف لے چل کے قیام فرمانا چاہیے۔ شہریارون کو اپنے دارالسلطنت ہی مین ٹھہرنے کی ضرورت ہے۔ ہزارہا ہنگامے اُٹھا کرتے ہوتے ہین۔ اور ممکن ہے کہ سیر و شکار اور جشن طرب مین مشغول رہنے

کوئی فتنہ اس قدر بڑھ جائے کہ اُس کے دور کرنے مین دشواریان پیش آئین۔ اسی وادی اور اسی مرز بوم کے جشنون نے بہرام چوبین کا ہنگامہ بپا کیا تھا۔ اور افسوس میری ہی صحبتون کا انجام تھا کہ شہریار کو مجبور ہونا پڑا اور مریم نے میری جگہ لے لی۔"

خسرو اگرچہ اندوہگین تھا مگر شیرین کے اس آخری جملہ پر اُسے ہنسی آگئی۔ اور بولا "اے میری پیاری اور خیر طلب شیر یا تدبیر تیرے مشورے کو مین خوشی سے قبول کرتا ہون۔ اور وعدہ کرتا ہون کہ کبھی تیرے حکم کے خلاف نہ کرون گا" یہ کہکے خسرو پرویز نے ہمراہیون کو واپسی کا حکم دیا۔ اور دوسرے ہی دن شاہی سواری جنوب کی طرف روانہ ہوئی۔ ہر منزل پر جشن طرب کے سامان فراہم ہوتے نغمہ و سرود کی آواز بلند ہوتی۔ شیرین کی ناز آفرینیان پرویز کے دل پر عشق محبت کے تیر برساتین۔ اور وہ اس کی ہر ہر ادا پر بیتاب وبیقرار ہوجاتا۔ شیرین کے خاص ہمراہیون مین سب سے نمایان طلح تھا۔ جو بالکل مخفی طریقہ سے شاہی لشکر کے ساتھ رہتا۔ اور وقتاً فوقتاً شیرین کو دلبری و رعنائی کے سبق دے دیا کرتا۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ شیرین کا جس قدر اثر پرویز کے دل پر ہے ایک کی جگہ چار حصہ زیادہ ہوجائے تاکہ اس ذوق وشوق اور اس بیقراری عشق سے وہ جب اور جس قسم کا فائدہ اُٹھانا چاہے اُٹھالے۔

بائیسوان باب

طلح دربار خسروی مین

بہار کا موسم تھا۔ اور جشن نوروز کا زمانہ قریب آگیا تھا۔ باغون اور مرغزارون کی سرسبزی و رونق دیکھنے کے قابل تھی۔ درختون اور چھوٹے چھوٹے پودون مین کلیان آنا شروع ہوگئی تھین۔ اور صحن گلشن مین نئی نئی جوبنون پر آئی ہوئی دوشیزگان چمن کا حسن وجمال ہر آنے جانے والے کی دلکشی و دلربائی کر رہا تھا۔ بعض بعض غنچون نے ہجوم مسرت یا ذوق خود نمائی کی جوش مین مسکرانا بھی شروع کر دیا تھا۔ اُن کے نازک ہونٹھ کھلنے لگے تھے اور جوشی طبع وازخود رفتہ طیور کا جنون عشق بڑھتا جاتا تھا۔ جس طرح دل از دست دادہ نوجوان کسی کا فوادا کی گلی مین

چکر لگاتے ہین اُسی طرح ان عاشقان باغ قدرت کے غول نو شگفتہ پھولون کی بہار دیکھنے اور انھین اپنی داستان غم سنانے کے لیے چمنون مین آکے تاوے لگا رہے تھے۔
ایسا نازک اور ایسا پُرجوش زمانہ تھا جبکہ خسرو پرویز کی سواری باد بہاری کے فرحت بخش جھونکون کی طرح خوبصورت وخوش سواد شہر دستگرد مین داخل ہوئی۔ سیر چمن کے شوقین جب گلگشت کی دھن مین گھر سے نکلتے ہین تو معشوقان بزم قدرت یعنی پھولون اور چمن کے نازنینون کے حسن وجمال کی زیارت سے پہلے اُنکی فرح افزا اور برانگیختہ کرنے والی خوشبو سے اپنا دماغ معطر کر لیا کرتے ہین۔ اسی طرح پرویز کے پہونچنے سے پہلے ہی پری جمال ناز آفرین شیرین کی آمد آمد کی خبر دستگرد کے ہر گھر مین پہونچ چکی تھی۔ شیرین کے ناز آفرینیون اور پرویز کی بیتابیون و بیقراریون کی بلاد فارس مین اس قدر شہرت تھی کہ ہر ادنی واعلی اور کس وناکس اُس ارمنی پری چہرہ کے حسن وجمال کی زیارت کا مشتاق ہو رہا تھا۔ لیکن مریم کے غم وغصہ کی کوئی انتہا نہ تھی اُسے یقین تھا کہ شیرین اگر چند روز بھی شہریار ایران کے پہلو مین رہی تو مین کہین کی نہ رہون گی۔ اور فوراً شہریار کی نظرون سے گر جاؤن گی۔ پرویز ابھی کئی منزل باہر تھا کہ مریم نے تمام ارکان دولت اور موبدان مملکت کو سامنے بلوا کے اپنی مصیبت اور شہنشاہ کی بیوفائی وبے مہری کی شکایت کی۔ اور یورپین مذاق کی نیلی خوبصورت آنکھون کو پُرنم کرکے نہایت ہی سوز وگداز کے لہجے مین کہا "اگرچہ مین ایک بڑے زبردست شہنشاہ کی بیٹی ہون۔ مگر اب تمھارے سوا کوئی مونس وغمگسار نہین رکھتی باغیون نے میرے والد کی جان لی۔ بھائی ایسی شکست کھا چکے کہ اُن کا کچھ زور نہین چل سکتا۔ ایسی حالت مین سوا تم لوگون کے مین کس سے اور کس کے سامنے فریاد کرون؟"

مریم کی یہ پُردرد داستان سن کے تمام امراے عجم کے دل بھر آئے۔ اور سب نے بالاتفاق کہا "اے بانوے جہان آرا! آپ پریشان نہ ہون۔ آپ کی عزت وحرمت مین کبھی فرق نہین آسکتا۔ ولیعہد سلطنت شاہزادہ شیرویہ کی آپ مان ہین۔ اور سلطنت مین سوا آپ کے اور کسی کو دخل نہین ہو سکتا۔ ہم سب ماہ وخورشید اور آتش پاک سرشت کو گواہ کرکے وعدہ کرتے ہین کہ آخر تک حضور ہی کا ساتھ دین گے

اور شہریار پرویز سے اُسی وقت تک خوش ہین جب تک آپ اُن سے ناراض نہین ہین"
مریم "تمھارے وعدون سے میرے دل کی بڑی تسلی ہوئی - لیکن پھر مین یاد دلاتی ہون کہ اگر تم میرا ساتھ نہ دے سکو اور شہریار کو شیرین کے پہلو سے نہ جدا کر سکو تو بہتر ہوگا کہ اُن کے آنے سے پیشتر ہی مجھے قسطنطنیہ پہونچا دو - جہان سینٹ لینا اور بعض اور رومی شاہزادیون کی طرح مین دنیا کو ترک کر دون گی - اور بیت المقدس مین جا کے باقی زندگی رہبانیت مین بسر کرون گی"

موبد اعظم - (پارسیون کا سب سے بڑا مقتدا) "ملکہ - آپ اطمینان رکھین - شہریار پرویز یون چاہے جو کرین مگر آپ کی دل شکنی نہین کر سکتے - اور نہ یہ کر سکتے ہین کہ آپ کی قدر و منزلت مین کسی قسم کی کمی کرین"

مریم - (موبد اعظم کا ہاتھ چوم کے) "بس میری تمام امیدین آپ ہی سے وابستہ ہین - اور آپ ہی کے اختیار مین ہے کہ چاہے عزت دین اور چاہے ذلیل کرین"

یہ کہہ کے اور یون عجز و الحاح اور خوشامد سے مریم نے دستگرد کے تمام دینی مقتداؤن اور ملکی سردارون کو اپنے موافق اور اپنا ہمدرد بنا لیا - پھر عہد و پیمان لے کے - اور اپنی احسان مندی ظاہر کر کے سب کو رخصت کیا - مریم کی اس کارروائی نے سارے شہر مین ایک عجیب ناراضی پھیلا دی - اب جو لوگ شیرین کی پیاری دلربا صورت دیکھنے کے مشتاق تھے وہ بھی غضب آلود اور نہایت ہی برہم نظر آتے - نتیجہ یہ ہوا کہ جب شہریار عجم دستگرد مین داخل ہوا تو بہت ہی کم لوگ اُس کے استقبال کو نکلے - اور وہ جسے نظر اُٹھا کے دیکھتا کشیدہ خاطر اور رُکا ہوا نظر آتا - پرویز اپنے امراے دولت کا یہ برتاؤ دیکھ کے پہلے تو متعجب ہوا - پھر خیال کیا کہ غالباً شیرین کے ساتھ لانے کی وجہ سے لوگ ناراض ہین - لیکن ابھی اُس کے دل مین ایک شک سا تھا - کہ ایوان شہریاری مین پہونچ کے بعض خیر خواہون کی زبانی اصل ماجرا سنا - اور معلوم ہوا کہ یہ سارا کیا دھرا مریم کا ہے -

پرویز عشرت پرستیون مین چاہے کتنا ہی منہمک ہو مگر مزاج کا برا نہ تھا - کبھی نہین پسند کرتا تھا کہ کسی کو بے وجہ و بے محل ضرر پہونچا دے - مریم کے ساتھ اگرچہ اپنی خوشی سے نکاح نہین کیا تھا مگر اُسے بانوے شاہ بنانے کے بعد یہ ہرگز نہین پسند کرتا

تھا کہ اُس کے دل کو کسی قسم کا آزار پہونچے۔ یا کوئی ایسی کارروائی عمل مین آئے جس سے اُس کی دل شکنی ہو۔ مگر مریم کو شیرین کی رفاقت کے جوش نے ایسا از خود رفتہ کر دیا کہ بغیر اس کے کہ نیک و بد کا خیال کرے مآل ناعاقبت اندیشی سے خود اپنے نیک دل شوہر اور ہمدرد و مہربان شہریار کی آزار رسانی کے درپے ہو گئی۔

پرویز نے دستگرد مین داخل ہوتے ہی حکم دیا کہ کل دربار ہے۔ یہ حکم دے کے مشکوے شہریاری مین گیا وہان مریم بھی خاموش اور رکی ہوئی ملی مگر بغیر اس کے کہ اس گستاخانہ سبے توجہی کا کچھ لحاظ کرے مریم کی مزاج پرسی کی۔ اُسے تسلی دی۔ اور اپنی اتنے دنون کی غیبت کے متعلق عذر خواہی کرنے لگا۔ مریم بھری تو بیٹھی ہی تھی۔ بگڑ گئی شہنشاہ کی زبان سے استمالت کے الفاظ سن کے اور برہم ہوئی اور رقابت کے جوش مین اور نیز امرائے فارس کے وعدون کے گھمنڈ پر ایسی از خود رفتہ ہو رہی تھی کہ پرویز کی طرف غضب آلود چتونون سے دیکھ کے کہا "اب مین اس قابل نہین کہ شہریار میری خیریت پوچھین۔"

پرویز نے پھر بھی دلدہی کی کوشش کی۔ اور ہاتھ پھیلا کے بڑھا کہ مریم کے گلے مین باہین ڈال دے۔ مگر اُس نے ہاتھ جھٹک کے الگ کر دیا۔ اور بولی "جو ہاتھ شیرین کے گلے مین پڑ چکے ہین میرا گلا اُن کے قابل نہین۔"

یہ جملہ پرویز کی آتش غضب کے بھڑکا دینے کے لیے کافی تھا۔ لیکن اُس نے اب بھی ضبط سے کام لیا۔ اور اُسی طرح محبت و شفقت کے لہجہ مین بولا "مریم! مجھ سے بدگمان نہ ہو۔ شیرین سے مجھ سے سوا اس کے کہ پاس اُٹھتی بیٹھتی ہے اور اُس کی باتون مین ایک قسم کا لطف آتا ہے اور کوئی تعلق نہین۔"

مریم۔ (غضبناک چشم و ابرو سے) "تعلق نہین تو وہ ساتھ کیون آئی ہے؟"

پرویز۔ "چند ہی روز مین تمھین معلوم ہو جائے گا کہ میرے پاس صرف ایک بامذاق دوست کی حیثیت سے رہنا چاہتی ہے۔ وہ باعفت و پاک دامن ہے۔ اور اُس پر کسی کا کچھ زور ہی نہین چل سکتا۔"

مریم۔ "ایسی بازاری عورتین جو شرم و حیا چھوڑ کے غیر مردون کی صحبت مین رہین اُن کو باعصمت سمجھنا آپ ہی کا کام ہے۔"

یہ جملہ پرویز کو نہایت ناگوار ہوا۔ شیرین سے اُسے محبت تھی۔ اور یقین تھا کہ نازآفرین شاہزادی ارمن ہر حیثیت سے باعفت و پاک دامن ہے۔ اُس کی نسبت مریم نے جو "بازاری عورت" کا لفظ استعمال کیا تو خسرو کے دل میں ایک آگ سی لگ گئی۔ تاہم مصلحت سمجھ کے خاموش ہو رہا۔ مگر اب زیادہ خوشامد بھی اچھی نہ معلوم ہوئی۔ چپکے سے اُٹھ کے باہر چلا آیا۔

یہ رات اُسے طرح طرح کی فکروں میں بسر ہوئی۔ شیرین بھی پاس نہ تھی کہ کچھ دل دہی کرتی۔ اور اس کی محبت آمیز باتوں سے کچھ غم غلط ہوتا۔ وہ تو جیسا کہ پہلے ہی سے قرار پا چکا تھا شہر دستگرد کے باہر ایک پرتکلف ایوان میں ہے جو ایک جان فزا باغ کے اندر واقع ہے۔ الغرض شہریار عجم نے ساری رات ہجوم افکار سے اُلجھ اُلجھ کے اور کروٹیں بدل بدل کے کاٹی۔ صبح تڑکے ہی سے دربار کا سامان ہونے لگا امرا و رؤسا اور مقتدایان دین کے لیے حسب عزت و مرتبہ قرینے سے کرسیاں بچھائی گئیں تخت خسروی آراستہ کیا گیا۔ اور فوجیں حسب دستور ایوان شہریاری کے اندر باہر صفیں باندھ کے کھڑی ہو گئیں۔ یہ سب سامان فراہم ہو گیا مگر امرائے دولت میں سے ایک کی بھی صورت نہیں نظر آئی۔ گویا ایک سرے سے سب نے نہ آنے کی قسم کھا لی۔ آخر دیر کے بعد جب دربار کا معینہ وقت گزر گیا تو معلوم ہوا کہ مریم کی سازش سے اور شیرین کے ساتھ آنے کی وجہ سے کل وزرا و امرا ناراض ہیں۔ اور دربار میں آنے سے انکار کرتے ہیں۔

اس امر نے خسرو پرویز کو اور بھی زیادہ مشوش کر دیا۔ دیر تک اپنے کمرے میں تنہا بیٹھا سوچتا رہا۔ اور جب کسی طرح دل نہ لگا تو گھوڑے پر سوار ہوا۔ تھوڑی سی فوج ساتھ لی۔ اور دستگرد کے باہر اُس باغ میں آیا جس میں شیرین ٹھہری ہوئی تھی۔ پری چہرہ ماہ سیما کی زیارت سے دل کو ایک گونہ مسرت حاصل ہوئی تھی کہ ہجوم افکار نے پھر گھیر لیا۔ اور شیرین کی طرف دیکھ کے بولا "افسوس۔ تمھارے یہاں آنے کی وجہ سے تمام امرائے دولت برہم ہیں۔ اور مریم کی سازش نے سارے زمانے کو میرے خلاف کر دیا ہے"

شیرین۔ (ایک ناز و انداز کے ساتھ) "تو میں چلی جاؤں؟"

پرویز۔ (ٹھنڈی سانس لے کے) "آہ اپنے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی"
شیرین۔ (آبدیدہ ہوکے) "حضور۔ لونڈی اگرچہ مریم کے مقابلہ مین اپنے فخر و ناز سے دست بردار نہین ہو سکتی۔ مگر شہریار ایران کی لونڈی ہے۔ اور اپنے آقا پر جان فدا کرنے کو ہر وقت تیار۔ لونڈی کو یہ امر ایک گھڑی کے لیے بھی گوارا نہ ہوگا کہ کبھی اُس کی وجہ سے حضور کو کسی قسم کا نقصان پہونچ جائے۔ میرے یہان رہنے مین اگر ذرا بھی دشواری ہو تو حضور مجھے واپسی کی اجازت دین۔ اور مین خوشی سے اپنے وطن مین جاکے صبر و ضبط کے ساتھ فراق و ہجر کا زمانہ جھیل لوگون گی۔ جس بات کی مدت سے عادی ہو رہی ہون"

یہ باتین سن کے خسرو پرویز کا دل بھر آیا۔ اس وقت تک تو وہ بڑے استقلال کے ساتھ ضبط کرتا رہا تھا۔ مگر اب دامان صبر چاک ہو گیا۔ اور بچون کی طرح زار و قطار رونے لگا اُس کی یہ حالت دیکھ کے شیرین مین ضبط کی تاب کہان رہ سکتی تھی۔ ایک بے اختیاری کے جوش کے ساتھ بادشاہ سے لپٹ گئی۔ اور وہ بھی پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔ چند ساعت کے بعد جب دونون دلون کی تھوڑی بہت بھڑاس نکل گئی۔ اور رونا موقوف ہوا تو شیرین نے ہچکیان لے کے کہا "اب یہی مناسب ہے کہ حضور مجھے رخصت کرین"

پرویز۔ "شیرین۔ مجھے سارا ملک بغاوت پر آمادہ نظر آتا ہے۔ اور اس ذلت کی سلطنت سے تو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تاج خسروی سر سے اُتار کے پھینک دون اور تیرے ساتھ ملک ارمن مین چل کے امن و امان اور بےفکری و آسایش کی زندگی بسر کرون"

شیرین۔ "حضور بادشاہ ہون کے ہیئن استقلال کی ضرورت ہے۔ ایسی کمزوری کا مین ہرگز مشورہ نہ دون گی کہ آپ تخت شاہنشاہی چھوڑ کے باغیون اور دشمنون کو کامیابی کا اور زیادہ موقع دے دین"

پرویز۔ "مین آخر تک استقلال دکھانے کو موجود ہون۔ مگر اس کو کیا کرون کہ یکہ و تنہا ہون۔ اور ایک سرے سے تمام مشیرون اور وزیرون نے ساتھ چھوڑ دیا۔ ایسی بےکسی کی حالت مین کوئی کیا کر سکتا ہے؟"

شیرین :۔ (ذرا تامل کرکے) "اگر حضور کو کسی عمدہ مشیر کی ضرورت ہے تو مین ایک نہایت ہی لائق شخص دے سکتی ہون۔ کیا عجب کہ اپنے دعوے کے مطابق اس مشکل مین وہ کوئی عمدہ تدبیر بتا سکے۔"

پرویز :۔ کوئی ایسا شخص تیرے پاس ہے؟"

شیرین :۔ ایک عربی نژاد شخص ہے جو عرب کے مختلف درباروں مین رہ چکا ہے۔"

پرویز :۔ اور وہ یہان موجود ہے؟ اگر ہو تو ضرور بلاؤ۔ عرب لوگ گو کہ وحشی ہوتے ہین مگر ہمیشہ بہادر اور بڑے نازک موقعون پر وفادار اور مستقل مزاج ثابت ہوے ہین۔ ہماری اس دولت فارس کو بھی قدیم زمانون مین ہمیشہ عربی سردارون اور مشیرون سے مدد ملی ہے۔ منذر و نعمان جو بہت مدت ہوئی اس سلطنت کے وفادار سردار تھے بڑے ہی خیر اندیش و خیر خواہ سمجھے جاتے ہین۔ شیرین اُس شخص کو جلدی اور ضرور بلاؤ۔ شاید اس بارے مین اُس سے کچھ مدد ملے۔"

شیرین :۔ ابھی بلاتی ہون۔ مگر خرابی تو یہ ہے کہ وہ فارسی زبان نہین جانتا۔ اور اُس سے مشورہ لینے مین ایک تیسرے شخص کو بھی راز دار بنانا پڑتا ہے۔ مگر مین نے اتنا کیا ہے کہ ایک عربی نژاد ہی مترجم بھی فراہم کر لیا ہے۔"

پرویز :۔ بس اب اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے۔ اور جس شخص پر تجھے اطمینان ہو مجھے بھی ہے۔"

شیرین :۔ تو لونڈی جاتی ہے۔ اور اُسے خود اپنے ساتھ لے کے حاضر ہو گی۔" یہ کہہ کے شیرین پرویز کے پاس سے اُٹھ کے اُس کمرے مین گئی جس مین طلیح ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک خادمہ بھیج کے مترجم کو بلوایا۔ اور جب وہ آ گیا تو طلیح کو بتایا کہ دارائے ایران نے یاد کیا ہے۔ اور کس ضرورت سے وہ شہنشاہ کی خدمت مین باریابی کی عزت پاتا ہے یہ بتا کے اور سمجھا بجھا کے اُسے اور مترجم کو ساتھ لیے ہوے خسرو پرویز کے سامنے آئی۔ بادشاہ کی صورت دیکھتے ہی طلیح نے ادب سے سجدہ کیا۔ اپنی عربی زبان مین دعاے دولت دی۔ اور باریابی پر نہایت ہی فخر و عزت کا اظہار کیا۔ پرویز نے اُسے بیٹھنے کی اجازت دی۔ اور کہا "عرب لوگ ہمیشہ سے اس سلطنت ساسانی کے وفادار دوست ثابت ہوے ہین۔ اور اُن کی مدد سے ہر زمانے مین دولت

خسروی کو فائدہ پہونچا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس نازک موقع پر تم اپنے گزشتہ قوم رؤسا کی طرح میری مدد کروگے؟" یہ کہہ کے پرویز نے اپنے اور شیرین کے تعلقات۔ مریم کے حالات۔ دربار دستگرد کے بعد مریم سے ملنے اور دربار میں ناکام ہونے کی سرگزشت۔ اور رؤسائے عجم کی عداوت و مخالفت تمام باتیں بیان کیں۔ اور کہا "اب تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو؟"

طلیح۔ (زمین چوم کے اور کسی قدر اطمینان ولاپروائی کے تیوروں سے) حضور! امرائے عجم کی نسبت ہمیشہ سے مشہور رہا ہے کہ غیر مستقل اور نہایت ہی متلون مزاج ہیں وہ جتنی جلدی بے وفائی پر کمر باندھتے ہیں اتنی ہی جلدی موافق بھی بنائے جا سکتے ہیں۔"

پرویز: "مگر جب وہ دربار ہی میں نہیں آتے تو کیونکر موافق بنانے کی کوشش کی جائے؟"

طلیح: "بہت آسانی سے۔ حضور اب پھر ایک دربار مرتب فرمائیں۔ اور سب کو آدمی بھیج کے اور خاص طور پر مدعو کر کے بلائیں۔ اور اشارۃً یہ بھی ظاہر فرما دیں کہ کوئی کارروائی اُن کے خلاف نہ کی جائے گی۔ اور جو وہ کہیں گے اُس پر عمل کیا جائے گا۔ اس کے بعد ممکن نہیں کہ وہ حاضری سے انکار کریں۔"

پرویز: "فرض کیا کہ وہ آ بھی گئے مگر یہ کیونکر ممکن ہوگا کہ میں شیرین کو علیحدہ کر دوں جو مجھے جان سے زیادہ پیاری ہے اور جس کے بغیر مجھے اپنی زندگی دشوار نظر آتی ہے؟"

طلیح: "اگر وہ دربار میں آگئے اور ضرور آئیں گے تو حضور جس امر کو چاہیں اُن سے منظور کرا لیا جا سکتا ہے۔"

پرویز: "مجھے تو وہ نہایت ہی سرکشی پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ اور اُن کا موافق بنانا بہت دشوار معلوم ہوتا ہے۔"

طلیح: "حضور اُس موقع پر اس غلام کو بھی باریابی کی اجازت دیں۔ اور غلام اگرچہ بغیر مترجم کے گفتگو نہ کر سکے گا۔ مگر حضور ملاحظہ فرمائیں گے کہ کس آسانی سے اُن سب کی رائے پلٹ دیتا ہے غلام عہد کرتا ہے اگر وہ سرکش و بدخواہ بانوسے شہریار کی

مخالفت پر تم آمادہ ہوے تو حضور کے بھی خلاف نہ رہیں گے۔"

پرویز "بس میں اسی قدر چاہتا ہوں۔ اور باوجود ان تمام مخالفتوں کے مریم کو ضرر پہونچانا نہیں چاہتا۔"

طلیح "یہی اصول اس غلام کا بھی ہے کہ اپنی کوشش سے جہاں تک ممکن ہوگا وہ پہونچایا۔ اور ضرر رسانی وایذادہی سے بچے۔"

پرویز "اگر اس امر میں تمھاری کوشش سے مجھے کامیابی ہوئی تو عمر بھر تمھارا ممنون احسان رہوں گا۔ اور تمھیں میری سلطنت سے بہت بڑا فائدہ پہونچے گا۔"

طلیح "حضور۔ غلام کو زیادہ ہوس نہیں۔ اور نہ اس چند روزہ دنیا سے دنیا میں زیادہ کامیابی و مقدوری کی آرزو ہے۔ حضور کو فائز و کامیاب دیکھنے سے زیادہ کوئی خوشی اس غلام کے لیے نہیں ہوسکتی۔"

پرویز نے اس جواب پر طلیح کو حیرت سے دیکھا اور کہا "تو میں کل سے پھر دربار کا سامان کرتا ہوں۔ تمھیں حاضر رہنا ہوگا۔"

طلیح "حضور جس وقت یاد کریں گے غلام حاضر ہوگا۔"

اس کے بعد طلیح نے زمین ادب چومی اور اپنے مترجم کے ساتھ اس صحبت سے اٹھ کے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی پرویز نے شیرین کی طرف متوجہ ہو کے کہا "تمھاری عنایت سے مجھے یہ نہایت ہی قابل قدر آدمی مل گیا۔ اور یقین ہے کہ اس کی تدبیر سے مجھے اپنے تمام اغراض میں کامیابی حاصل ہوگی۔ پھر اس لیاقت و دانائی کے ساتھ یہ شخص بالکل بے غرض اور بے نفس معلوم ہوتا ہے۔"

شیرین "بالکل۔ اور ہر کام کو بڑی ذہانت و ہوشیاری سے انجام دیتا ہے۔"

پرویز "ایسا لائق و مدبر شخص تمھیں وہاں ارمن میں کیونکر مل گیا؟"

شیرین "وہیں شکار گاہ میں اور حضور کی رونق افروزی کے بعد اتفاقاً یہ حکیم عرب میرے ہاتھ لگ گیا۔ اور مجھے قرینہ سے معلوم ہوگیا کہ لیاقت کے علاوہ یہ بڑا سیاح اور کاہن بھی ہے۔ اور سچ تو یوں ہے کہ لونڈی کا ارادہ حضور کے ہمراہ رکاب یہاں آنے کا نہ تھا۔ صرف اسی کے مشورے سے اور اسی کی تدبیروں پر بھروسہ کر کے یہ کنیز چلی آئی۔"

پرویز۔ (خوش ہوکے) "یہ بھی میرے ہی اوپر اُس کا احسان ہے کہ تمھیں آنے کی زحمت دی۔ خیر اب جاتا ہوں۔ دربار کا سامان کرون۔ اور ناسپاس وزرائے عجم کے پاس پیام بھیجون۔ کل جس وقت مین آدمی بھیجو ن اُسے فوراً روانہ کر دینا"

شیرین نے اُسی وقت" اس گفتگو کے بعد شیرین سے رخصت ہوکے پرویز اپنے ایوان خسروی مین آیا۔ اُسی وقت درباری غلام تمام ارکان دولت کے پاس گئے۔ دربار کا حکم سنایا۔ اور سب کو خاص شاہی پیغام سنایا کہ شہریار عجم آپ سب امرا و دولت کی رای دریافت کرنا چاہتے ہین۔ اور آمادہ ہین کہ سب لوگون کی صلاح ہو اُسی پر عمل کرین۔ مغرور امراے عجم کے گرویدہ کرنے کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ مالک دیہیم خسروی اُن سے دبتا ہے اور اُن کی راے پر عمل کرنے کو موجود ہے۔ سب نے آنے کا وعدہ کیا۔ اور دوسرے دن کا دربار تمام معزز شرفا و روٗساے فارس سے بھرا ہوا تھا۔ دستگرد مین کوئی ایرانی سردار نہ تھا جو اُس مین موجود نہ ہو۔ موبدان موبد یعنی مقتداے اعظم دین زرتشتی بادشاہ کے تخت کے برابر بیٹھا۔ اُس کے بعد عمائد ملک و وزراے دولت اپنے اپنے رتبہ کے موافق زرنگار کرسیون پر متمکن ہوے۔ اور بادشاہ کے حسب انتطاب طلب ہوا آکے تخت کے پیچھے ادب سے کھڑا ہوگیا۔ اور اُس کے برابر وہ شخص تھا جو اُسے ہر بات ترجمہ کرکے بتا دیا کرتا تھا۔

جب سب لوگ آ گئے تو خسرو پرویز تخت سلطنت پر آ کے جلوہ افروز ہوا سب لوگون نے دعاے دولت دی۔ زمین بوسی کی۔ اور ادب سے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ اب ہر ایک کو خاموش دیکھ کے خسرو پرویز نے سب کی طرف متوجہ ہوکے کہا "اے امراے دولت عجم۔ و اے حامیان تاج خسروی۔ میرے بہادرو اور میرے پہلوانو تمھارے طرز عمل سے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ تم لوگ مجھ سے ناراض ہو۔ جس کا مجھے دلی صدمہ ہے۔ مین کبھی کوئی ایسی کارروائی نہین کرنا چاہتا جو تمھارے مذاق و اغراض کے خلاف ہو۔ اس لیے کہ تم ہی لوگ سلطنت کے زیور اور تاج و تخت کے محافظ ہو۔ مگر تمھارا فرض تھا کہ جو چیز یا میرا جو فعل تمھارے خلاف ہوتا اُس سے مجھے آگاہ کرتے۔ اور موقع دیتے کہ تمھاری راے کے موافق اُسے

باز آجاؤ دین۔ پہلے اپنی مجبوریان اور اپنے عذرات تمھارے سامنے پیش کر دون۔ لیکن تم نے قبل اس کے کہ مجھے خبردار کرو یہ جو میرا ساتھ چھوڑ دینے کا ارادہ کیا تمھاری شان وفاداری کے بالکل خلاف تھا"

بادشاہ کی یہ تقریر سن کے موبدان موبد اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ادب سے تخت شاہی کا پایہ چوم کے بولا" اے شہنشاہ گیتی پناہ یزدان پاک نہاد کبھی تخت دیہم کو آپ سے خالی نہ رکھے۔ اور ستارۂ اقبال ہمیشہ اوج پر ہو۔ بے شک یہ ہم سب لوگون کی غلطی وگستاخی تھی کہ حاضری دربار سے انحراف کیا۔ اور اپنی شکایتین حضور پر ظاہر نہ کردین۔ حضور کی معدلت پروری ورعایا نوازی مین کسی کو شک نہین۔ مگر صرف اتنا امر ہم لوگون کے خلاف تھا کہ حضور شیرین کو ہمراہ لے آئے جس سے بانوی شہریاری کی دلشکنی ہوئی۔ ہمارا اصلی خیال یہ ہے کہ ایک معمولی عورت چاہے کیسی ہی حسین وخوبرو اور صاحب حسن وجمال ہو اس قابل نہین ہو سکتی کہ بانوے سلطنت کی رقیب بنے اور شہریار عجم کے پہلو مین بیٹھے۔ بادشاہون کے لیے ضرور ہے کہ اپنی پاک وشریف نسل کو خراب نہ کرین۔ اور انھین عورتون کو اپنا کفو اور اپنے دل کا مالک بنائین جو شاہزادیان ہین اور خاندانی عزت سے سرفراز ہین۔ اس اصول کے معلوم کرنے کے بعد حضور غور فرما سکتے ہین کہ قیصر روم کی بیٹی کے برابر شیرین کی سی کم مرتبہ عورت نہین بیٹھ سکتی"

اس تقریر کا ترجمہ سننے کے ساتھ ہی طلیحہ نے آگے آکے زمین چومی اور کچھ عرض کرنے کی اجازت چاہی۔ پرویز نے فوراً اجازت دی۔ اور اُس نے عربی زبان مین کہا" اے امراے عجم۔ مجھے حیرت ہے کہ ایسی ادنی بات پر آپ کے ایسے لائق وعقل مند مشیران سلطنت خسرو گیتی ستان اور تاجدار نسل ساسان کے مقابلے مین ناراضی ظاہر کرین۔ جو شکایت ہو اور جس امر مین کچھ عذر ہو وہ ادب کے ساتھ شہنشاہ کی خدمت مین عرض کیا جا سکتا ہے۔ ہم عرب لوگ اگرچہ وحشی وسرکش ہین اور عقلاے ایران کے سامنے تہذیب وتمدن کا نام نہین لے سکتے لیکن باوجود اس کے اپنے کم مرتبہ اور چھوٹے درجے کے سلاطین کے ساتھ ہم کبھی ایسی گستاخی ہرگز نہین کر سکتے۔ لیکن اب آپ نے اپنی شکایت بیان کردی تو مین شہریار فلک اقتدار سے

اجازت لے کے آپ کا شک دور کرنے اور آپ کو اطمینان دلانے کی کوشش کرتا ہون، ملکہ شیرین کی نسبت آپ کا یہ خیال فرمانا کہ وہ ایک معمولی عورت ہین سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ وہ کوئی معمولی عورت نہین۔ ملک ارمن اور گرجستان کی بلند مرتبہ شاہزادی ہین اور اگر محبت و عشق کے جوش مین مبتلا ہو کے ہمارے شہریار کی لونڈی بننے پر آمادہ نہ ہو گئی ہوتین تو اپنی مان کے مرنے کے بعد سریر سلطنت پر بیٹھتین اور اس وقت ایک وسیع و خوش سواد ملک کی ملکہ ہوتین۔ لہذا ایک ایسی عالی خاندان اور عالی وقار شاہزادی کو معمولی عورت بتانا آپ کا کتنا بڑا ظلم ہے؟"

موبدان موبد "لیکن ہزار کچھ ہو وہ فلک مرتبہ شاہزادی مریم کا مقابلہ نہین کر سکتی جو دنیا کے ایک بہت بڑے معزز تاجدار کی لخت جگر ہین۔ اور اُس سلطنت کی شاہزادی ہین جس کا احسان خود شہریار گیتی ستان پر ہے۔"

طلیح "لیکن قیصر کے احسان کا یہ نتیجہ نہین ہو سکتا کہ ہمارے شہریار اُس کی ہر بات کا دباؤ ماننے لگین۔ دولت ساسانی آج تک دنیا کی کسی سلطنت سے دبی نہین۔ آیئے ملکہ شیرین و مریم کی شرافت اور ذاتی خوبیون کا مقابلہ کرین اس کے متعلق مین نہایت ادب سے کہتا ہون کہ ملکہ شیرین اگر شہریار عجم کا ساتھ نہ دیتین تو وہ بھی سلطنت کی وارث ہوتین اور شاہزادی مریم کو یہ عزت ہرگز نصیب نہ ہو سکتی۔ اب ذاتی خوبیون کے اعتبار سے دیکھیے تو بانوے مریم درکنار مین سمجھتا ہون کہ دنیا کی کوئی عورت ملکہ شیرین کی ذاتی خوبیون اور اُن کی لیاقت و دانائی کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ اور اُن کی ان خوبیون سے شاید آپ کو بھی انکار نہ ہوگا۔"

اس کے جواب مین موبدان موبد دیر تک خاموش رہا اور اُس کے عجز کو دیکھ کے پرویز کے چہرے سے خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ لیکن ابھی کسی اور کی زبان سے کوئی کلمہ نہین نکلا تھا کہ موبدان موبد نے سوچ سمجھ کے پھر سر اُٹھایا اور بولا۔ "لیکن چاہے جو کچھ ہو ہمارے دل مین جو وقعت و حرمت مریم کی ہے کسی کی نہین ہو سکتی۔ اور شیرین مین ہمارے نزدیک وہ شرافت ہرگز نہین ہو سکتی جو اصلی بانوے شہریار مین ہے۔"

طلیح "اچھا مانا کہ ملکہ شیرین کم ذات اور ذلیل درجے کی عورت ہین مگر بادشاہ کی

توجہ اُن کو حاصل ہے عزت دے سکتی ہے" یہ کہہ کے طلیحہ نے خدام دربار کو اشارہ کیا کہ ایک سونے کے تشت کو خون سے بھر کے لے آئین۔ فوراً خون سے ملبب تشت سامنے لاکے رکھ دیا گیا۔ اور طلیحہ نے تمام حاضرین کی طرف دیکھ کے پوچھا "آپ اس کی نسبت کیا خیال کرتے ہین؟"

موبدان موبد اور چند وزراے دولت نے ذرا منھ بنا کے اور ناک بھون سکوڑ کے کہا "اُس کے سوا اور کیا کہا جاے کہ ایک عمدہ ظرف ہے جو ناپاک چیز رکھ کے نجس کر دیا گیا۔"

طلیحہ "بہتر" پھر خدام کی طرف دیکھ کے کہا "اس خون کو لے جا کے پھینک دو اور تشت کو دھو کے اور صاف کر کے لے آؤ۔" فوراً لوگون نے خون سے خالی کر کے تشت کو دھویا مانجا۔ اور پھر دربار کے درمیان مین لاکے رکھا۔

طلیحہ "اب اس کی نسبت آپ کیا فرماتے ہین؟"

موبدان موبد "اب یہ ظرف پاک و صاف ہے۔"

طلیحہ "ہے نہ؟ اب تو اس کے استعمال مین کوئی مضائقہ نہین؟"

موبدان موبد "کوئی مضائقہ نہین۔"

طلیحہ "یہی مین بھی سمجھا تھا۔ تو جس طرح ہم نے اس ناپاک تشت کو ایک معمولی توجہ سے اپنے استعمال کے قابل بنا لیا کیا شہریار کے اختیار مین نہین کہ کسی ادنیٰ شخص کو عزت دے کے اور مرتبہ بڑھا کے اپنے دربار اور اپنی صحبت کے قابل بنا لین؟ درحقیقت عزت و شرافت وارث دیہیم خسروی کی توجہ و عنایت کا نام ہے۔ اگر بادشاہ ایسی امر سے روک دیے جائین تو دنیا کی ترقی رک جاے۔ اور کبھی کسی کو اپنے ذاتی جوہر اور ذاتی لیاقت و دانائی کا صلہ نہ مل سکے۔ اس آپ کے محدود اصول کا لازمی نتیجہ ہے کہ جو شخص جس درجے اور جس رتبے پر ہے ہمیشہ اُسی پر قائم رہے۔ نہ سپاہی کو جان بازی کی داد مل سکے۔ اور نہ مشیر با تدبیر کو اپنی حسن لیاقت کا معاوضہ۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ شہریار کو ایک ایسے اصول کا پابند بنانا چاہتے ہین جس پر عمل کیا گیا تو آیندہ نہ کبھی کسی شخص کو کوئی جدید عزت مل سکے گی۔ نہ کوئی معزز جاگیرون اور خطابون سے بہرہ یاب ہو سکے گا۔ نہ کوئی علم و فضل کی طرف توجہ کرے گا۔ اور نہ کسی کو لیاقت و جوہر کے ظاہر کرنے

ہین کوئی امید ہوگی۔ اس کا سب سے زیادہ مضر اثر تو خود آپ ہی لوگون کی ذات کو پہونچے گا"

یہ تقریر سُن کے تمام امراے عجم جیسے کچھ گھبرا سے گئے۔ اور پریشان ہو ہو کے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اُن کے ذہن مین یہ بات جم گئی کہ بادشاہ کے اختیارات مین ایسی قید لگانا خود اپنی ترقیون کو روکنا اور اپنے پاؤن مین کلھاڑی مارنا ہے۔ ان مین سے ایک نے بڑھ کے تخت کے سامنے سجدہ کیا اور کمال ادب سے عرض کیا "بیشک ہم لوگ غلطی پر تھے۔ اور نہایت الحاح وزاری کے ساتھ اپنی گستاخی و سرتابی کی معافی چاہتے ہین"

لیکن قبل اس کے کہ بادشاہ اُن کے جواب مین کچھ کہے موبدان موبد نے پھر ایک دفعہ جرأت کر کے عرض کیا "لیکن تجربہ سے ظاہر ہو گیا ہے جو نطفہ کسی کم درجہ کی عورت مین منتقل ہوتا ہے اُس سے ہمیشہ سلطنت و رعایا کو ضرر پہونچا ہے۔ شہریار نے سنا ہوگا کہ معدلت پرور گیہان پناہ نوشیروان عادل کا بیٹا نوش زاد باپ کے کیش و آئین کے خلاف عیسائی ہو گیا تھا اور اُس نے باپ سے بغاوت کر دی تھی"

طلیح۔ (مسکرا کے) "اگر آپ یہ نہین خیال فرماتے کہ نوش زاد کی بغاوت محض اختلاف مذہب کی وجہ سے تھی۔ اور اس کا اندیشہ اگر ہو سکتا ہے تو شاہزادی مریم کی اولاد سے اس لیے کہ وہ مسیحیہ ہین اور ممکن ہے کہ اُن کے بطن سے ایسی اولاد ہو جو ماں کے کیش و آئین کو اختیار کرلے۔ شیرین کے بطن سے ایسی اولاد نہین ہو سکتی جو آبائی کیش و آئین کے خلاف ہو۔ اس لیے کہ وہ خود بھی یزدان پرست ہے۔ اہرمن کی شرارتون سے بچی ہوئی ہے۔ اور نور رونا ر کے سامنے سجدہ کرتی ہے"

اس کے جواب مین موبدان موبد سے سوا خاموش ہو جانے کے اور کچھ نہ بن پڑا۔ اور طلیح لوگون کے دل سے بدگمانی دور کرنے کے لیے بولا "مگر یہ جو کچھ عرض کیا گیا صرف آپ کا شبہ مٹانے اور آپ کی غلط فہمیان دور کرنے کے لیے تھا۔ ورنہ اصل مین اے امراے عجم آپ کو دھوکا دیا گیا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کہ ہمارے شہریار نے ملکہ شیرین کو اپنی ملکہ بنا لیا۔ شہریار سے اور اُس پاک دامن شاہزادی سے صرف ظاہری تعلق ہے۔ اور وہ بھی محض پاس اُٹھنے بیٹھنے اور ایک دوسرے کی

صحبت سے تکلیفات اُٹھانے کی حد تک۔ ہمارے بادشاہ کو اُس نازنین سے اُتنا ہی اور اُسی قسم کا تعلق ہے جیسا کہ آپ امرائے دولت سے یا کسی بذلہ سنج و با مذاق ہمنشین جلیس سے ہو سکتا ہے۔ اگر شہریار اس حد سے آگے بڑھنا بھی چاہین تو شیرین نہین منظور کرتین۔ اس لیے کہ شاہزادگی کا غرور اُن کے دماغ مین بھرا ہوا ہے۔ اور کسی طرح نہین گوارا کرتین کہ لونڈی وکنیز کی شان سے مشکوے شہریاری مین بسر کرین۔ یہ سُن کے آپ سب ارکین سلطنت کو حیرت ہو جائے گی کہ باوجود اُن تمام تعلقات کے جو ایام ولیعہدی سے اس گھڑی تک چلے آتے ہین شیرین ناز آفرین بالکل پاک وصاف اور دوشیزہ وعفیفہ ہین۔ لہذا ایسی پاکدامن ناز آفرین پر بدگمانی کرنا اور اُس کی وجہ سے خود شہریار گیتی ستان کی نسبت بُرے خیالات دل مین لانا بالکل ناانصافی و حماقت ہے۔ نہ یہ امر کبھی شیرین کے خیال مین گزرا کہ وہ بانوے شہریارن کے ایوان شاہی مین رہین گی۔ اور نہ خود شہریار نے کبھی یہ ارادہ کیا کہ ملکہ مریم کے مرتبہ اور اُنکی شان وشوکت مین کسی قسم کا فرق آئے۔ ایسی حالت مین اگر بانوے شہریار نے بدگمانی کی تو محض بے اصل ہے۔ اور بے بنیاد حسد کا نتیجہ ہے؛

یہ حالات سن کے تمام امرائے دربار کا دل صاف ہو گیا۔ طلیح کی تقریر نے گویا سب کو ندامت کے دریا مین غرق کر دیا۔ اور اپنی غلطی اور بیجا سرکشی پر نادم ہوتے ہی سب بڑھ بڑھ کے بادشاہ کے سامنے سجدہ مین گر پڑے۔ اور نہایت عجز و الحاح سے معذرت خواہ ہونے لگے۔

پرویز نے سب کو پھر کرسیون پر بیٹھنے کی اجازت دی۔ اور جب سب اہل دربار قرینہ سے بیٹھ گئے تو خندہ جبینی کے ساتھ کہا "اگرچہ تم مجھ سے بدگمان ہو گئے تھے مگر مین تم سے بدگمان نہین ہون۔ اور تمھارے مزید اطمینان کے لیے وعدہ کرتا ہون کہ جب تک مین زندہ ہون مریم کے اعزاز و اکرام مین کبھی کسی قسم کا فرق نہین آ سکتا۔ شاہزادی مریم میری بانوے خاص۔ دولت ساسان کی ملکہ۔ اور ایوان شہریاری کی مالک ہے۔ اگر اُس کے دل مین کسی قسم کا شبہہ پیدا ہو گیا ہو تو تم لوگون کو چاہیے کہ اس کے مٹانے کی کوشش کرو۔ اس لیے کہ شیرین

صرف میری انیس و جلیس ہے اور مجھ سے اُس سے ہرگز اُس قسم کے تعلقات نہین جیسے کہ تم لوگون مین مشہور رہین۔ یہ مریم ہی کی خاطر داشت کی غرض سے ہے کہ مین شیرین کو یہان دستگرد مین بھی لایا تو شہر کے باہر ہی ٹھہرا دیا اور یہ نہ گوارا کیا کہ وہ مریم کے قریب اور ایوان خسروی مین فروکش ہو۔ مین خود مریم کے پاس رہتا ہون اور یقین ہے کہ آخر تک اُسی کے پاس رہون گا۔ لیکن اس پر بھی مریم کو شکایت ہو تو مین مجبور اور معذور ہون۔" اب تمام حاضرین دربار نے جوش و خروش کے ساتھ عرض کیا "ہمین کوئی شکایت نہین۔ اور امید ہے کہ ملکۂ مریم کو بھی کوئی شکایت نہ رہے گی۔"

اس کارروائی کے بعد دربار برخواست ہوا۔ شہریار پرویز اُٹھ کے محل مین گیا اور امراے عجم کو حیرت تھی کہ یہ نیا عربی نژاد شخص کون تھا جس نے یکایک بادشاہ تک یون رسائی پیدا کر لی۔ اور ایسا فصیح و بلیغ ہے کہ دم بھر مین سارے دربار کو بادشاہ کے موافق بنا دیا۔ پرویز کے اُٹھتے ہی سب لوگ ادب و تعظیم کے ساتھ اس سے ملے۔ اور مترجم کے ذریعہ سے اُس سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔ جلیح نے اُن سے بہت رُک رُک کے باتین کین۔ اور مختصر الفاظ مین ظاہر کر دیا کہ "مین ایک حکیم عرب ہون۔ شکارگاہ مین یاوری نجت سے اتفاقاً بادشاہ تک رسائی ہو گئی۔ اور خود بادشاہ کے اصرار سے دستگرد مین آیا ہون۔"

جب سب لوگ اپنے اپنے گھرون کو چلے گئے تو خسرو پرویز نے جلیح کو خلوت مین طلب کیا۔ نہایت گرم جوشی کے ساتھ اُس کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا "تمہارے سے مشیر و خیر اندیش جس سلطنت مین ہون گے اُسے ہمیشہ ترقی ہو گی۔ کل تک مین اور شیرین دونون حیران و پریشان تھے کہ دیکھیے امراے دولت کی اس ناراضی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ مگر اس دشواری و مصیبت کو تم نے اس آسانی و شائستگی سے دور کر دیا۔ اور تمھاری جادو بیانی و زبان آوری نے وہ کمال دکھایا کہ اب مین نہایت مطمئن اور خوش ہون۔ اور اپنی سلطنت کو تمھارا زیر بار احسان خیال کرتا ہون۔"

یہ سنتے ہی طلیح شہریار عجم کے سامنے سجدے مین گر پڑا۔ پھر سر اُٹھا کے بولا۔ "غلام وفاداری و خیرخواہی کو اپنا دین و ایمان سمجھتا ہے - یہ جو کچھ کیا اپنا فرض سمجھ کے کیا۔ اور حضور کو یقین دلاتا ہے کہ ہر موقع اور ہر محل پر ایسا ہی وفاکیش و خیراندیش ثابت ہوگا۔"

پرویز "اب تم جا کے شیرین کو مژدۂ کامیابی سناؤ۔ اس کا دل لگا ہوا ہوگا۔ اور گھبرا رہی ہوگی کہ آج کے دربار کا کیا نتیجہ ہوا۔ اس کامیابی کی خبر سننے کے لیے وہ بے صبر ہوگی۔ لہذا جاؤ اور جلدی جاؤ۔ سہ پہر کو مین بھی آؤن گا۔ اور اُس وقت اُس کی ملاقات مین ہمیشہ سے زیادہ لطف آے گا۔"

شاہی اجازت پاتے ہی طلیح گھوڑے پر سوار ہو کے اُس باغ مین گیا جس مین شیرین فروکش تھی۔ شیرین نے کھڑکی سے طلیح کو آتے دیکھ کے بے صبری سے دوڑی کہ اس واقعۂ اندیشہ ناک دربار کا حال دریافت کرے اور طلیح کی زبان سے کامیابی کی خوشی اور تمام مہم فتح ہونے کا حال سن کے بہت خوش ہوئی۔ پھر بولی "اے حکیم عرب مجھے تجھ پر ناز ہے۔ اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تیری مدد سے مین تمام امور مین کامیاب ہون گی۔ اب مجھے مریم کے شر سے کوئی اندیشہ نہین۔"

طلیح "آپ مطمئن رہین جب تک مین آپ کو بانوے شہریار عجم نہ بنا لون گا چین نہ لون گا۔ اور آپ ملاحظہ فرمائین گی کہ ان تمام امور کو کس خوبی سے انجام دیتا ہون۔"

شیرین "مجھے تم سے ایسی ہی امید ہے۔" یہ باتین کر کے طلیح شیرین سے رخصت ہو کے اپنے گھر لوٹ گیا۔ اور تنہائی مین بیٹھ کے جن کامون کو انجام دینا چاہتا تھا ان پر غور کرنے لگا۔

تئیسوان باب

طلیح کی سفارت

اب اس واقعہ کو چھ مہینے گزر گئے۔ مریم دلی اندوہ سے گھلی جاتی ہے۔ اور آتشِ حسد مین بھن رہی ہے۔ اُمرا و وزرا کے بلانے کی اُس نے جو کچھ تدبیر کی تھی بے سود ہوئی۔ اور طلیح کی حکمت عملی نے ساری سازشین اور میٹنگین بنیادِ خاک کی طرح

اُڑا دیں۔ لیکن ایک بڑے باسطوت وجبروت شہنشاہ کی بیٹی ہے۔ مزاج کی تیز اور انتہا درجے کی ہٹیلی۔ اور پھر غضب یہ کہ دماغ میں ولی عہد کی ماں اور اصلی بی بی ہونے کا غرور۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ شہریار پرویز سے بہ لطف و اخلاق پیش آتی؟ ہر وقت کھنچی رہتی ہے۔ طبیعت کی برہمی کسی طرح کم ہونے کو نہیں آتی۔ اور ایک گھڑی کے لیے بھی نہیں روا رکھتی کہ خسرو پرویز اُس کے پاس آکے بیٹھے۔ یا وہ خود تاجدار شہر کے پاس چلی جائے۔ اور غضب یہ کہ برہم مزاج بیوی کی اس کشیدگی و بے تعلقی سے پرویز بھی کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اُس کی جان عجب اضطرار و پریشانی میں ہے۔ خاص اور اصلی بیوی سے بگاڑ۔ اور شیرین سے سوا ظاہری لطف و صحبت کے کوئی تعلق نہیں۔ شیرین بھی اُسی طرح اپنی دھن اور ضد پر قائم ہے۔ یہ حالت پرویز کو مجنون بنا دیتی ہے۔ بار بار دل میں کہتا ہے۔ "افسوس میں کسی طرف کا نہ رہا۔ نہ ادھر کا ہوا اور نہ اُدھر کا!" اُس کا عیش منغص تھا۔ اور دولت و حشمت حکومت و سلطنت سب چیزیں بے لطف اور بے مزہ نظر آتیں۔ یوں تو ہزارہا پری زادیاں وفا و اطاعت شعار حسینیں ہر گھڑی گرد و پیش حاضر رہتیں۔ جن میں سے ہر ایک کی آرزو تھی کہ بادشاہ اُنھیں نظر عنایت سے دیکھے۔ لیکن شیرین کی پیاری صورت اور دلربائی کی باتوں نے سب کے حسن و جمال پر خاک ڈال دی تھی۔

آخر ان پریشانیوں سے تنگ آکے ایک دن پرویز نے طلیح کو خلوت میں بلایا۔ دل کی پریشانی بیان کی۔ اور کہا "اب تمھیں کوئی تدبیر بتاؤ گے تو کام چلے گا ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں مجنون نہ ہو جاؤں۔"

طلیح "حضور چند روز اور صبر کریں۔ مجھے امید ہے کہ حضور کی یہ فکریں بہت جلد دور ہو جائیں گی۔"

پرویز "آخر کیونکر؟ مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان مصیبتوں سے کبھی نجات نہ ملے گی۔"

طلیح - (اطمینان دلانے کے لہجہ میں) "نہیں ایسا خیال نہ فرمایئے۔ یزدان پاک ضرور کوئی صورت پیدا کرے گا۔ آپ مقدس ستاروں اور نورانی کواکب کے فیصلہ کے منتظر رہیں۔"

پرویز "مین ایسی تشویش مین مبتلا ہون کہ کوئی کام نہین کر سکتا۔ سلطنت کے کاروبار بگڑے جاتے ہین۔ مختلف مقامات کے سفیر آے ہوے ہین۔ اور اُن مین سے بعض میرے شکار پر جانے کے زمانے سے بیشتر کے پڑے ہوئے ہین۔ مگر مجھے اس وقت تک اطمینان نہین نصیب ہوتا کہ انھین باریابی کا موقع دون۔"

طلح - (زمین ادب چوم کے) "امورِ مملکت کی جانب حضور کو بے توجہی نہ کرنی چاہیے۔"

پرویز "کیا کرون؟ اس قابل ہی نہین ہون کہ کسی اہم معاملہ مین غور کرون۔"

طلح "مگران سفیرون کو ضرور جواب مل جانا چاہیے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ کہان کہان کے سفیر آے ہوے ہین؟"

پرویز "روم اور عرب کے سفیرون کو یہان پڑے ہوسے دس گیارہ مہینہ گزر گئے۔"

طلح "تو حضور انھین کل ہی باریابی کا موقع دین۔"

پرویز "خیر۔ کل انھین دربار مین بلاؤن گا۔ لیکن میرا مزاج اعتدال پر نہین۔ تم موجود رہنا۔ اور میری طرف سے تم ہی جواب دے دینا۔"

طلح نے شہریارِ ایران کی زبان سے یہ جملہ سنتے ہی زمین پر گر کے سجدہ کیا۔ اور ہاتھ جوڑ کے عرض کیا۔ "غلام کی یہ مجال نہین کہ دربارِ خسروی مین کھڑا ہو کے روم کی سی زبردست سلطنت کے معزز سفیر کو جواب دے۔ سفیرِ روم کو خود حضور ہی کی زبان سے جواب ملنا چاہیے۔ باقی رہے ملک عرب کے سفیر اُن کے متعلق یہ غلام کمالِ ادب سے عرض کرتا ہے کہ یہ ادنیٰ و حقیر خیر اندیش دولت ہی فرمان رواے حیرہ کا سفیر ہے۔"

پرویز یہ سنتے ہی متحیر ہو کے چونک پڑا۔ گھبرا کے طلح کی صورت دیکھی اور بولا "تمھین ہو!"

طلح - (ہاتھ جوڑ کے) "یہی غلام جو حضور کے سامنے ہے۔"

پرویز "مگر تم نے پیشتر ہی کیون نہ عرض کر دیا کہ وہان کے معاملات کا تصفیہ کب کا ہو چکا ہوتا؟"

طلح "تا وقتیکہ حضور کی توجہ والی حیرہ کی طرف نہ مائل ہوتی غلام کی مجال تھی کہ کوئی لفظ زبان سے نکالتا؟"

اس ادب کیشی کی ادا نے خسرو پرویز کو طلح کا اور زیادہ گرویدہ بنا دیا - اور انتہا سے زیادہ خوش ہو کے بولا "تم نے ایسے نازک موقع پر میری مدد کی ہے کہ تمھین کچھ پوچھنے کی ضرورت نہین - تمھارا جو منشا ہو اور جو چاہتے ہو وہی جواب سمجھو"

طلح نے پھر زمین چومی - اور عرض کیا "غلام کی اتنی مجال نہین"

پرویز "تمھارے ملک مین خیریت تو ہے؟ یقین ہے کہ ایاس بن قبیصہ نے اچھی حکومت کی ہو گی؟"

طلح - (دکھانے کے لیے حیرت زدہ ہو کے) "ایاس! حضور وہان کی حکومت تو تاج خسروی کے جان نثار منذر بن نعمان کے ہاتھ مین ہے"

پرویز - (حیرت سے) "منذر! مین نے تو ایاس کو وہان کا بادشاہ مقرر کیا تھا! منذر کس کے حکم سے تخت نشین ہو گیا؟"

طلح "سوا حضور کے اور کون ایسا حکم دے سکتا ہے؟ کسی کی مجال ہے کہ بغیر اجازت کے حیرہ کا تاج شاہی سر پر رکھ لے؟"

پرویز "مگر مین نے تو وہان کی حکومت ایاس کو دی تھی!"

طلح "اور خود سردار بنی طے ایاس ہی نے جب فتح روم کے بعد واپس گئے ہین بیان کیا کہ حضور نے منذر کو آبائی حکومت کا مالک و مختار قرار دیا"

پرویز "خود ایاس نے! کچھ سمجھ مین نہین آتا - اگر وہ حیرہ کی سلطنت کا خواستگار نہ تھا تو مجھ سے درخواست کیون کی؟"

طلح "واقعی یہ عجیب بات ہے - جس وقت ایاس حیرہ مین داخل ہوا ہے غلام وہین موجود تھا - اور منذر کہین شکار کو باہر گیا ہوا تھا - لوگون کو یقین تھا کہ تخت نشینی کے متعلق شہنشاہی حکم لایا ہو گا - وہ شہر حیرہ مین داخل ہوتے ہی پہلے تو اپنی فوج کے ساتھ سیدھا قصر امارت مین گیا - مگر جب وہان منذر کو نہ پایا تو

اُس کی بہن ہند پر دست درازی کا ارادہ کیا جو حسن و جمال میں بے مثل سمجھی جاتی ہے۔ اتفاقاً ہند بھی اُس کے ہاتھ نہ لگی۔ اس لیے اس کی خبر سنتے ہی وہ کسی طرف چلی گئی تھی"

پرویز "کیوں؟"

قطلیح "حضور ایاس ایک مدت سے ہند کا آرزومند ہے۔ مگر وہ اُس سے نفرت کرتی ہے اور اس موقع پر ایاس کی نیت تھی کہ منذر کی عدم موجودگی میں اُسے زبردستی محل سے نکال لے جائے۔ جس امر کو ہند پہلے ہی سے سمجھ گئی۔ اور کہیں غائب ہوگئی خیر تو ایاس جب اپنی اس آرزو میں ناکام ہوا۔ تو شہر میں مشہور کر دیا کہ دارائے عجم نے منذر کو حکمران حیرہ تسلیم کر لیا۔ یہ خبر دم بھر میں سارے حیرہ میں مشہور ہو گئی۔ پھر نہیں معلوم کیا بات پیش آئی کہ ایاس بغیر اس کے کہ منذر کا انتظار کرے حیرہ کو چھوڑ کے اپنے وطن چلا گیا۔ منذر اُس کے جانے کے بعد واپس آیا۔ اور جب حضور کا حکم سنا تو بے تکلف تخت حیرہ پر بیٹھ گیا۔ اور حضور کا مرحمت کیا ہوا تاج جو نعمان کو عطا ہوا تھا اپنے سر پر رکھ لیا"

پرویز "ایاس کی اس کارروائی میں تو عجب قسم کی مختلف باتیں پائی جاتی ہیں۔ اور کوئی رائے نہیں قائم کی جا سکتی۔ شاید اُسے نعمان کے خاندان پر ترس آ گیا ہو۔ اور نہ پسند کیا ہو کہ منذر کو اُس کے آبائی حق سے محروم کر دے"

قطلیح "جو حضور فرمائیں بجا و درست ہے۔ لیکن ایاس کو نعمان کے خاندان سے سخت دشمنی ہے۔ اُس سے ایسی مہربانی کی امید نہیں کی جا سکتی"

پرویز "یہ نہیں ہے تو پھر اور کیا بات ہو سکتی ہے؟"

قطلیح "غلام کو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایاس نے نعمان کے خاندان کے ساتھ یہ دوستی نہیں کی بلکہ پوری اور نہایت سخت دشمنی کی ہے۔ اُسے یہ معلوم تھا کہ منذر حضور شہریاری کے حکم سے ذرا بھی سرتابی نہ کرے گا۔ اور اُس کا مقصود یہ تھا کہ کسی طرح اس غریب شاہزادہ حیرہ کی جان لے۔ بس اُسے ابتدا میں تو تخت نشینی کا موقع دے دیا۔ اور اب چند روز بعد دربار خسروی میں حاضر ہو کے

عرض کرے گا کہ منذر نے حضور کے حکم سے سرتابی کی۔ جس کا یہ لازمی نتیجہ ہوتا کہ اس دربار سے اُس کے قتل کا حکم نافذ ہوتا۔"

پرویز۔ (سوچ کے) "کیا عجب کہ ایسا ہی ہو۔"

طلیح "ایاس کی اس کارروائی سے مجھے یقین ہے کہ عنقریب وہ حاضر دربار ہو کے منذر کی شکایت کرے گا۔ اور اُس وقت حضور کو اُس کی نیت کا حال معلوم ہو جائے گا۔"

پرویز "بے شک وہ آئے گا۔ لیکن اگر منذر کی شکایت کی تو منذر کے بدلے خود اپنے قتل کا حکم سُنے گا۔ اب اس وقت سے مین منذر کو حکمران حیرہ تسلیم کرتا ہون۔ اور تمھین چاہیے کہ اسی وقت یہ پیغام کسی فارسی سردار کے ذریعہ سے حیرہ مین بھیج دو۔"

طلیح "مگر غلام کی سفارت کا یہ مقصود نہین ہے۔ حکومت کی منظوری کا تو منذر کو یقین تھا۔ اور اس کے نزدیک از سر نو حکم حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔"

پرویز "پھر کس لیے بھیجا ہے؟"

طلیح "ایک نادر و بے بہا ہدیہ پیشکش کرنے کے لیے۔ تاکہ تاج بخشی کے شکریہ مین اپنی ارادت و اطاعت ظاہر کرے۔"

پرویز۔ (خوش ہو کے) "اور وہ ہدیہ کیا ہے؟"

طلیح "خداوند ایک لائق و باتدبیر نوجوان۔ حضور کو یاد ہو گا کہ عدی بن زید نام ایک جہان دیدہ و لائق شخص چند روز ہوے حضور کی صحبت مین تھا۔ اور نہایت معزز عہدے پر مامور تھا۔ وہ تو حیرہ مین جا کے مر گیا۔ اب منذر کو اُس کا ایک ذکی و ہوشیار بیٹا ملا ہے جو ذہن و ذکا اور فراست و دانائی مین اپنے باپ ہی کے مثل ہے۔ عربی و فارسی زبانون مین بہت بے تکلفی سے گفتگو کر سکتا ہے۔ اور شرافت و وجاہت اور لیاقت و وفاداری کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ شہریار کے جان نثارون اور غلامون مین شامل ہونے کی عزت پائے۔"

پرویز "وہ کہان ہے؟ اگر عدی کا بیٹا ہے تو مین ضرور اُسے اپنے پاس رکھون گا۔ مجھے ایسے ایک لائق شخص کی ضرورت بھی ہے۔ ایران کے رئیس زادے عموماً کاہل و آرام طلب اور سرکش و بے وفا ہوگئے ہین۔"

طلحہ "وہ نوجوان غلام کے ہمراہ ہے۔ اور جس وقت حکم ہوگا حاضر ہوکے آستان بوسی کی عزت حاصل کرے گا۔"

پرویز "اسی وقت بلواؤ۔"

طلحہ نے بادشاہ کا اشارہ پاتے ہی آدمی بھیج کے زید بن عدی کو بلوایا۔ جس نے دربار مین آکے بادشاہ کے آگے سجدہ کیا۔ اور ادب سے ہاتھ باندھ کے کھڑا ہوگیا۔ پرویز نے شہنشاہی وقار و تمکنت سے اُس کی طرف نظر اُٹھائی۔ اور غور سے دیکھ کے بولا "بے شک یہ عدی کا بیٹا ہے۔ اس کو دیکھ کے عدی کی صورت میری آنکھون کے سامنے پھر گئی۔" پھر زید کی طرف متوجہ ہوکے پوچھا "تمھارے والد کی موت کا کیا سبب ہوا؟ اس کے بارے مین آج تک میرے دل مین طرح طرح کے شبہے ہین۔"

زید۔ (ادب سے زمین چوم کے) "حضور غلام اُن دِنون حیرہ مین نہ تھا۔ اور بالکل نہین جانتا کہ مدائن سے حیرہ پہونچتے ہی کیونکر اُن کا انتقال ہوگیا۔"

پرویز "تم میرے پاس رہنا چاہتے ہو یا کسی ملک کی حکومت پر جانا پسند کرتے ہو؟"

زید "حضور کا جو حکم ہو غلام کو اُس کی بجا آوری مین تامل نہ ہوگا۔"

پرویز "لیکن خود تمھین ان دونون باتون مین سے کیا پسند ہے؟"

زید "اس سے بڑی کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے کہ غلام حضور کے قریب رہے؟ اور ہمیشہ آستان بوسی کا موقع پائے؟"

پرویز "یہی مین بھی چاہتا تھا۔ خیر تو اب اس وقت سے تم اپنے والد کی طرح میری پیشی کے منشی ہو۔ اور تمھارا فرض ہے کہ مستعدی سے ہر وقت میرے سامنے حاضر رہو۔"

یہ مژدہ سُن کے زید نے زمین پر جھک کے سجدہ کیا۔ اور کہا "غلام ہر وقت حاضر رہے گا۔" پرویز نے فوراً زید کی ماموری کا ایک فرمان وزرا و عمائد کے پاس بھیج دیا۔ پھر زید کی طرف متوجہ ہو کے کہا "جا کے لوگوں کو حکم دو کہ سفرائے روم کل صبح حاضر دربار کیے جائیں۔" زید سینے پر ادب سے ہاتھ رکھ کے اس حکم کی تعمیل کو گیا اور پرویز نے طلیح کی طرف دیکھ کے کہا "مجھے یہ نہایت ہی نیک اور شائستہ لڑکا معلوم ہوتا ہے۔ اور یقین ہے کہ میں اس سے خوش رہوں گا۔"

ان تمام انتظامات کے بعد طلیح نہایت ادب کے ساتھ خسرو پرویز سے رخصت ہوا۔ ایوان شاہی کو چھوڑ کے باہر نکلا۔ اور زید کو الگ لے جا کے چپکے سے کہا "اب ہم اپنے اغراض میں کامیاب ہیں۔"

زید۔ (طلیح کا ہاتھ چوم کے) "آپ کسی چیز کی کوشش کریں اور ممکن ہے کہ کامیابی نہ ہو؟ جب میں آپ سے علحدہ ہو کے دستگرد میں داخل ہوا ہوں نہایت ہی متردد تھا۔ اور جب یہ سنا کہ شاہنشاہ پرویز شکار کو جاتے ہیں اور چھ مہینے بعد باریابی نصیب ہوگی تو بالکل مایوس ہو گیا تھا۔ یہ بات خیال میں بھی نہ گزری تھی کہ آپ کو اتنے ہی زمانے میں ایسی نمایاں کامیابی حاصل ہو جائے گی کہ شاہنشاہ بالکل آپ کے اختیار میں ہوں گے۔ مجھے یہ بھی ڈر تھا کہ ہم لوگوں کے باریاب ہونے سے پیشتر ایاس آگیا تو ہماری تمام کوششیں بیکار ہو جائیں گی۔ اور معاملہ اُلٹ جائے گا۔"

طلیح۔ (مسکرا کے) "میں ایاس کا بھی کافی بندوبست کر چکا ہوں۔ کسی طرح وہ یہاں آ کے پہونچے تو سہی۔"

زید۔ "اُس کے متعلق دربار میں کچھ ذکر آیا تھا؟"

طلیح۔ "تمھیں پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ بس اُس کے آنے کی دیر ہے۔ حیرہ اب میں جاتا ہوں۔ ملکہ شیرین منتظر ہوں گی۔ لیکن خیال رکھو کہ ہم لوگوں کو سوا ایک آدھ ضروری بات کر لینے کے زیادہ ملنا جلنا نہ چاہیے۔ ایرانیوں میں سازش کا مادہ بہت ہے۔ وہ جہاں تک بنے گا خسرو ایران کو ہماری طرف سے ضرور بدگمان کریں گے۔ پرویز بہت سیدھا اور نیک بادشاہ ہے۔ ایسا شخص جتنی آسانی سے مہربان بنایا جا سکتا ہے اُتنی ہی جلدی بدگمان بھی

ہو سکتا ہے۔ لہذا ہمین ہمیشہ اور ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیے کہ کسی کو شکایت اور الزام دینے کا موقع نہ ملے“

زید:۔ ”آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہوگی“ یہ سمجھا بجھا کے طلح اپنے فرودگاہ یعنی اُس باغ مین واپس آیا جو فی الحال شیرین ناز آفرین کا پری خانہ بنا ہوا ہے۔

چوبیسوان باب

زہر خورانی

ہمارے ناظرین کا دل لگا ہوا ہوگا کہ خولہ کہان ہے۔ اور جس زمانے مین کہ طلح شیرین و خسرو کا مُشیر باتدبیر بنا ہوا ہے اور زید بن عدی دارا ے ایران کا معتمد علیہ ہے اور چیف سکرٹری کی خدمت بجالا رہا ہے۔ خولہ کیا کر رہی ہے؟ کہان رہتی ہے؟ اور کس فکر مین ہے؟

طلح جب بادشاہ کے ساتھ دستگرد مین آیا تو خولہ اور زید اُس سے بالکل الگ تھلگ رہے۔ قصر شاہی کے متعلق جس مکان مین ٹھہرائے گئے تھے وہین مقیم رہے۔ اور صرف ایک آدھ مرتبہ طلح نے چپکے سے مل کے سمجھا دیا کہ اُنھین کیا کرنا چاہیے۔ زید تو جیسا ہم اوپر بیان کر آئے ہین چند روز بعد بادشاہ کا سکرٹری ہوگیا۔ زید کی دربار رسی کے ساتھ ہی خولہ غائب ہو گئی۔ اور ظاہر مین یہی سنا گیا تھا کہ وہ ان لوگون کا ساتھ چھوڑ کے سرزمین عرب کو واپس گئی۔

لیکن چند ہی روز بعد ایوان خسروی کے قریب اُس چھوٹے سے مسیحی گرجے مین جو خاص مریم کے حکم سے اور اُس کے عبادت کرنے کے لیے شہر دستگرد مین تعمیر کیا گیا ہے ہم ایک جوان راہبہ اور اُس کی ایک کمسن مریدہ و خادمہ کو دیکھتے ہین کہ عجب بے پروائی و بے نفسی کی شان سے شب و روز گرجے کے حجرون مین پڑی رہتی ہین۔ نہ کسی سے کچھ مانگتی ہین۔ نہ کبھی کسی سے بات کرتی ہین۔ لوگون کا خیال ہے کہ یہ راہبہ ارض شام سے اور بڑی بڑی مشہور مسیحی زیارت گاہون سے برکت حاصل کرکے اتفاقاً ادھر

آنکلی ہیر گینیسے مین جو راہب اور اسقف مریم کی طرف سے مامور ہین اُس کا بہت ادب کرتے ہین۔ چاہتے ہین کہ جس طرح ممکن ہو روپیہ پیسہ سے اُس کی خدمت کرین مگر وہ نہین قبول کرتی۔ لباس بالکل ذلیل اور پرانا ہے۔ دونون دیندار عورتین صرف چند سوکھے خرمے کھا کے پانی پی لیتی ہین۔ اور اکثر یہی دیکھا جاتا ہے کہ مسیح مصلوب کی تصویر کے سامنے مراقبے مین بیٹھی رہتی ہین۔

مریم نے بھی اُس راہبہ کے زہد و اتقا کی تعریف سنی۔ مشتاق ہوئی۔ اور ہر اتوار کو جب عبادت کو آتی تو اُس کی زیارت کو تو ہب سمجھ کے گھٹنون ادب سے سامنے بیٹھی رہتی۔ مگر ہزار کوشش کرتی مقدس راہبہ آنکھ اُٹھا کے نہ دیکھتی۔ اس بے پروائی نے مریم کو اور زیادہ معتقد بنا دیا۔ اب اتوار کی جگہ روز آنے لگی اور زندگی کا بہت زیادہ حصہ اس بے نفس راہبہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کے بیٹھے مین صرف ہونے لگا۔ اس اثنا مین کئی دفعہ راہبہ نے نہایت ہی نفرت و برہمی کی نظر سے اُس کی طرف دیکھا اور اُس کی خادمہ نے کہا "دنیا پرست ملکہ۔ ہمارے اوقات مین کیون خلل انداز ہوتی ہے؟ جا اور اپنا کام کر" مگر اس لاپروائی سے بجاے اس کے کہ مریم کا آنا کم ہو اور زیادہ آنے لگی۔ اور جب دیکھیے عاجزی کی وضع سے ہاتھ جوڑے ہی نظر آتی۔

آخر ایک دن مریم نے محض اتفاق سے یہ دیکھا کہ گینیسے مین سوا اُس کے اور مقدس راہبہ عورتون کے اور کوئی نہین ہے۔ میدان خالی پایا۔ اور بے اختیار دوڑ کے راہبہ کے قدمون پر گر پڑی۔ پہلے اُس کے قدمون کو اپنے آنسوؤن سے دھویا۔ پھر جس طرح مریم مگدلینی اور مرتھا اپنے ریشم کے ایسے نرم اور خوبصورت بالون کو رگڑ رگڑ کے حضرت مسیح کے پاؤن مین عطر لگایا کرتی تھین اُسی طرح یہان ملکہ مریم اپنی سنہری اور نرم و نازک زلفون سے اس راہبہ کے قدم معطر کرنے لگی۔

راہبہ نے غضبناک ہو کے پاؤن کھینچ لیے۔ اور کچھ کہا جسے مریم بالکل نہین سمجھ سکی۔ اور حیرت و مرعوبیت سے اُس کا منھ تک رہی تھی کہ خادمہ نے

یونانی زبان مین کہا "ملکہ۔ ہم لوگون کو کیون پریشان کرتی ہے؟ اگر ہمارا رہنا تجھے ناگوار ہے تو ہم آج ہی چلے جاتے ہین"

مریم۔ (رو رو کے اور آنسو بہا کے) "ہان! مجھے اس مقدس دربار سے محروم کر کے نہ نکالیے۔ صرف ظاہر مین ایران کی ملکہ ہون۔ مگر اصل مین میری حالت ایک ادنی عورت سے بھی بدتر ہے۔ اس درگاہ مین بڑی بڑی آرزوئین لائی ہون"

اس کا مطلب خادمہ کی زبان سے سُن کے راہبہ نے پھر کچھ الفاظ کہے۔ اور اُسی مریدہ کے بتانے سے معلوم ہوا کہ پوچھتی ہین "تمھاری کیا آرزو ہے؟"

مریم "تاجدار شوہر کو مجھ سے محبت نہین۔ اور ایک عربی شخص اُسے میرے خلاف بھڑکا رہا ہے"

اس کا ترجمہ سُن کے راہبہ نے پھر کچھ کہا اور عبادت مین مشغول ہو گئی اور خادمہ نے بتایا کہتی ہین "اچھا جاؤ۔ میرا پیچھا چھوڑو۔ تمھاری آرزو بر آئے گی"

ایسا حکمی دعوی اور پھر ایسی بے پروائی سے کر کے دوسری طرف متوجہ ہو جانا دیکھ کے مریم کچھ گھبرا سی گئی۔ دل مین متردد تھی کہ اس وعدے پر اپنا اطمینان کرے یا نہ کرے۔ مگر اس وقت یہی مناسب معلوم ہوا کہ جھک کے راہبہ کے قدم چومے اور چپکے سے اُٹھ کے چلی آئی۔ اور سیلیوش سے گھر مین ادھر اُدھر کی باتین کرتی رہی۔ مگر راہبہ کے وعدے کا کسی سے ذکر نہین کیا۔ خدا خدا کر کے شام ہوئی۔ اور چراغ روشن ہو رہے تھے کہ ایک خادمہ نے آ کے عرض کیا "طلیح جو دربار خسروی کا سب سے بڑا مشیر ہے ایک مترجم کے ساتھ دروازے پہ حاضر ہے۔ اور باریابی کا آرزومند ہے" یہ بات کبھی مریم کے خواب و خیال مین بھی نہ گزری تھی کہ طلیح جو شیرین کا دوست اور اُس کے اغراض کے مخالف ہے یون خود بخود اُس کے پاس چلا آئے گا۔ سنتے ہی چونک پڑی۔ اور گھبرا کے خادمہ سے پوچھا "طلیح!"

خادمہ "جی حضور طلیح۔ وہی جو رات دن شہنشاہ کی صحبت میں رہتا ہے۔"

مریم "کیون آیا ہے؟"

خادمہ "لونڈی کو اس کی کیا خبر؟"

مریم۔ (ذرا سوچ کے) "اچھا جا اور اپنے ساتھ لے آ۔"

خادمہ تو باہر گئی۔ اور وہ دل مین کہنے لگی "سمجھ مین نہین آتا کہ یہ کیون آیا ہے؟ کیا مقدس راہبہ کی زبان مین اتنا اثر ہے کہ اتنی جلدی ایسے دشمن کا دل پلٹ گیا؟ ——" ناگہان طلیح آیا۔ آتے ہی دوڑ کے مسیحیہ ملکہ کے قدمون پر گر پڑا۔ اور سر رگڑنے لگا۔ مریم سناٹے مین کھڑی تھی۔ اور طلیح کی حرکتون کو حیرت سے دیکھ رہی تھی کہ مترجم نے کہا "ملکۂ زمان۔ طلیح نہایت عاجزی سے عرض کرتا ہے کہ اُس کی خطا معاف کی جائے۔ حضور اُس کی طرف سے اپنا دل صاف کرلین۔ اور اُسے اپنا وفادار غلام سمجھین۔"

مریم۔ (تعجب سے) "مین تو تمھین شیرین کا دوست سمجھتی تھی۔"

طلیح۔ "غلام کو اگرچہ شیرین کی سرکار سے تعلق رہا ہے۔ مگر اس کا ہمیشہ سے معترف ہے کہ حضور ہی بانوے شہریار۔ تاج و تخت کی شریک۔ اور ولیعہد دولت ساسانی کی والدہ ہین۔ حضور کے حقوق کے مقابل مین شیرین کی کوئی وقعت نہین۔" اب یہ گفتگو اُسی ہمراہی شخص کی مسترجمی سے ہو رہی ہے۔

مریم طلیح کے ان جملون کو فریب اور جھوٹ سمجھتی۔ مگر راہبہ کا کہنا یاد آیا۔ اور دل مین کہنے لگی "بےشک یہ سچا ہی" پھر پوچھا "اور تم یہان میرے پاس کیون آئے ہو؟"

طلیح "اپنا قصور معاف کرانے۔ اور اپنی طرف سے حضور کا دل صاف کرانے کو۔"

مریم کی حیرت اب اور بڑھ گئی۔ بولی "اور آج تک کبھی اور کیون نہ آئے تھے؟"

طلیح ۔(عاجزی سے اور آنکھون سے ٹپ ٹپ آنسو گرا کے)"اس کا سبب حضور نہ پوچھین۔"

مریم ۔"نہین ضرور بیان کرو۔ بغیر اس کے تمھاری طرف سے میرے دل کے شبہے نہین مٹ سکتے۔"

طلیح ۔"حضور ۔ یہ غلام اپنی سرکشی و سرتابی کی سزا پا چکا ہے ۔ اور گزشتہ افعال کو یاد کر کے اپنے اوپر لعنت ملامت کر رہا ہے۔"

مریم ۔(متحیر صورت بنا کے)"مگر آخر بیان تو کرو کہ کیا ہوا؟"

طلیح ۔"غلام آج دوپہر کو ذرا سو گیا تھا ۔ ناگہان کیا دیکھتا ہون کہ ایک نورانی صورت اور مقدس و متبرک چہرہ سامنے ہے ۔ اس چہرے کے گرد نور کا ایک حلقہ ہے ۔ اور سر پر خوبصورت حورین اپنے پرون سے سایہ کیے ہوے ہین ۔ یہ بزرگ صورت دیکھتے ہی مین دوڑا کہ قدم چوم لون ۔ مگر ارادہ ہی کیا تھا کہ یکایک آسمان سے آگ کی ایک سرخ اور جلتی ہوئی سلاخ اُتری اور مجھے مار کے ہٹا دیا ۔ اس سلاخ کے صرف چھو جانے سے معلوم ہوا کہ جیسے تمام بدن مین آگ لگ گئی ۔ مین گرمی کی شدت سے تڑپ گیا ۔ اور اُن بزرگ کے سامنے زمین پر لوٹ لوٹ کے ہزار الحاح و زاری کی مگر اُنھون نے توجہ نہ کی ۔ اور میری بے چینی کی کوئی انتہا نہ تھی ۔ آخر میرے رونے پیٹنے پر اُنھون نے کہا "اے شخص تو کافر و گنہگار ہے ۔ اور اُس شخص کا بدخواہ ہے جو نہایت ہی پاک دامن و پاک دل ہے ۔ جا اب یہ گرمی کا عذاب تجھ پر مسلط رہے گا ۔ اور جب تک تو ملکۂ مریم کے پاس جا کے الحاح و زاری سے اپنی خطا نہ معاف کرا لے گا ۔ اور وہ نہ معاف کر دے گی تجھے اس عذاب سے نجات نہین مل سکتی۔"

مین نے گھبرا کے پوچھا "اور آپ کون بزرگ ہین؟" جواب ملا کہ "سینٹ بطرس" یہ جواب دیتے ہی وہ بزرگ آسمان پر چلے گئے ۔ اور میری آنکھ کھل گئی ۔ اُسی وقت غلام نے دل مین دین مسیحی اختیار کر لیا ۔ مگر بعض مجبوریان ایسی ہین کہ اس تبدیل مذہب کو ابھی ظاہر نہین کر سکتا ۔ اور حضور کی خدمت مین

حاضر ہوا ہون کہ میری خطا معاف فرمائین - اور ایک سچے مسیحی کی طرح آپ کے سامنے مین اقرار گناہ کو حاضر ہون ۔"

مریم "پہلے یہ تو معلوم ہو کہ تم نے میرا کیا گناہ کیا ہے؟"

طلیح "غلام حضور کے اغراض کے خلاف تھا - شیرین جو آپ کی دشمن ہین اُن کا طرفدار تھا - اور شہریار کو حضور کے خلاف غلام بھڑکاتا رہتا تھا - اب اس سے بڑا کیا گناہ ہو سکتا ہے؟"

مریم "تو بادشاہ کا میری نسبت اب کیا ارادہ ہے؟"

طلیح "وہ تو چاہتے ہین کہ شیرین کو اپنی ملکہ بنا لین مگر خود شیرین کو جبتک حضور موجود ہین نہین منظور ۔"

مریم "مین تمھاری خطا معاف کرون گی مگر اس شرط سے کہ جس طرح تم نے شہریار کو میرے خلاف کیا ہے - اب میرے دوست بن کے اُنھین میرے موافق اور شیرین کا دشمن بناؤ - خطا تو معاف ہی کر دون گی - لیکن اگر تم شیرین کے دنیا سے فنا کر دینے کی کوشش کرو - اور مین ہمیشہ کے لیے اُس سے نجات پا جاؤن تو تم سے بہت ہی راضی بلکہ تمھاری احسان مند ہو جاؤن گی ۔"

طلیح "غلام اس خدمت کو فورا بجا لائے گا - آپ شہریار سے اخلاق کے ساتھ ملنا شروع کرین - چند ہی روز مین اُنھین اپنا مطیع و جان نثار پائین گی - اور شیرین کے بدنام کرنے کی تو ایک نہایت ہی عمدہ تدبیر نکل آئی ہے ۔"

مریم (خوش ہو کے) "وہ کیا؟"

طلیح "فرہاد نام ایک کوہکن اُن کی صورت کا عاشق ہو گیا ہے - اور علانیہ عاشقی کا دم بھرتا پھرتا ہے - بس صرف اسی ضرورت ہے کہ بادشاہ کو اس کی خبر کر دی جائے - اور ثابت کر دیا جائے کہ شیرین سے اُس سے تعلق ہے ۔"

مریم "بہت ہی اچھی تدبیر ہے - ایسی کہ چوٹ ہی نہ پڑے - تو پھر تمھین بادشاہ کو اس کی خبر کرنا ۔"

طلیح "ضرور - آپ مطمئن رہین - لیکن اس بات کا اطمینان دلا دین کہ میری خطا آپ نے معاف کر دی ۔"

مریم ”ہاں میں نے تمہارا سب قصور معاف کیا۔ اور آیندہ سے تمہیں اپنا دوست سمجھوں گی“

طلیحہ ”دیکھیے حضور کی زبان سے معافی کا لفظ نکلتے ہی مجھے تسکین سی ہو گئی“

یہ کہہ کے مریم کے قدموں پر گر پڑا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کے وفاداری کا بہت کچھ وعدہ کیا۔ اور رخصت ہو کے چلا گیا۔

طلیحہ کے جاتے ہی مریم کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اور جو جو حیرت بڑھتی جاتی تھی۔ اُس راہبہ سے عقیدت بھی زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ آخر چین نہ آیا۔ اور اُسی وقت اُٹھ کے اُس مقدس راہبہ کے پاس دوڑی گئی۔ اور قدموں پر گر کے شکر گزاری کا اقرار کیا۔ راہبہ بہت دیر تک ایک وحشت کے ساتھ اُس کی صورت دیکھتی رہی۔ پھر اپنی مریدہ کے ذریعہ سے کہا ”بس جا۔ غرض تو حاصل ہو گئی۔ پھر اب کیوں آئی ہے؟“

مریم ”میں چاہتی ہوں کہ آپ کی اس مریدہ کی طرح میں بھی ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہوں۔ اور لونڈی ہو جاؤں“

یہ سُن کے راہبہ بالکل اپنی عادت کے خلاف ذرا مسکرائی اور اپنے پاس سے تھوڑی روٹی نکال کے اُس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ اور کہا ”لے اسے کھالے۔ پھر ہمیشہ کے لیے مقدس ولیوں کی برکت تیرے ساتھ رہے گی۔ اور تجھے پھر کبھی میرے پاس آنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ یہ وہ پاک اور بابرکت روٹی ہے جو تین برس ہوئے خاص کنیسۂ شمع پر عشاء ربانی میں چڑھائی گئی تھی۔ یعنی اس مقام پر جہاں مسیح کی روح تین دن تک آرام کرتی رہی تھی“

مریم نے وہ روٹی راہبہ کے سامنے ہی نہایت ادب اور خوش عقیدگی کے ساتھ کھائی۔ اور رخصت ہو کے اپنے محل کو گئی۔ ابھی زیادہ دور نہ گئی ہو گی کہ راہبہ نے ہنس کے اپنی خادمہ کی طرف دیکھا اور عربی زبان میں کہا ”رفادہ! ہماری غرض تو حاصل ہو گئی۔ مریم ہمیشہ کے لیے گئی۔ اور اب پھر کبھی نہ آئے گی۔ خوبصورت شیرین کا مقصد حاصل ہو گیا۔ اور طلیحہ کو فخر و ناز ہو گا کہ خود اُس نے اُس کا بڑا کام کر دیا۔ اور کس لیاقت سے؟ بس اب ہمیں بھاگنا چاہیے“

مریدہ "بے شک - بیوی اب یہان ایک گھڑی کو ٹھہرنا بھی اپنے ساتھ دشمنی کرنا ہے" - اسی وقت دونون عورتون نے اپنی کمایان اُٹھالین - اور کنیسہ سے نکل کے شہر کی گلیون مین غائب ہوگئین - تھوڑی ہی دیر کے بعد سارے شہر مین ایک کہرام مچا ہوا تھا - شاہی محل مین ماتم بپا تھا - اور ہر شخص کی زبان پر تھا کہ "ملکہ مریم کی زندگی کا چراغ گل ہوگیا" لوگ گلی کوچون مین ملکہ کی موت پر افسوس کرتے پھرتے تھے - اور جو سنتا تھا اس راہبہ کو گالیان دیتا تھا جس نے اتنا بڑا ظلم کیا - فوجی عہدہ دار - اور شاہی غلام اُس کی جستجو مین ہر طرف گشت لگا رہے تھے مگر کسی کو پتہ نہ لگا کہ کہان گئی - اور کیا ہوگئی -

پچیسوان باب

شیرین و فرہاد

مریم کی موت نے ایک زمانے کو حیرت مین ڈال دیا - بے شک یہ بات سب کے دل مین کھٹکتی تھی کہ شیرین کے سوا اور کسی کو اُس کی جان لینے کی ضرورت نہ تھی - مگر کوئی ایسا سلسلہ نہین قائم کیا جا سکتا تھا کہ شیرین کو کسی قسم کا الزام دیا جاے - خود شیرین حیرت مین تھی کہ یہ کون راہبہ تھی اور اُس نے ملکۂ ایران کی جان لینے مین کیا فائدہ سمجھا - اور واقعی طلیح نے اسقدر چھپانے حولہ کو اس کام پر مامور کیا تھا کہ سوا اُن دونون میان بیوی کے اور کسی کو اطلاع نہ تھی - خود اُنکا شفیق منذر بن عدی بھی بالکل ناواقف تھا لیکن اصلی سازش سے ہزار ناواقف ہون شیرین اور خسرو پرویز دل ہی دل مین اُس راہبہ کے ممنون ضرور تھے جس نے اُن کے درمیان مین کوئی جھگڑا نہین باقی رکھا تھا -

مریم کے آغوش لحد مین سپرد کیے جانے کے چند ہی روز بعد شیرین نے تاج سر پر رکھا - اور خسرو پرویز کی نازنین و ناز آفرین ملکہ بن گئی - لیکن اب ایک نیا جھگڑا پیش تھا - فرہاد کا نام ایک سچے عشق اور پیا کانہ ذوق و شوق کے ساتھ ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر تھا - اور اُس کی شہرت اس درجہ کو پہونچ گئی تھی کہ پرویز اُسے علانیہ قتل کراتے بھی ڈرتا تھا - مگر فرہاد کے

عشق نے اُسے شیرین پر کسی قسم کی بدگمانی کا موقع نہین دیا۔ شیرین کی طرف سے اُسے پورا اطمینان تھا۔ اس لیے کہ اُس کی وفاداری و عصمت مین کسی قسم کا شبہ نہین کیا جا سکتا تھا۔ وہ ہر وقت اُس پر جان نثار کرنے کو تیار رہتی۔ اور خلوت و جلوت ہر حالت مین تاجدار ایران پر اس قدر حاوی تھی کہ جدھر دیکھتا شیرین ہی نظر آتی۔

چند روز بعد خسرو پرویز۔ شیرین۔ طلیح۔ زید بن عدی۔ اور تمام ارکان دولت کو لے کے اپنے قدیم دار السلطنت مدائن مین آیا۔ اور پایہ تخت عجم مین ہر جگہ خوشی کے جلسے ہونے لگے۔ طلیح اب اتنے دنون مین فارسی زبان ضرورت کے موافق بولنے لگا تھا۔ مترجم کی بہت کم ضرورت لاحق ہوتی۔ اور اکثر بے تکلفی کی صحبتون مین بغیر کسی کی مدد کے خود ہی اپنا مافی الضمیر بادشاہ پر ظاہر کر دیا کرتا۔ خسرو پرویز کو اب کسی بات کی فکر نہ تھی۔ شیرین کی دربایانہ حرکتون کو دیکھتا اور اس قدر محو ہو جاتا کہ اُن سے لطف اُٹھانا بھی بھول جاتا۔ ایکدن طلیح ایوان شہریاری مین بادشاہ کے سامنے ادب سے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ اور پرویز کے پہلو مین شیرین بیٹھی ہوئی شراب کے جام دے رہی تھی۔ خسرو عجم اپنی عادت کے مطابق اُس کے کرشمون اور ناز و انداز کی اداؤن کو محویت سے دیکھ رہا تھا کہ شیرین اجازت لے کے کسی کام کو چلی گئی۔ اور خسرو ایک عجیب بے خودی کے ساتھ اُس جانب دیکھتا رہ گیا جدھر شیرین گئی تھی۔

چند لمحون کے بعد جب ذرا ہوش آیا تو طلیح کی طرف دیکھ کے بولا "اس مین وہ ظالم ادائین ہین کہ وصال مین بھی دل کی بیتابی و بیقراری نہین جاتی۔"

طلیح۔ (ادب سے ہاتھ جوڑ کے) "بے شک۔ آخر شہنشاہ کجکلاہ کی معشوقہ کو ساری دنیا بھر کے معشوقاؤن سے زیادہ حسین و ناز آفرین ہونا ہی چاہیے۔"

اس کے جواب مین پرویز تھوڑی دیر تک ایک سوچ مین رہا۔ پھر سر

اُٹھا کے بولا:" مگر طلح! دنیا مین کسی کو پورا اور سچا اطمینان نہین نصیب ہو سکتا۔"

طلح - (سامنے زمین چوم کے) "کیون؟ اب ان کامیابیون اور حقیقی آرزومندیون کے بعد شہریار گیتی ستان کو کیا فکر ہو سکتی ہے؟ خداوند اُسے بیان فرمائین۔ اور یہ غلام اُس کے دُور کرنے مین اپنی جان لڑا دے گا۔"

خسرو "یہ بات انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ یزدان پاک شاد کو منظور ہی نہین کہ انسان بالکل بے فکر ہو جائے؟"

طلح "مگر جو کچھ ہو۔ حضور اُس تردد کو بیان تو فرمائین ہماری جانین اسی لیے ہین کہ شاہی فکرون پر قربان ہون۔"

خسرو - (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) "شیرین نازآفرین جس سے ملنے کی آرزو نے زندگی بے مزہ کر رکھی تھی میرے مشکوے سلطنت کو رونق دے رہی ہے۔ اُس کے وصل سے شادکام ہون۔ مگر اب یہ اندیشہ ہے کہ ایک رقیب پیدا ہوا جو ایک ذلیل وادنیٰ شخص ہو کے میرے مقابلہ مین شیرین کا آرزومند ہے۔ اگرچہ مجھے شیرین سے کوئی شکایت نہین۔ وہ میری ہے۔ مجھ پر جان فدا کرنے کو تیار ہے۔ اور باوجود معشوقانہ ناز و انداز کے میرے ہر حکم کو سر آنکھون سے بجا لاتی ہے۔ اس کے ساتھ پاک دامن ہے اور باعفت۔ مگر اس کو کیا کرون کہ جب فرہاد کا خیال آجاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی تیر کلیجے مین اُتر گیا۔ اور واقعات ایسے ہین کہ مین فرہاد کی جان لینے کا بھی ارادہ نہین کر سکتا۔"

طلح "خداوند یہ کوئی تردد کی بات نہین۔ فرہاد کو بلائیے۔ اور امتحان کے بہانے ملکۂ شیرین کی زبان سے کسی ایسے کام کی فرمائش کرا دیجیے جس کا سرانجام دنیا انسانی طاقت سے زیادہ ہو۔"

خسرو - (سوچ کے) "ایسا کون سا کام ہو سکتا ہے؟"

طلح "حضور بہت کام ہین۔ فرہاد کو کوہکنی کا دعوی ہے۔ ملکۂ پری جمال

اُس سے فرمائش کریں کہ اپنے عشق کے ثبوت میں مدائن سے قصرِ بے ستون تک ایک نہر کھود کے تیار کر دے جس کے ذریعہ سے ملکہ کے لیے وہاں دودھ پہونچایا جا سکے۔ یہ ایسا کام ہے کہ اُس کے لیے فرہاد کے ایسے چار فرہادوں کی بھی زندگی کافی نہ ہو سکے گی۔"

خسرو۔ (مسکرا کے) "تدبیر تو اچھی بتائی ہے۔ واقعی تم بڑے ذہین آدمی ہو۔ میں اسی وقت اس کا بندوبست کروں گا۔"

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ شیرین آئی۔ اور ایک ناز و ادا کے ساتھ پرویز کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ پرویز نے مسکرا کے اُس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "شیرین! میں فرہاد کے معاملے میں نہایت ہی متردد تھا۔ مگر اس وقت میرے لائق رفیق طلح نے ایسی تدبیر بتائی کہ سارا تردد دور ہو گیا۔"

شیرین۔ (متین صورت سے) "وہ تدبیر کیا ہے؟"

خسرو۔ "یہ کہ تم فرہاد کو اپنے سامنے بُلا کے اُس کے عشق کا امتحان لو۔"

شیرین۔ (فکرمندی کے ساتھ) "کیونکر؟"

خسرو۔ "اس طرح کہ اگر تمھارا سچا عاشق ہے تو یہاں سے ایوانِ بے ستون تک دودھ کی ایک نہر جاری کر دے۔"

شیرین نے یہ سن کے کسی قدر غور کیا۔ پھر سر اُٹھا کے بولی "لونڈی کو شہریار کے حکم میں کوئی عذر اور تامل نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ اُس غریب پر ظلم ہو گا۔"

پرویز۔ "آہ! اور تمھیں اُس ظلم کی پروا نہیں جو اُس کے ہاتھوں مجھ پر ہو رہا ہے؟"

شیرین۔ "حضور کا فرمانا بجا ہے مجھے اُس کا امتحان لینے میں کوئی عذر نہیں۔"

اسی وقت شاہی حکم سے فرہاد پرویز کے دربار میں لایا گیا۔ شیرین ایک نقاب ڈال کے سامنے آئی۔ اور دو چار معمولی باتیں کر کے اُس سے کہا "اگر تمھیں میرا سچا عشق ہے اور مجھے دل و جان سے چاہتے ہو تو ایک ایسی نہر کھود کے تیار کر دو جس کے ذریعہ سے مدائن سے ایوانِ بے ستون تک میرے پاس

دودھ پہونچ جایا کرے" فرہاد نے یہ فرمائش سن کے پہلے ایک آہ سرد بھری پھر بولا "میں یہ امتحان دینے کو تیار ہون - مگر اتنی تمنا ہے کہ کام شروع کرنے سے پہلے ایک مرتبہ جمال جہان آرا کی زیارت کر لون" شیرین نے نقاب اُلٹ کے فرہاد پر اپنے حسن کی بجلی گرائی - اور وہ بیتاب ہو کے عجب بے اختیاری و جوش و خروش کے ساتھ شاہی محل سے جنگل کی طرف بھاگا - اور جاتے ہی پہاڑون پر تیشہ زنی کرنے لگا -

اس کارروائی نے خسرو پرویز کو بہت کچھ اطمینان دلا دیا تھا - جوش مسرت مین دو چار جام شراب پیے - اور شیرین اُسے اُٹھا کے اُس کے قصر زنگار مین لے گئی -

اس خاص دربار کے برخاست ہونے کے بعد طلیح اُٹھ کے اپنے مکان مین آیا - جہان زید بن عدی اُس کے انتظار مین بیٹھا خولہ سے باتین کر رہا تھا - دونون ہم خیال دوست بہت بے تکلفی سے ملے - اور طلیح نے دربار کی سرگزشت اور شیرین و فرہاد کی حسرتناک داستان بیان کی - جسے سن کے زید نے کہا "آپ کی ذہانت اور خداداد فطرت مین کسے شک ہو سکتا ہے؟ اب دنیا آپ کے ایسے صاحب تدبیر سے خالی ——"

طلیح - (بات کاٹ کے) "خیر یہ باتین تو ہوتی ہی رہین گی - اب ہمین ذرا اپنے اغراض و مقاصد کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ جن کامون کے لیے ہم آئے تھے اُن مین سے کتنے کام ہو چکے اور کتنے باقی ہین"

زید "ابھی اصلی کام تو باقی ہی ہے"

طلیح "وہ کیا؟"

زید "منذر سے انتقام لینا - مجھے اپنے والد کے خون کا انتقام لینا ضروری ہے - اور اس کا آپ وعدہ کر چکے ہین"

طلیح "بے شک - مگر یہ کوئی مشکل کام نہین - اب تو تم بادشاہ کے مصاحب اور معتمد علیہ ہو جس وقت چاہو منذر کو قتل کرا سکتے ہو - مگر مین اس کام

ایک جدت کے پہلو اور نئے انداز سے انجام دینا چاہتا ہوں۔"

زید "یہ تو آپ کی طبیعت کا خاصہ ہے۔"

طلحہ "دیکھیے میں نے کس خوبصورتی سے شیرین کو ایوان خسروی میں بآسانی پہونچا دیا؟"

زید "نہایت عمدگی سے۔ مگر اس میں آپ کو مریم کے ناگہان مرجانے سے مدد مل گئی۔"

طلحہ "خوب! اور یہ نہیں جانتے کہ وہ مرکیوں گئی؟"

زید "سنتا ہوں کسی راہبہ نے جو شام سے آئی تھی اُسے زہر دے دیا اور بھاگ گئی۔"

طلحہ "اور اُس راہبہ کو پہچانتے ہو؟"

زید "میں کیا جانوں؟ کبھی دیکھا ہو تو پہچانوں؟"

طلحہ "مگر دیکھا ہوتا تب بھی نہ پہچان سکتے۔"

زید "آخر وہ تھی کون؟ شاید آپ اُسے جانتے ہیں؟"

طلحہ "میں بھی جانتا ہوں اور تم بھی جانتے ہو۔ یہی ہماری خولہ تھی جسے خود میں نے سمجھا بجھا کے بھیجا تھا۔"

یہ سنتے ہی زید ایک سناٹے میں آگیا۔ اور اُس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی بدحواسی کے ساتھ زبان سے نکلا "خولہ!" اور خولہ کی صورت دیکھنے لگا خولہ نے مسکرا کے کہا "ہاں ہاں میں ہی تھی۔ مگر دیکھو کسی کے سامنے ذکر نہ کرنا۔"

زید "مگر تم اکثر باہر جایا کرتی ہو۔ اس سے احتیاط کرنا چاہیے شاید کوئی پہچان لے۔"

طلحہ "یہ ایسا بھیس بدل کے گئی تھیں کہ کسی نے لاکھ دیکھا ہو تا انھیں نہ پہچان سکتا۔"

زید "اور وہ تمھاری مریدہ کون تھی؟"

طلحہ "اُسے بھی تم جانتے ہو وہ حیرہ کی عربی و فارسی داں خوبصورت لونڈی

رفادہ تھی اسی غرض کے لیے تو وہ مول لی گئی تھی!"
زید۔ "ہان - ہان - بڑی خوش رو عورت تھی - مین چاہتا تھا کہ آپ سے مانگ لون - پھر اُس کے بعد وہ کیا ہوئی؟ کیا بھاگ گئی؟"
طلحہ۔ "ہمارا راز معلوم کرکے بھاگ سکتی تھی! یہ کام لینے کے بعد ہم نے اُسے فوراً قتل کر ڈالا - ممکن تھا کہ کبھی اُس کی زبان سے نکل جاتا - اور ہم سب آفت مین پھنستے - ایسے شخص کو تو ایک گھڑی کے لیے بھی زندہ نہ چھوڑنا چاہیے"
زید۔ "مگر افسوس بڑا ظلم کیا!"
طلحہ۔ "ظلم! اسے ظلم کہتے ہو! بعض معاملات مین جب تک انسان دل مضبوط نہ کرے کامیابی نہین حاصل ہو سکتی - ہمارے اغراض کے لیے اُس کا مرنا ضروری تھا - اور قتل کرنے ہی کے لیے ہم نے اُسے مول لیا تھا"
زید۔ "خیر تو اب مجھے کب انتقام لینے کا موقع ملے گا؟"
طلحہ۔ "بہت جلد - ذرا شیرین اور خسرو پرویز کو ملے تھوڑا زمانہ گذر جانے دو - اور اتنا ہو جائے کہ خسرو کا جوش عشق ذرا دھیما پڑ لے - اگرچہ آج ہی مجھے نظر آ گیا کہ اب اُس کے ذوق و شوق مین کمی پیدا ہو چلی ہے - بس تھوڑے ہی دنون اور انتظار کرنا ہوگا"
زید۔ "مگر بادشاہ کا جوش فرو ہونے کو اس سے کیا تعلق؟"
طلحہ۔ "تم نہین جانتے - جو تدبیر مین نے سوچی ہے اگرچہ تمھارے ہی ہاتھ سے کرائی جائے گی - مگر مین ابھی اُسے نہین بتاؤنگا - جب وقت آ جائے گا اُسی وقت تم کو معلوم ہوگی! معلوم ہوتا کیسا مین اچھی طرح سکھا پڑھا دون گا - اس لیے کہ اُس کی تعمیل تمھارے ہی ذریعہ سے ہوگی"
زید۔ (مسکرا کے) "لیکن اگر بتا دیجیے گا تو مین کسی سے بیان نہ کرون گا"
طلحہ۔ "چاہے بیان کرو یا نہ کرو - لیکن کسی کارروائی کو قبل از وقت بتا دینا میرے اصول کے خلاف ہے"
زید۔ "خیر نہ سہی - آپ کی مصلحتون مین مین دخل نہین دے سکتا - ایاس کا کچھ پتا چلا؟ خدا جانے اس وقت تک کیون نہین آیا؟"

طلیحہ: "سنا ہے کہ ہند کی محبت کے جوش میں وہ حیرہ کے تاج و تخت سے دست بردار ہو کے اُسی کنیسہ میں گیا جہاں شاہزادی ہند راہبہ بن کے بیٹھی ہے۔ اُس کی خوشامد میں اپنی قوم بلکہ ساری دنیا کو چھوڑ کے راہب بنا ہے۔ اور دین مسیحی اختیار کر لیا۔"

زید: "لیکن ہند اُس کو پسند نہیں کر سکتی۔"

طلیحہ: "تم دیکھو تو سہی کہ ان معاملات کا کیا نتیجہ ہوتا ہے؟ میں نے وہ تدبیریں سوچی ہیں کہ سارے عرب کا طبقہ اُلٹ دوں گا۔ اور ایک ساتھ ہی ان ان سب کو اپنی سرکشیوں اور شہوت پرستیوں کا بدلہ مل جائے گا۔"

خولہ: "ہبل تمھاری مدد کرے گا۔ اور کہیں جلدی ایسا ہو کہ میں خوش ہوں اس لیے کہ مجھے بھی کئی شخصوں سے انتقام لینا ہے۔"

زید۔ (تعجب سے) "کیوں بیوی تمھیں کس سے انتقام لینا ہے؟"

خولہ: "ابھی نام نہ بتاؤں گی۔"

طلیحہ: "مگر تمھیں تو صرف ایک شخص سے انتقام لینا تھا۔ کئی کیسے؟"

خولہ: "بس دو شخصوں سے ایک تو ــــــ"

طلیحہ۔ (بات کاٹ کے) "ہاں ہاں ایک تو وہ جسے جانتا ہوں اور دوسرا؟"

خولہ: "دوسری ظالم مرجانہ نہیں ہے؟"

طلیحہ۔ (نہایت جوش سے) "بے شک! بے شک! مجھے اور تمھیں دونوں کو اُس کم بخت سے انتقام لینا ہے۔ اور نہایت سخت انتقام۔"

یہ کہتے وقت طلیحہ میں ایسا جوش پیدا ہوا کہ آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ چہرے پر مجنونانہ غیظ و غضب کے آثار نمایاں ہوے۔ اور زید اُسے حیرت و خوف کی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر طلیحہ نے اپنا غصہ فرو کرنے کے لیے خولہ کو کھینچ کے گود میں بٹھا لیا۔ اُس کے منہ کو کئی دفعہ چوما۔ خمار آلود آنکھوں کے کئی بوسے لیے اور بولا "پیاری خولہ! تو ہمارامیں میری مونس و غمگسار رہی ہے۔ اور بڑے بڑے نازک اور مشکل موقعوں پر تو نے رفاقت کی ہے۔ ہم اور تو دراصل ایک ہیں اور ہمارے تیرے دشمن بھی ایک ہی ہیں۔ جن سے مجھے انتقام لینا ہے

اُنھین سے مجھے بھی انتقام لینا ہے۔ مگر ابھی یہ راز کھل نہین سکتا۔ یہ اُسی وقت کھلے گا جب انتقام کی تلوار میان سے نکلے گی۔ اور جزیرہ نما عرب مین ہرجگہ آتش عرب کے شعلے بلند ہورہے ہون گے ؟

ان دونون میان بیویون کی یہ حالت دیکھکر زید بن عدی دل مین کسی قدر خوف زدہ سا ہوگیا۔ مگر کچھ پوچھنا خلاف مصلحت خیال کرکے اُن سے رخصت ہوا۔ اور ایوان خسروی کے اُس کمرے کی راہ لی جہان اپنے خدمات مفوضہ سرانجام دینے کے لیے حاضر رہا کرتا تھا۔

چھبیسوان باب

خسرو پرویز عرب کے حسن وجمال کا دیوانہ ہے۔

اب خسرو وشیرین کے باہمی تعلقات نہایت ہی لطف پر ہین۔ نہ کسی بات کا غم ہے۔ اور نہ کسی چیز کا کھٹکا۔ شب وروز دَور شراب چلتا رہتا ہے۔ اور جب دیکھیے نازآفرینی وناز برداری کی صحبت گرم ہے۔ لیکن فطرت انسانی اور خصوص اُن لوگون کی طبیعت کا جو ایک ہی قسم کی لذت مین محو ہوجاتے ہین یہ لازمی تقاضا ہے کہ چند روز بعد اُس آرزومندی ومعقدوری سے بھی عاجز آجاتے ہین جو بڑی امیدون اور تمناؤن کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اور کیسی ہی لطف ومسرت کی بات ہو جہان معمولی ہوگئی اُس سے جی اُکتا جاتا ہے۔ یہی حال اب خسرو پرویز کا ہے۔ تھوڑے ہی دنون مین شیرین کی نازآفرینیان کسی قدر پھیکی معلوم ہونے لگین۔ اس بے لطفی کو فرہاد کے جوش جنون نے اور بڑھایا۔ فرہاد کی طرف سے اگرچہ طلح نے حکمت عملی سے اُس کو اطمینان دلادیا ہے۔ اور اب اُسے یقین ہے کہ فرہاد کو اپنے غیر معمولی کام اور غیر ممکن سوال کے پورا کرنے سے کبھی اتنی فرصت ہی نہ ملے گی کہ شیرین کی طرف توجہ کرے۔ لیکن اس کی کیا تدبیر ہوسکتی تھی کہ اب خسرو پرویز کی نظر مین شیرین نازآفرین مین وہ دلفریبیان ہی نہین باقی رہین جو مریم کی زندگی مین بیتاب وبیقرار کیے ہوے تھین۔ طبیعت کی اس بے مزگی کو ایک عرصہ تک وہ دل ہی دل مین دباے رہا۔ مگر آخر ضبط

نہ ہو سکا۔ اور ایک دن تنہائی مین طلیح اور عدی بن زید کے سامنے کہہ بیٹھا کہ "انسان دنیا مین ہر چیز مل سکتی ہے مگر ایسی معشوقہ نہین ملتی جو سیرت وصورت مین کوئی عیب نہ رکھتی ہو؟ ہر امر مین کمال کے درجہ کو پہونچی ہوئی ہو اور جس سے دل کو کسی قسم کا صدمہ نہ پہونچے"

طلیح ۔ (زمین ادب چوم کے) "کیا ملکہ شیرین مین ایسا کمال نہین ہے؟"

پرویز ۔ (ایک آہ سرد کھینچ کے) "اگر اُسی مین ایسا کمال ہوتا اور اُس کی خوبی و رعنائی مین کوئی عیب نہ ہوتا تو میرا دل اس وقت پژمردہ و افسردہ نہ ہوتا"

طلیح "خداوندا غلام کو معلوم ہونا چاہیے کہ عورت کا اصلی کمال کیا ہے۔ تاکہ اُس کے معلوم ہونے کے بعد یہ غلام ساری دنیا مین پھر کے اور جہان اور جس طرح ممکن ہو ایک باکمال معشوقہ حضور کے لیے ڈھونڈھ لائے"

عدی ۔ (جسے طلیح اس کے متعلق پہلے ہی پڑھا چکا تھا) "حسن وجمال کی تعریف تو تاجداران آل ساسان کے خزانے مین مدتون سے لکھی رکھی ہے۔ اس کو نکال کے دیکھا جائے تو جہان پناہ پر آشکارا ہو جائے گا کہ حسن کیا چیز ہے۔ اور وہ کیسی نازنین ہے جو اصلی اور واقعی معشوقہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہو"

پرویز ۔ (حیرت سے) "مجھے نہین معلوم تھا۔ کیا کوئی ایسی مستند تحریر ہمارے خزانے مین ہے؟"

عدی ۔ (ہاتھ جوڑ کے) "خداوند۔ اُس روز غلام خزانۂ شاہی کے قدیم عہد ناموں اور تحریرون کو دیکھ رہا تھا کہ قدیم الایام کا ایک نہایت ہی پُرتکلف نوشتہ ملا جو سفید حریر پر سنہرے حرفون مین لکھا ہوا ہے۔ اور ایک سونے کے صندوقچہ مین بند کر کے بڑی احتیاط سے رکھا گیا ہے۔ غلام نے اُس کو کھول کے پڑھا تو معلوم ہوا کہ قدیم عقلا سے عجم نے حسن وجمال کے اصلی وحقیقی اوصاف ایک جگہ منضبط کر دیے ہین۔ اور دعوی کیا ہے کہ جس معشوقہ مین ان اوصاف مین سے ایک بھی نہ ہو اُس کا حسن ناقص ہے"

خسرو پرویز ۔ (خوش ہو کے) "نہایت ہی عمدہ چیز ملی۔ مجھے اس کی خبر

نہ تھی کہ ہمارے آبا و اجداد اس حسن و عشق کے متعلق بھی ہمارے لیے ایک ہدایت نامہ چھوڑ گئے ہین۔ عدی ابھی اُس تحریر کو لا کے حاضر کرو اور مجھے سناؤ دیکھون میرا مذاق بزرگون کے مذاق سے کہان تک ملتا ہے۔"

طلیح "بے شک حضور اُس تحریر کو دربار مین پڑھا جانا چاہیے۔ تاکہ غلام بھی عقلاے قدیم کے تجربون سے فائدہ حاصل کر سکے۔"

عدی گیا۔ اور دم بھر مین اُس طلائی صندوقچہ کو لا کے کھولا۔ اور یہ اوصاف جو فارسی زبان مین تھے پڑھ کے سنانا شروع کیے۔

"معشوقہ وہ ہے جس کے حرکات و سکنات مین اعتدال ہو رنگت نکھری ہو۔ دربا ہے دندان سفید اور برف کے سے ہون۔ پلکین اور بھوین گھنی ہون۔ ابرو لمبے اور کھیچے ہوے ہون۔ جس طرح آنکھون کی سیاہی خوب گہری اور دلفریب ہو اُسی طرح اُن کی سفیدی بھی خوب براق اور روشن ہو۔ آنکھین بڑی بڑی اور کشادہ ہون۔ ناک اوپر سے خمدار ہو۔ اور نتھنے تنگ ہون۔ ان اوصاف کے ساتھ ناک کو خوب بلند ہونا چاہیے۔ رخسارے کھنچے ہون۔ اور قد ایسا ہو کہ جی چاہے دوڑ کے گلے سے لگا لیجیے۔ بال لمبے لمبے اور گھنے ہون۔ کان کے نیچے کا حصہ جہان گوشوارے لٹکتے ہین وسیع ہو۔ گردن لمبی اور صراحی دار ہو۔ سینہ چوڑا ہو۔ چھاتیان مدوّر ہون۔ شانے بھرے بھرے ہون۔ بڑے ہون۔ اور نرم ہون ہون۔ کلائیان سانچے مین ڈھلی ہوئی معلوم ہون۔ ہاتھ نازک ہون۔ اور اُنگلیان گول اور بھری ہوئی ہون۔ پیٹ کی بٹین نہایت ہی نازک ہون۔ کمر پتلی اور باریک ہو۔ پیڑو خوب بھرا اور اُبھرا ہو۔ سُرین بڑے اور نمایان ہون۔ رانین مناسبت کے ساتھ پتلی ہون۔ گھٹنے بڑے ہون اور پنڈلیان موٹی اور خوب گول ہون۔ گٹّے اور پاؤن نازک ہون۔ اور ایسے ہون کہ گھنگھرون کو خوب بھر لین۔ چال مستانہ ہو اور چھوٹے چھوٹے قدم ڈالتی ہو۔ بیٹھا رہنا اُسے زیادہ پسند ہو۔ پنڈے کو دیکھیے تو جلد نازک اور اعضا بھرے بھرے نظر آئین۔ خاوند کی آواز پر کان لگائے رہتی ہو۔ پاک سرشت پاک نہاد۔ نیک خصلت۔ اور صاحب نسب ہو۔ اپنے نسب پر

فخر کرے مگر شوہر پر اپنی فضیلت نہ جتائے - اور فضیلت بھی جتائے تو صرف اپنی ناک اپنے کنبے بھر کی - ادب میں لوگ اُسے مستند مانتے ہوں - اُس کی رائے عقلمندوں کی رائے کے موافق ہو اور اُس کے افعال غریب بہو بیٹیوں کے سے ہوں - دستکار ہو - زبان دراز نہ ہو - آواز دلکش ہو - اپنے گھر کو آراستہ رکھے اور دشمنوں کو بُرا سمجھے - اگر اُس کی طرف توجہ کرو تو شوق سے متوجہ ہو - اور اگر اُسے روکو تو فوراً رُک جائے - آنکھیں خوب کھلی ہوئی ہوں - گال گلاب کے سے سرخ ہوں - ہونٹ نہایت ہی نزاکت سے حرکت کرتے ہوں - اور شوہر کی صورت دیکھتے ہی بہت گرم جوشی سے استقبال کو دوڑے -

نسائی خوبیوں کی یہ تفصیل سن کے خسرو پرویز نے ایک آہ سرد بھری - اور کہا "افسوس ایسی دلربا نازنین اور ایسی دلدار ناز آفرین دنیا کے پردے پر نہیں - بھلا مجھے کہاں نصیب ہو سکے گی ؟"

اس موقع پر عدی بن زید نے طلح کی طرف دیکھ کے دبی زبان میں کہا - "ہے تو سہی - مگر مل نہیں سکتی"

پرویز - (چونک کے) "کیا ؟ ہے اور نہیں مل سکتی ؟"

طلح - (عدی کی طرف نفرت و ملامت سے دیکھ کے) "تمھیں شہریار گیتی ستان کے سامنے ایسا ذکر نہ کرنا چاہیے تھا" پھر خسرو پرویز کے سامنے سجدے میں گر پڑا - اور بولا "خداوندا - یہ سچ کہتے ہیں - مگر ایسی چیز کا تذکرہ بھی نہ کرنا چاہیے تھا جس کا حاصل کرنا غیر ممکن ہو"

اس جملہ نے خسرو پرویز کے دل میں شوق کی آگ کو اور بھڑکا دیا - اور کسی قدر برہمی کے ساتھ بولا "غیر ممکن ! میرے لیے کوئی چیز غیر ممکن ہے ؟ ایسی

عہ یہ حسن کی تعریف اور حسینوں کے اوصاف واقعی ایرانیوں کے خزانے میں موجود تھے - جن کا مفصل حال ابن اثیر میں دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے - ہم پورا پورا ترجمہ نہیں کر سکے - اس لیے کہ بے لطف ہو جاتا - مگر اُس سے اخذ کر کے اور اپنے الفاظ و خیالات کا جامہ پہنا کے اُن اوصاف کو ناظرین کے سامنے پیش کر دیا -

نازنین جہان اور جس سرزمین پر ہو گی میرے بہادر سرداران فوج اپنی تلواروں کے زور سے لائین گے - اور اگر وہ نہ لا سکے تو مین اپنی سلطنت دے دُونگا اور اپنا تاج و تخت بیچ کے لون گا - تم بیان تو کرو کہ کہان اور کس سرزمین مین ہے ؟"

طلح - (عدی سے) "تم نے ایک بڑا فساد پیدا کر دیا - افسوس اس ایک جملہ کے نتیجہ مین بڑی خون ریزی ہو گی - اور ہمارے شہریار کو بیتابی و بیقراری کی بہت زیادہ تکلیف اُٹھانا پڑے گی"

پرویز - (عدی سے) "مین تمھین حکم دیتا ہون کہ جلد ہی بیان کرو - اس لیے کہ اب مجھ مین ضبط کی تاب نہین ہے"

عدی "ایسی عورتین شاہان بنی کندہ کے گھرانے مین اکثر ہوتی رہی ہین اور اس وقت بھی موجود ہین - نعمان بن منذر کی بیٹی حبیبہ ایک ایسی پری جمال اور آفت روزگار شہزادی ہے کہ کسی ملک مین اور کسی شاہی خاندان مین کوئی لڑکی اُس کے مثل نہین - یہ اوصاف معلوم ہوتا ہے کہ اُسی کو سامنے بٹھا کے لکھے گئے ہین - اور گویا ہو بہو اُسی کی تصویر کھینچی گئی ہے - حُسن کا یہ خاکہ خاص نعمان اول کا قائم کیا ہوا ہے جو قدیم الایام مین اس سلطنت کا مشیر باتدبیر تھا - اور اُس نے بالکل اپنے گھرانے کی پری جمال لڑکیون کا حلیہ لکھ کے رکھ دیا ہے"

پرویز "مین نہین سمجھتا تھا کہ عرب کی عورتون مین ایسا حسن و جمال ہے - تو اب بے شبہہ مجھے بغیر میرے دل کو تسکین نہین ہو سکتی اور اُس کا ملنا کیا مشکل ہے! منذر کی اتنی مجال نہ تھی کہ مین مانگون اور وہ اپنی بہن کے دینے سے انکار کرے"

طلح "خداوند یہی مشکل ہے - عرب لوگ ہزار ذلیل و وحشی ہون مگر اپنے نسبون پر بڑا فخر و ناز رکھتے ہین - اور اس کے ہرگز روادار نہین کہ اپنی بیٹی یا اپنے گھرانے کی کوئی لڑکی کسی قوم والے کو دے دین - اس باب مین اُن کا جاہلانہ غرور اس درجہ کو پہونچا ہوا ہے کہ مرجانا گوارا ہے اور یہ نہین گوارا کہ لڑکی کسی اور کے پہلو مین جا کے بیٹھے - اسی خیال کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے شرفائے عرب بیٹیون کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے ہین"

پرویز - (برہمی کے ساتھ) "نہین - منذر کی اتنی مجال نہین کہ میرے حکم سے ذرا بھی سرتابی کرے - عدی تم خود میری طرف سے پیام لے کے جاؤ - اور ڈرا دھمکا کے یا ہنسی خوشی جس طرح بھیجے اُس کی بہن حلیمہ کو سوار کرا لاؤ"

عدی - "غلام کو جانے مین کوئی عذر نہین - لیکن ایک معزز ایرانی سردار بھی غلام کے ہمراہ کیا جائے - اگر یہ جان نثار اکیلا گیا تو خوف ہے کہ یہ کلمہ سنتے ہی وہ مجھے قتل نہ کر ڈالے"

پرویز - "این! اُس سے اتنی سرکشی کا احتمال ہے!"

طلح - (آبدیدہ ہو کے) "افسوس - غلام کو خود اپنے آقا اور پُرانے محسن کے خلاف عرض کرنا پڑتا ہے - مگر خداوند - یہ ایسی بات ہے کہ سنتے ہی غصہ مین وہ جو نہ کرے تعجب ہے"

پرویز - "بہتر - تو عدی تم سپہ سالار ماہویہ کو بھی ساتھ لیتے جاؤ - اور حکم دے دو کہ ایک ہزار بزرد آزما سوار ہمراہ لے لے - اور بس - اب مین حبیبہ کے عشق مین بیتاب ہون - اور جب تک اُسے نہ لے آؤ تم سے ایک بات بھی نہین کر سکتا"

اتنا کہا اور اُٹھ کے محل مین چلا گیا -

پرویز کے جاتے ہی طلح اور عدی دونون نے ہنس کے ایک دوسرے کی طرف دیکھا - اور کہا "پوری کامیابی ہوئی"

عدی - "پرویز کے دل مین ایسی چنگاری نہین ڈالی گئی ہے کہ بغیر ہمارے اغراض حاصل کرائے بجھ جائے"

طلح - "کبھی نہین - مین نے تو تم سے کہہ دیا تھا کہ اس تدبیر سے ہم ایک اشارے مین اپنے تمام دشمنون کو خاک مین ملا دین گے"

عدی - "مجھے تو اپنے والد کے خون کا پورا انتقام ملا چاہتا ہے - اور اب منذر زندہ نہین رہ سکتا"

طلح - "منذر ہی نہین وہ تمام لوگ خاک پر لوٹتے ہون گے جن کے خون کے ہم پیاسے ہین"

عدی - "اب مین جاتا ہون ماہویہ کو تیاری کا حکم دے دون - اور آج ہی شام کو

یہان سے روانہ ہو جاؤن گا ؟"
طلیحہ "میرے چلنے کی تو ضرورت نہین ہے ؟"
عدی "چلنا کیسا بلکہ آپ کے یہان رہنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ کوئی دشمن شہریار کا خیال نہ بدلنے پائے "

اس گفتگو کے بعد طلیحہ نے اپنے گھر مین آکے ساری سرگزشت خولہ سے بیان کی جو سنتے ہی مارے خوشی کے اُچھل پڑی۔ اور عدی نے جاکے ماہویہ کو تیاری اور روانگی کا حکم سنایا۔ ماہویہ نے اُسی وقت ایک ہزار بہادر عجمی نوجوان جن مین زیادہ تر بخارا و ہرات کے ترک اور افغانستان و بلوچستان کے جاٹ تھے اپنی ہمراہی کے لیے منتخب کر لیے۔ اور شام ہوتے ہی عدی اور ماہویہ نے اپنے ہمراہی سوارون کے ساتھ ارض حیرہ کی طرف کوچ کر دیا۔

چند روز کی بادیہ پیمائی کے بعد یہ لشکر بنی کندہ کی سرحد مین داخل ہوا۔ اور اُس کے دوسرے تیسرے دن خاص شہر حیرہ مین تھا۔ منذر نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ استقبال کیا۔ اور سب لوگون کو اپنا مہمان بنا کے عدی اور ماہویہ کو خاص اپنے قصر مین لے گیا۔ عدی نے موقع پاکے اور دیر تک ادھر اُدھر کی باتین کر چکنے کے بعد شہریار عجم کا پیام سنایا۔ جس کے سنتے ہی منذر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور نہایت برہمی کے ساتھ بولا "آج تک کوئی عربیہ لڑکی تاجداران ایران کو نہین دی گئی۔ عرب اپنے نسب مین داغ نہین لگا سکتے۔ اور نہ اتنے ذلیل ہین کہ اپنی شریف بیٹیون کو شاہان عجم کی شہوت پرستی پر قربان کر دین ؟ کیا پرویز کو اپنی ذلیل خواہشون کے لیے ایران مین لڑکیان نہین ملتین جو یہان پیغام بھیجا ہے ؟"
عدی "مین نے شہنشاہ کا حکم سنا دیا۔ اب آپ سے جو جواب ملے گا جاکے عرض کر دون گا"
منذر "آخر عرب کی کالی آنکھون اور سانولے چہرون سے ایرانیون کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے ؟ مین نہین کہہ سکتا یہ کالی بکریان اُسے کیا پسند ہین !"
عدی "یہ مین نہین جانتا۔ ہان یا نہین کچھ جواب دیجیے "

منذر:- اس کا جواب تم خود جانتے ہو کہ "نہین" کے سوا اور کچھ نہین ہو سکتا۔ لیکن تمھارے قدیم تعلقات اور تمھاری محبت و شنایت سے مجھے امید ہے کہ بادشاہ کو جہان تک ہو گا آہستگی و شائستگی سے سمجھا دو گے۔ تم جانتے ہو کہ یہ عزت و حرمت کا معاملہ ہے جس سے انکار کرنے پر مین مجبور ہون۔ اس موقع پر وہان تمھارا بادشاہ کی صحبت مین ہونا غنیمت ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس خیال کو تم اون کے دل سے نکال دو گے۔"

عدی:- "بیشک۔ مین نے پہلے بھی اس کی کوشش کی تھی۔ اور اب بھی جا کے یہی کوشش کرون گا۔ لیکن آپ کو معلوم ہے کہ شہنشاہ پر کسی کا زور نہین چل سکتا اُنھون نے مانا تو نہین کیا کرون گا؟"

منذر:- "نہین یا خدا نہین۔ یہان تو "نہین" کے سوا اور کچھ نہین کہا جا سکتا۔ مجھے حیرت ہے کہ پرویز کے دل مین یہ خیال کس نے پیدا کیا؟ آج تک آل ساسان کے کسی تاجدار نے اپنی شہوت پرستی کے اغراض کے لیے عرب کی طرف توجہ نہین کی تھی۔"

عدی:- "مجھے اس کا صحیح حال تو نہین معلوم۔ لیکن قیاس سے کہتا ہون کہ مریم کے زہر دیے جانے کے بعد اب شیرین کا مرتبہ جو بڑھ گیا ہے تو کسی مریم کی سہیلی نے فقط اس غرض سے کہ شیرین کو بھی شہریار کی نظر سے گرائے یہ فقرہ گرم کیا ہے اور شاہزادی حبیبہ کی کچھ ایسی تعریف کر دی ہے کہ شہنشاہ انتہا سے زیادہ بیتاب و بیقرار ہو رہے ہین۔"

منذر:- "اول تو حبیبہ میرے پاس ہی نہین ہے۔ سنتا ہون ایک عذری نوجوان کے ساتھ بنی شیبان مین جا کے فروکش ہوئی ہے۔ اور اگر ہوتی بھی یا مین اُس کو اپنے قابو مین بھی لا سکتا تو یہ نہین ہو سکتا تھا کہ بنی کندہ کی شاہزادیان کسریٰ کے ایوان مین بھیجی جائین۔"

ماہویہ سپہ سالار جو عدی کے ساتھ آیا تھا عربی زبان سے ناواقف تھا۔ منذر کے دربار سے باہر آ کے اُس نے پوچھا کہ "منذر نے کیا جواب دیا؟" عدی نے اپنی طرف سے بڑھا بڑھا کے ایسے سخت کلمات بتائے کہ ماہویہ نہایت ہی

برہم ہوا۔ اور اُس کے دل میں جم گئی کہ منذر نے شہریار پرویز کی درخواست ہی نامنظور نہیں کی بلکہ اپنی قوم کے مقابلہ میں قوم عجم کی بھی توہین کی۔ طیش میں آ کے اور سخت برہمی کے ساتھ بولا "یہ جاہل و وحشی ابنائے صحرا ہم سے شرفا اور مہذب لوگوں کو اپنے مقابل میں ذلیل خیال کرتے ہیں؟ بہتر دیکھا جائے گا۔"

الغرض دوسرے ہی دن عدی اور ماہویہ مدائن کو واپس روانہ ہو گئے۔ اور خسرو پرویز کے دربار میں پہونچ کے اُسے ایسا جواب سنایا اور اس قدر اُبھارا اُس کے غصہ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ بولا "شاید یہ لوگ شاپور ذوالاکتاف کو بھول گئے اور ماہویہ تم اسی وقت لڑائی کا سامان کرو اور اپنے بڑے عظیم الشان لشکر کو ساتھ لے جاؤ کہ عرب کے ہر حصہ میں خون کی ندیاں بہ جائیں۔"

طلح جو ابھی تک دربار میں خاموش کھڑا تھا۔ ادب سے زمین چوم کے بولا۔ "تو حضور مناسب یہ ہو گا کہ پہلے منذر کو حاضرِ دربار ہونے کا حکم دیا جائے۔ اور جب وہ اس سے انکار کرے تو فوج کشی کا سامان ہو۔ اس لیے کہ ابھی عربوں پر حملہ کرنے کے لیے زمانہ بھی مناسب نہیں ہے۔ ان دنوں وہ تمام اطراف و جوانب میں منتشر ہوں گے اور پہاڑوں کی گھاٹیوں اور ریگستان کے سفید سفید تودوں میں گھس کے اُن کو ڈھونڈنا نہایت دشوار ہے۔ وہاں کی جلتی ہوئی دھوپ میں یہ نازک مزاج عجمی سپاہی پیاس اور گرمی کی تاب نہ لا سکیں گے۔ اگر شہریار یہ چاہتے ہیں کہ قوم عرب کو زک دیں اور سارے عربوں کو تباہ کریں تو اس کے لیے چند روز بعد وہ موقع نہایت مناسب ہو گا جب آپ ذی قار کے کنارے تمام قبائل عرب جمع ہوں گے۔ اور اس بڑے بھاری میلے کا زمانہ آئے گا جو ہر سال وہاں ہوا کرتا ہے۔"

خسرو پرویز۔ (غور کر کے) "بے شک یہی مناسب ہے۔ اور تمہاری رائے ہمیشہ صائب ہوا کرتی ہے۔" پھر اُس نے عدی بن زید کی طرف توجہ کی۔ اور کہا "تم آج ہی ایک سفیر کی معرفت منذر کے نام ایک فرمان روانہ کرو کہ فوراً آپ کو یہاں حاضر کرے۔ ورنہ شاہنشاہی غضب اُسے خاک میں ملا دے گا۔"

دربار برخواست ہوا۔ اُسی دن یہ دوسری سفارت ارضِ حیرہ کو روانہ کر دی گئی اور طلح نے آ کے خولہ کو مبارکباد دی کہ ہماری آرزوئیں پوری ہونے کا وقت

آگیا۔ جس پر دونون میان بیوی خوشی کے جوش مین دیر تک باہم سپٹے رہے۔

ستائیسوان باب

منذر کی قسمت کا آخری فیصلہ

اب دربار خسروی کو چھوڑ کے ہم پھر اُسی سادی اور ریگستانی سرزمین عرب کی طرف توجہ کرتے ہین۔ جس کی طرف رخ کرتے ہی سب سے پہلے ہمین ارض حیرہ ملتی ہے جہان منذر بن نعمان سلطنت ساسانی کا مطیع و منقاد ہے۔ اور اپنے ملک مین ہزار با سطوت و جبروت خیال کیا جاتا ہو تاجداران عجم کے مقابلے مین ایک والی ملک یا امیر قوم سے زیادہ وقعت نہین رکھتا۔

منذر نے عدی بن زید کی مقارنت جوش مین آکے واپس تو پھیر دی تھی مگر اُس کی واپسی کے بعد نہایت ہی حیران تھا کہ خسرو عجم کی برہمی کا کیا علاج ہو گا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ خسرو پرویز کا ایک معمولی اشارہ اُسے تاج و تخت سے محروم کر سکتا ہے۔ لیکن یہ بات ایسی تھی کہ اُس کا سا کوئی حکمران عرب درکنار ایک معمولی درجہ کا شریف عربی نژاد بھی وہی جواب دیتا جو اُس نے دیا۔ وہ اپنے باپ کی طرح سرکش ظالم۔ اور متکبر و مغرور نہ تھا۔ مگر اتنا بے حمیت بھی نہ تھا کہ اُس کی شرافت پر حملہ کیا جاتا اور وہ سکوت و خموشی کے ساتھ گوارا کر لیتا۔ بہت دنون تک متردد رہنے کے بعد ایک دن اُس نے دل مین کہا "جبیبہ اپنی عزت و آبرو خود ہی کھو چکی ہے۔ پھر اُس کے لیے مین اپنے تاج و تخت کو کیون نقصان پہونچاؤن؟ کیا ممکن نہین ہے کہ اُسے اطراف عرب مین جہان ملے گرفتار کر کے شہریار عجم کے پاس بھیج دون؟ مگر نہین۔ اول تو اُس کا ہاتھ آنا دشوار ہے۔ اور بالفرض وہ ہاتھ بھی آگئی تو کیا؟ آل کندہ کا خاندان کبھی یہ بے شرمی نہ گوارا کرے گا کہ اُس کی ایک شہزادی دارائے عجم کی حرم بنے۔ ہرگز نہین۔ ہند پاک دامن ہے۔ راہبہ بن کے خانقاہ مین بیٹھ رہی ہے۔ اُس نے اپنا مذہب دے دیا۔ مگر عزت نہین دی۔ جبیبہ نے اگرچہ خاندانی اصول چھوڑ کے ایک معمولی شخص کا ساتھ دیا۔ مگر پھر بھی وہ شخص عرب ہے۔

اور شریف و بہادر ہے۔ یہ آزاد شریف زادیان پرویز کی لونڈیان نہین بن سکتین
مین چاہے مار ڈالا جاؤن۔ تاج و تخت سے محروم ہو کے ریگزار عرب مین دشت نوردی کرتا پھرون۔ یہ سب باتین گوارا کرلون گا۔ مگر اپنی زندگی مین یہ نہین دیکھ سکتا کہ میری بیٹیان شہریار آل ساسان کی شہوت پرستی کا نشانہ بنین۔

یہ فیصلہ کیے اُسے زیادہ زمانہ نہین گزرا تھا کہ ایران کا دوسرا ایلچی آ پہونچا۔ اور یہ حکم لایا کہ اُسے بہت جلد دربار خسروی مین حاضر ہونا چاہیے۔ اس فرمان شاہی کے پانے کے بعد وہ پھر دو تین دن تک متردد رہا۔ مگر انجام کے ہر پہلو کا خیال کر کے یہی رائے قائم کی کہ اس خاندانی ذلت کو مین کسی حال مین نہین گوارا کر سکتا۔ آخر اُس نے دربار ایران مین اس مضمون کی ایک عرضداشت لکھ بھیجی کہ "بہت جلد آستانبوسی کی عزت حاصل کرون گا" اور ایلچی کو اس عرضداشت کے ساتھ واپس بھیج کے دل مین کہا "اب میرا حیرہ مین رہنا اندیشہ سے خالی نہین چند ہی روز مین ایرانی فوجین آ کے شہر حیرہ کو پامال کردین گی۔ پھر اُس وقت میری بے آبروئی مین کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رہے گا" یہ خیال آنا تھا کہ اُس نے اپنے حرم کی تمام عورتون۔ بال بچون۔ اور شاہی خاندان کی کل عورتون کو لے کے جنوب کی راہ لی۔ اور صحراے عرب کے پیچ در پیچ ٹیلون مین غائب ہو گیا۔ اس سفر مین اُس نے مال و دولت کے ساتھ اپنے خاندان کی تمام بیش قیمت زرہین اور اسلحہ بھی ساتھ لیے تھے۔ اور حیرہ مین کوئی ایسی چیز نہین باقی چھوڑی تھی جس سے حیرہ دست ایرانیون کو حملہ آوری اور تاخت و تاراج کا کچھ پھل مل سکے۔

منذر ایک بڑے خاندانی قافلہ کے ساتھ حیرہ سے نکلا تو پہاڑون کی ٹھوکرین کھاتا اور بیابانون کی خاک اُڑاتا ہوا عرب کی پہاڑیون سلمی و اجا کے درمیان مین پہونچا جہان قدیم الایام مین بہت سے قبائل نے پناہ لی تھی۔ اور جہان فی الحال بنی طے آباد تھے۔ جن مین اس کی شادی ہوئی تھی۔ اور اسی خیال سے اُس نامی گرامی قبیلہ اور حاتم طائی کے عزیزدارون سے اُسے ہمدردی و اعانت کی بہت کچھ امید تھی۔ اسی وجہ سے بنی طے مین جاتے ہی اُس نے اُن لوگون سے اپنی سرگزشت بیان کی۔ اور ا قومی غیرت و حمیت یاد دلا کے اور عربی شرافت کا جوش اُبھار کے سب کو اپنی مدد پر آمادہ

کرنا چاہا۔ مگر کچھ تو ایاس کی خفیہ سازشون سے اور کچھ اس سبب کہ عرب مین تاجداران عجم کی سطوت و جبروت کی ہیبت بیٹھی ہوئی تھی کسی نے حامی نہ بھری۔ اور جس کے آگے اپنا درد دل بیان کیا یہی جواب پایا کہ "ہم ساسانی سلطنت کا مقابلہ نہین کر سکتے"

یہان سے مایوس ہو کے اپنے عزیز و اقارب کے قافلہ کو لیے ہوے منذر آگے بڑھا اور یورپ کے بطرس راہب کی طرح جس نے حروب صلیبیہ کا جوش پیدا کر دیا تھا تمام قبائل عرب مین چکر لگانے لگا۔ ہر قبیلہ اور ہر گروہ مین جاتا۔ اپنی مصیبت کی داستان سناتا۔ کسری پرویز کے ظلم بیان کرتا۔ اپنی بے حرمتی و رسوائی کو ساری قوم عرب کی بے حرمتی و رسوائی ثابت کرتا۔ مگر کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ سلطنت فارس کے مقابلہ مین مدد دینے کا وعدہ کرے۔ سب یہی کہتے کہ "ہم کو تاجداران نسل ساسان سے کوئی نسبت نہین۔ اور ہم اتنا حوصلہ نہین کر سکتے کہ ایرانیون کے مقابل ہتھیار اُٹھانے کی جرأت کرین"

ان دنون عرب مین ایرانیون کی زیادہ دھاک اس لیے بیٹھی ہوئی تھی کہ یمنی شاہزادہ سیف بن یزن کی عاجزانہ درخواست پر ایرانی فوجون نے ابرہہ اور حبشیون کے لشکر کو شکست دے کے سارے یمن پر قبضہ کر لیا تھا۔ یمن کے تمام شہر تباہ و ویران کر دیے تھے۔ اور ایرانیون نے ایسی زیادتیان کی تھین کہ یمن کا کوئی شریف خاندان اور کوئی معزز گھرانا بے آبروئی سے نہین بچ سکا تھا۔ وہان کے یہ حالات سُن کے تمام قبائل عرب کانپ اُٹھے تھے۔ اور سب کے دل مین جمی ہوئی تھی کہ ایرانیون سے لڑنے کا وہی نتیجہ ہوگا جو یمن مین ظاہر ہوا۔ علاوہ برین قدیم الایام سے آج تک کبھی قوم عرب نے ایرانیون کے مقابلہ مین کامیابی نہین حاصل کی تھی۔

مگر باوجود ان تمام ناکامیون اور ہر جگہ اور ہر قبیلے سے جواب صاف ملنے کے منذر ہمت نہ ہارتا تھا۔ وہ اُسی طرح اپنے بال بچون کو ساتھ لیے ہوے صحرائے عرب مین چکر لگا رہا تھا۔ یہان تک کہ مایوس ہوتے ہوتے اور عرب کی غیر معمولی بے حمیتی سے بددل ہوتے ہوتے بنی شیبان مین پہونچا جو آب ذی قار کے کنارے اُترے ہوے تھے۔ انھین بنی شیبان مین ان دنون

عمرو زہیر اپنی نازنین و وفا کیش معشوقاؤں حلیمہ اور حبیبہ کے ساتھ موجود تھے
یہ خیال کرکے کہ عمرو زہیر لوگوں کو میرے خلاف بھڑکا نہ دیں اپنا نام چھپا ڈالا۔ اور
ایک رات کو سب سے چھپ کے خاص سردار قبیلۂ بنی شیبان ہانی بن مسعود کے
پاس گیا۔ اور اپنا نام اور پتہ بتایا۔ ہانی کو یہ دیکھ کے کہ حیرہ کا بادشاہ اس بیکسی و
عاجزی سے دشت و در کی خاک اڑاتا ہوا میرے پاس آیا ہے نہایت عبرت ہوئی۔
اٹھ کے بغلگیر ہوا۔ اس کی دل دہی کی اور کہا "آپ کے جو اغراض ہوں بیان کیجیے۔
میں وعدہ کرتا ہوں کہ بنی شیبان اور ان کے تمام حلیف و طرفدار قبائل جب
آخر تک آپ کا ساتھ دیں گے" اس خلاف امید جواب سے منذر کو کچھ تسکین
ہوئی۔ اپنے اہل و عیال اور تمام متعلقین کو ہانی کے خیمہ کے گرد اتار دیا۔ پھر اول
سے آخر تک ساری سرگذشت بیان کی۔ اور کہا کہ "خسرو پرویز میری دشمنی
کے درپے ہے۔ اور شہوت پرستی میں اس قدر حد سے گزر گیا کہ آل کندہ کی
لڑکیاں طلب ہوئی ہیں"

ہانی۔ (جوش و خروش سے) "قسم ہے عزے[1] کی جو آل شیبان کا معبود ہے۔ اور
ذات انواط[2] کی جس کی ٹہنیوں میں بہادران عرب کے اسلحہ لٹکا کرتے ہیں۔ اس کی یہ
شرمناک غرض ہرگز نہیں پوری ہو سکتی۔ عرب کو عجمیوں سے جہاں تک دبنا تھا
دب چکا۔ اب عرب اپنی عزت کو بچائے گا۔ اور اگر یوں عزت نہیں بچ سکتی تو
بنی الاحمر[3] کے مقابلہ میں تلوار اٹھائے گا۔ مگر منذر۔ یہ اتفاق کا کام ہے۔ اور
ضرورت ہے کہ اس وقت قبائل عرب میں کوئی جھگڑا نہ باقی رہے"

منذر۔ "بے شک خود میری بھی درخواست ہے کہ اس موقع پر ہم سب کو اتفاق سے

عہ عزی بنی شیبان کا بت تھا۔ جس کے منذر کو عرب لوگ کعبہ کے بعد دوسرے درجہ پر مانتے
تھے۔ جس طرح قریش مکہ کے مجاور تھے اسی طرح بنی شیبان عزی کے مجاور اور پجاری تھے۔

عہ ذات انواط ایک درخت تھا جس کو دیوتا کی وقعت دی گئی تھی۔ ہر سال اس کے نیچے
ایک میلہ ہوتا۔ اسلحہ اس کی ٹہنیوں میں لٹکائے جاتے۔ اور قربانیاں ہوتیں۔

سہ عرب لوگ جس طرح رومیوں کو بنی الاصفر کہتے تھے اسی طرح ایرانیوں کو بنی الاحمر کے لقب سے
یاد کرتے تھے۔

رہنا چاہیے۔"

ہانی:" تو مین سفارش کرتا ہون کہ تم اپنی بہن حبیبہ کا قصور معاف کردو۔ اگرچہ اُس نے شاہی خاندان کو چھوڑ کے ایک معمولی درجہ کے شریف عرب کو اپنا شوہر بنا لیا۔ مگر دراصل ایسے شخص کو یہ عزت دی جو سچ پوچھیے تو نامی گرامی شاہزادون سے بھی زیادہ وقعت کا مستحق ہے۔"

منذر:" کیون؟"

ہانی:" حارث اعرج کو تمھارے والد کے مقابلہ مین جو فتح یوم حلیمہ کے معرکے مین حاصل ہوئی صرف اسی زہیر اور اُس کے دوست عمرو کی قوت بازو کی بدولت تھی۔ یہ لوگ نہایت بہادر۔ بہت بڑے فیاض۔ اور اعلیٰ درجہ کے فصیح و بلیغ ہین۔ اور انھین خوبیون کا سبب ہے کہ عمرو غسان کی شاہزادی حلیمہ کے جان و مال کا مالک ہوگیا اور زہیر حیرہ کی شاہزادی حبیبہ کی جان و مال کا۔ لہذا جو کچھ ہونا تھا ہوچکا۔ اور اب تمھین اس مین کوئی مزاحمت نہ کرنی چاہیے۔ اس طریقے سے تمھین دو ایسے اُلوالعزم سپاہی مل جائین گے جو اکیلے سپاہ عجم کو شکست دے سکتے ہین۔"

منذر:" آپ کے کہنے سے مین درگزر کرنے کو تیار ہون۔ لیکن آپ ہی خیال فرمایئے کہ حبیبہ کی اس حرکت سے ہماری خاندانی عزت مین کیسا داغ لگ گیا؟"

ہانی:" بے شک ایسا ہی خیال کیا جا سکتا تھا۔ مگر زہیر سے امید ہے کہ اُس داغ کو چمکا کے آپ کا کوکب اقبال بنا دے گا۔ مین چاہتا ہون کہ حبیبہ کو اپنے سامنے بلوا کے آپ گلے سے لگایئے اور اُس کی خطا معاف کر دیجیے۔"

منذر:" مجھے اس مین بھی عذر نہین۔ لیکن مین شاید چند ہی روز کا مہمان ہون۔ اس لیے کہ دربار پرویز مین بلایا گیا ہون۔ اور لکھ چکا ہون کہ عنقریب حاضر ہون گا۔ اب اس کے بعد نہ جانا اپنی غیرت اور حمیت عرب کی شان کے خلاف سمجھتا ہون۔ قطعی ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے تمام بال بچون اور ان اسلحہ اور زرہون کو آپ کی حمایت مین چھوڑ کے وہان چلا جاؤن اور قسمت نے جو کچھ میرے لیے مقرر کر رکھا ہے اُسے خوشی اور صبر و شکر سے قبول کر دون۔"

ہانی:- اگر تم وعدہ کر چکے ہو تو میں یقیناً نہیں روک سکتا۔ واقعی یہ امر عرب کی صداقت و راستبازی کے خلاف ہے۔ مگر جانے سے پیشتر حبیبہ کی خطا معاف کر دو۔"

منذر:- "میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا کہ مجھے اس میں عذر نہیں۔"

ہانی نے فوراً حبیبہ اور زہیر کو بلوایا۔ جن کے آتے ہی بہن بھائی بہت جوش و خروش سے ملے۔ اور دیر تک لپٹ لپٹ کے آنسو بہاتے رہے۔ پھر منذر بڑھ کے زہیر سے بغلگیر ہوا۔ اور اپنی بہن کی طرف دیکھ کے بولا "اگرچہ تو نے خاندانی عزت کو خاک میں ملا دیا تھا مگر وقت ایسا ہے۔ ایسی مصلحتیں در پیش ہیں۔ اور سردار بنی شیبان کی سفارش کا اتنا اثر ہے کہ میں بہت خوشی کے ساتھ تیری خطا معاف کرتا ہوں۔ اور آنسو بہا کے کہتا ہوں کہ اپنے بھائی کا آخری دیدار دیکھ لے اس لیے کہ پھر کبھی نہ دیکھ سکے گی۔"

حبیبہ۔ (چونک کے) "کیوں بھائی؟"

منذر:- "تو تو یہاں صحرائے عرب کے دامن میں چھپی ہوئی امن و امان سے بسر کر رہی ہے۔ تجھے کیا خبر کہ بدنصیبی سے تیرے بھائی کے ساتھ وہاں زمانے نے کیا دشمنی کی۔ خسرو پرویز تیرے حسن کا دیوانہ ہے۔ ساسانی حرم سرا کے لیے تو طلب کی جاتی ہے اور تیری وجہ سے مجھے حاضر دربار ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ میں حاضری کا وعدہ کر چکا ہوں۔ اور مجبور ہوں کہ جاؤں۔ جہاں جاتے ہی جان سے مار ڈالا جاؤں گا۔"

حبیبہ:- "تو بھائی آپ نہ جائیے۔ یہاں صحرائے عرب میں شہریار ایران آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

منذر:- "یہ امن و امان اور یہ آسائش تجھے اور تیرے شوہر کو مبارک رہے۔ منذر اپنی بات کا دھنی ہے۔ وہ جانے کا وعدہ کر چکا ہے تو ضرور جائے گا۔"

حبیبہ۔ (آبدیدہ ہو کے) "تو چلیے میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔"

منذر۔ (طیش سے) "اگر تو وہاں جانے کا قصد کرے تو اپنے بھائی کی تلوار کا پہلا نشانہ تو ہی ہوگی۔" یہ کہہ کے منذر نے ہانی ابن مسعود کی طرف دیکھا اور کہا "بس اب اس دلخراش منظر کو میری نظر کے سامنے سے ہٹائیے۔ اس سے زیادہ کی تاب نہیں ہے۔ اہل بال بچوں عزیزوں اقارب اور اپنی تمام چیزوں کو جن میں چار سو بے مثل زرہیں

بھی ہین۔ آپ کے سپرد کرتا ہون۔ اور امید ہے کہ آپ پوری امانت داری کرین گے۔ ویسی ہی امانت داری جس کی شجاعان عرب سے امید کی جا سکتی ہے۔ کل صبح مین آپ سے رخصت ہو کے مدائن کی راہ لون گا۔ اور وہان جو معاملات پیش آئین گے اُن کی کسی نہ کسی طرح آپ کو خبر ہو ہی جاے گی ''

حبیبہ۔ (روتے روتے) "مگر خسرو عجم کو میرا نام کس نے بتا دیا؟ آہ! یہ کسی بڑے فتنہ پرداز کا کام ہے "

زہیر" اب آپ تو وفاے عہد کے لیے جاتے ہین۔ لیکن اگر وہان آپ پر ظلم کیا گیا تو یقین جانیے کہ آپ کا خون بے انتقام نہ رہے گا۔ میری اور میرے دوست عمرو کی تلوارین جب تک انتقام نہ لے لین گی میان مین نہ جائین گی ''

اب حبیبہ نے شاہزادی حلیمہ اور عمرو کو بھی اپنے بھائی سے ملایا۔ اور سب نے اُس کو یقین دلایا کہ آپ کی امانت پوری حفاظت سے رہے گی۔ اور جب تک بنی شیبان اور ہم لوگ موجود ہین ممکن نہین کہ اس امانت مین کسی قسم کی دستبرد ہو سکے ''

رات ایک عجیب جوش و خروش اور اضطرار مین گزری۔ صبح ہوتے ہی منذر نے چند خاص ملازمین کو ساتھ لے کے سفر کی تیاریان کر دین۔ ہانی بن مسعود کو پھر اُس کا اقرار یاد دلایا۔ سب سے رخصت ہوا۔ اور اونٹ پر بیٹھ کے شمال کی طرف چل کھڑا ہوا۔

قطع مراحل کر کے پہلے اپنے دار السلطنت حیرہ مین پہونچا۔ وہان معلوم ہوا کہ اُس پچھلے سفر کے بعد نہ کوئی ایرانی لشکر آیا اور نہ کوئی ایرانی ایلچی۔ لہذا ایک ہفتہ قیام کر کے اپنے وعدے کے مطابق سرزمین عراق کی طرف روانہ ہوا۔ اور چند روز مین خاص شہر مدائن کے قریب تھا۔ ساباط کے پل سے گزر رہا تھا کہ زید بن عدی سے ملاقات ہوئی جو نہایت شان و شوکت سے ایک سرنگ گھوڑے پر سوار سامنے سے نمودار ہوا۔ زید بن عدی نعمان کی صورت دیکھ کے مسکرایا۔ اس ہنسی کو دیکھنا تھا کہ منذر چین بجبین ہو کے بولا "زید۔ یہ سب تمھارا ہی کیا دھرا ہے ''

زید۔ (اور زیادہ مسکرا کے) "دربار مین پہونچ کے آپ کو معلوم ہو جاے گا کہ کس نے کیا کہا۔ اور کیا کیا ہے ''

منذر" لیکن اگر قسمت نے میری مدد کی تو یاد رکھو کہ تمھارے ساتھ بھی وہی ہو گا جو تمھارے باوا کے ساتھ ہوا تھا ''

زید۔ (تمسخر سے) "مگر جب تمھاری قسمت مدد کرے نہ۔ خدا کی قسم مین نے ایسا جال نہین بچھایا ہے جس مین پھنس کے کوئی نکل سکے"

اس جواب پر منذر کے غصہ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اپنے دل کی طرف خطاب کر کے کہا "سمن کلبک یاکلک"[1] خیر اب تو یہ غلطی ہو گئی۔ اور اب اس کا علاج ممکن ہی نہین ہے۔ لیکن ہان میرے بعد بنی شیبان اور ربیعہ میرا انتقام لین گے۔ کاش کوئی انھین بتا دیتا کہ یہ سارا فساد اس بے وفا اور احسان فراموش شخص کا ہے۔ مگر یہ باتین چھپنے والی نہین ہین۔ کسی نہ کسی طرح ان لوگون کو خبر ہو ہی جائے گی۔ اور مین اپنی قبر مین خوش ہون گا کہ میرے بعد میرے خون کا انتقام لے لیا گیا" دل سے یہ باتین کرتا جاتا تھا۔ اور جان بوجھ کے نہایت بہادری و دلیری کے ساتھ موت کے منھ مین چلا جاتا تھا۔ آخر جاتے جاتے مدائن مین داخل ہو کے خاص قصر شاہی کے دروازے پر پہونچا۔ اور پرویز کو خبر ہوتے ہی حراست مین کر لیا گیا۔

دوسرے دن پرویز نے نہایت ہی تزک و احتشام سے اپنا دربار آراستہ کیا۔ جس کی رونق و شوکت کے افسانے ساری دنیا مین کہانیون کی طرح بیان کیے جاتے تھے۔ اور اس کے قصر و ایوان کی شان و شوکت اب بھی ایک داستان ہی سمجھی جائے گی۔

سب سے زیادہ بارونق ایوان سفید تھا جس کی آراستگی مین دولت عجم نے اپنی پوری دولت و حشمت صرف کر دی تھی۔ اور عجیب و غریب شان و شوکت کا سامان دکھا دیا تھا۔ اس لیے کہ یہی مین وارثان نسل ساسان کا تاج و تخت رکھا ہوا تھا۔ ایوان کے سامنے کوسون کا میدان چھوٹا ہوا تھا۔ جس مین دربار کے موقع پر خاص شاہی فوج اور شاہی خدام صفین باندھ کے اور ادب و ترتیب سے کھڑے ہوتے۔ جانے والے کو سب کے پہلے آٹھ ہزار چھوٹے قد کے اونٹون کی قطارین ملتین۔ پھر ان کے بعد بارہ ہزار بڑے بغدادی اونٹ صفین باندھے اور گردنین اٹھائے نظر آتے تھے۔ یہ دونون قسم کے اونٹ اس غرض کے لیے تھے کہ بادشاہ جب طیسفون یا دستگرد کا سفر کرتا تو باربرداری کا کام دیتے۔ اور خاص شاہی سامان کو لاد کے لے جاتے

[1] یہ عرب کی ایک جاہلیت کی مثل ہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ "اپنے کتے کو کھلا کھلا کے موٹا کر تا کہ تجھے کھا لے" اس محل پر استعمال کرتے ہین جب کوئی اپنے ہی ہاتھ کا پالا ہوا بیوفائی کرے۔

ان کے بعد ساٹھ ہزار خاص شاہی اصطبل کے گھوڑے اور خچر نظر آتے جن مین سب سے
آگے وہ مشہور و معروف گھوڑے شبدیز اور برید سونے کے مرصع سازو یراق سے آراستہ
کرکے کھڑے کیے جاتے۔ شبدیز اور برید کے مقابل مین سمجھا جاتا تھا کہ ساری دنیا اور تمام
سلطنتین کوئی گھوڑا نہین پیش کر سکتین۔ گھوڑون کے بعد نو سو ساٹھ کوہ پیکر ہاتھیون
کی صفین ملتین جو طلائی اور مغرق جھولون کے نیچے عجب رعب و تمکنت سے جھوما کرتے تھے۔

ان کے بعد وہ خاص چھ ہزار سوار رہتے جو سرخ اور بنفشئی دردیان پہنے ہوے
قصر شاہی کے گرد ہر وقت چکر لگاتے رہتے۔ گویا پہرا دینا اُن کا فرض تھا۔

اس تمام شاہی سامان سے گزرنے کے بعد خاص ایوان کا پھاٹک ملتا جس کے
اندر بہت سے خواجہ سرا اور بارہ ہزار خدام ہر وقت شاہی خدمات بجالانے کو تیار رہتے
انھین بارہ ہزار مین وہ تین ہزار ماہ پیکر اور لالہ عذار لونڈیان تھین جو محل کے
پاس مرصع تاج سرون پر رکھے اور گلدستے ہاتھون مین لیے عجب آن بان سے
کھڑی رہتین۔ اور عیش و عشرت کی صحبتون مین شہنشاہ کے گرد و پیش رہتین۔

ایوان کے اندر قدم رکھتے ہی وہ بڑا ہال ملتا جو بادآورد کے نام سے مشہور تھا۔
اس کے در و دیوار کی آراستگی مین کوئی بات اُٹھا نہین رکھی گئی تھی۔ اور سب سے زیادہ
آرائش یہ تھی کہ اس مین وہ تمام جھنڈے اور اسلحہ وغیرہ قرینے سے رکھے ہوے تھے جو
مختلف تاجدارون اور سلطنتون سے ایرانی فوجون نے چھینے تھے۔ قیصر روم، خاقان
چین۔ راجہ داہر فرمان روائے سندھ۔ اور بہرام چوبین کی زرہین نمایان کرکے
دکھائی گئی تھین۔ اُنھین کے سلسلہ مین نعمان اول اور کیکاؤس کے بیٹے سیاوش
کی زرہین زیادہ معزز حیثیت سے رکھی ہوئی تھین۔ اور اسی جگہ وہ مال و اسباب رکھا
ہوا تھا جسے آخری معرکون مین ایرانیون نے رومیون کو شکست دے کے لوٹا تھا۔

اب اس کے بعد وہ سب سے بڑا ہال اور دیوان خانہ تھا جس مین خاص شاہی
تخت تھا۔ اس دیوان خانے کی عظمت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سونے چاندی
کے چالیس ہزار ستون مختلف قطارون مین سلسلہ وار پھیلے ہوے تھے۔ آسمانی چھت فلک اطلس کا
نمونہ بنی ہوئی تھی۔ جس مین ہزارہا سونے چاندی کے کُرّے علم ہیئات و نجوم کے حساب سے
سیّارون اور کواکب کی طرح آویزان کیے گئے تھے۔ اور اس کمال صناعی کے ساتھ کہ

آسمانی سیارون کی طرح ہر وقت حرکت کرتے رہتے۔ اور شاہی دربار کی چھت ہمیشہ مبارک و نحس ساعتون اور صحیح اوقات کو بتادیا کرتی۔

بڑے بڑے قیمتی جواہرات اُس مقام پر رکھے اور ستونون اور در و دیوار مین نصب کیے گئے تھے جہان تخت شاہی تھا۔ یہ مرصع و زرنگار تخت ایک بہت بڑے اور عجیب و غریب فرش کے درمیان مین رکھا ہوا تھا جس فرش کو اس وقت تک مورخین حیرت و استعجاب سے بیان کرتے ہین۔ یہ ایک چوکور فرش تھا جو ساٹھ گز کے مربع مین تھا۔ اُس کی زمین سُنہری تھی۔ اور اُس مین نہایت ہی چابک دستی کے ساتھ جواہرات ٹانک کے روشین نہرین اور چمن بنائے گئے تھے۔ چمنون مین چھوٹے چھوٹے سونے چاندی کے پودھے قائم تھے جن کے پتے سونے کے تھے۔ اور پھول پھل جواہرات کے جابجا ان پودھون کی ٹہنیون پر مرصع چڑیان ایسی ایسی وضعون مین بٹھائی گئی تھین کہ معلوم ہوتا ہیٹھی پھولون کے حسن و جمال سے لطف اُٹھا رہی ہین۔ الغرض اس اور ایسے فرش کے درمیان مین ایک بلند چبوترے پر تخت شاہنشہی قائم تھا جس کے دونون جانب دو ستون تھے۔ ان ستونون کی آراستگی مین سب سے زیادہ اہتمام کیا گیا تھا۔ نیچے سے اوپر تک سونے کی زمین پر نہایت ہی دلچسپ اور فطر فریب نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ اور از سرتا پا جواہرات سے جھلک رہے تھے۔ ان مرصع ستونون کے تاجدار سرون پر ایک سونے کی زنجیر تھی۔ اور اس زنجیر مین نہایت ہی بھاری اور مرصع تاج شاہی آویزان تھا۔ جو تخت کے درمیان ملین اس طرح اور ایسے موقع سے قائم رہتا کہ شاہنشاہ پرویز جب تخت پر بیٹھتا تو بغیر اس کے کہ بادشاہ کو کسی قسم کا بار محسوس ہو معلوم ہوتا کہ شہریار کے سر پر رکھا ہوا ہے۔

خاص تخت شاہی کے قریب ہی چار مرصع و زرنگار کرسیان سب سے بڑے بڑے معزز عہدہ دارون یعنی موبد اعظم۔ وزیر اعظم۔ وزیر جنگ۔ اور وزیر خزانہ کے لیے تھین۔ اور فرش کے گرد سونے کی کرسیون کی کئی قطارین تھین جن پر اپنی عزت و حیثیت کے مطابق امرائے دولت جلوہ افروز ہوتے۔ فرش کے اندر روشون اور نہرون کے کنارے نہایت ہی خوبصورت اور آفت روزگار لڑکیان جام شراب اور گلدستے ہاتھون مین لیے کھڑی رہتین۔ اور احکام شاہی بجالاتین تخت کے پیچھے دو سب سے زیادہ حسین و نازنین عورتین کھڑی ہوتین۔ جن مین سے ایک دربار کے وقت مگس رانی کرتی اور دوسری سونے کے جام مین بھر بھر کے شراب ارغوانی دیتی

الغرض یہ دربار اور ایسا تزک و احتشام اور دھوم دھام کا مقام ہے جہان منذر بن نعمان اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے لیے بلایا گیا ہے۔ وہ دل مین خائف ہے۔ قدم قدم پر بدشگونیون کے آثار نظر آتے ہین۔ فوجون مین گزرتا ہے تو اُس پر قہر کی نگاہین پڑتی ہین۔ ہاتھیون اور گھوڑون کے درمیان مین ہوتا ہے تو شاہی سانڈنیں اُس پر دانت کٹکٹاتی ہین ان سب سے گزر کے جب قصر شہریاری کے پھاٹک مین داخل ہوا اور اُن تین ہزار دلربا اور پری جمال خواصون مین گزرنے لگا جو سرون پر بانکپن سے تاج رکھے اور گلدستہ ہاتھون مین لیے کھڑی تھین تو اُن سب نے اس کی صورت دیکھتے ہی ایک قہقہہ لگایا اور پوچھنے لگین "کیون جی! ہم اچھے ہین یا تمھارے ملک کی کالی بکریان ہ" اس جملہ نے منذر کا دل خون کر دیا۔ سب پر ایک حسرت کی نظر ڈالی۔ اور آنکھین نیچی کر لین۔

اب وہ باد آوردگی آرائش کو دیکھ رہا تھا۔ اور دل مین کانپ رہا تھا کہ ایک ایسی سطوت وحشمت کے آگے عرب قبائل عرب کیا سر اٹھا سکین گے۔ مگر زبان سے کچھ نہین کہہ سکتا تھا۔ آخر بڑے ہال مین تخت شاہی کے سامنے پہونچا۔ اور اندر قدم رکھا تھا کہ کئی شاہی خادمون نے اُسے زبردستی پکڑ کے سجدے مین جھکا دیا۔ اور وہ برہنہ پا ہاتھ باندھے۔ نہایت عاجزی و ذلت کے ساتھ تخت کے سامنے اور مرصع و زرنگار فرش کے باہر کھڑا کر دیا گیا۔ وہ سر جھکائے کھڑا تھا کہ شاہی نقیب نے چلا کے اور ڈانٹ کے پوچھا "وہ سیاہ بکریان لائے جن کو پیش کرتے تمھین شرم آتی ہے؟"

منذر۔ ادب سے زمین چوم کے) "خداوندا وہ تو اُسی طرح آزادی کے ساتھ عرب کے جنگل مین چر رہی ہین"

اس جواب پر پرویز اس قدر برہم ہوا کہ قریب تھا اُس کے قتل کا حکم دے دے۔ مگر ضبط کیا۔ اور عتاب کرنے کا ایک نیا پہلو نکالا۔ اس لیے کہ اہل دربار کے سامنے وہ یہ نہین ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ منذر صرف اس بات کا مجرم ہے کہ اپنی بہنون اور بیٹیون کو نہین پیش کرتا۔ پوچھا گیا" اور وہ قیمتی زرہین کیا ہوئین جو اس دربار سے تمھارے باپ کو عطا ہوئی تھین؟"

منذر۔ "وہ بھی وہین ہین جہان بکریان ہین۔"

خسرو پرویز۔ (نہایت ہی جلال کے ساتھ) "خوب! بہتر۔ جاؤ تم اُس وقت تک قید رکھے جاؤ گے جب تک وہ بکریان اور زرہین لا کے نہ حاضر کر دو۔ اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو کسی کو بھیج کے وہ دونون چیزین منگواؤ۔ ورنہ تمھاری خیر نہین ہے۔" اس کے جواب مین منذر خاموش رہا۔ فوراً چند سپاہیون نے بڑھ کے مشکین کس لین۔ پھر با ہر لا کے گلے اور ہاتھ پاؤن مین زنجیرین ڈال دین۔ اور وہ ایک نہایت ہی تنگ و تاریک قید خانے مین بند کر دیا گیا۔ جہان کسی کی رسائی نہ ہو سکتی تھی۔ منذر اس قید خانے مین ایک مدت تک موت کی آرزو کرتا رہا۔ اور ایسا دل کا مضبوط اور بات کا دھنی تھا کہ سب طرح کی تکلیفین اٹھائین۔ ہر قسم کے ظلم و جور برداشت کیے۔ مگر یہ نہین ہوا کہ اپنی بہنون اور بیٹیون کے وسیلے یا وہ زرہین دارائے ایران کی خدمت مین لا کے حاضر کر دینے کا ارادہ کرے آخر جب خسرو پرویز نے دیکھا کہ منذر کسی طرح شاہی آرزو پوری کرنے پر نہین آمادہ ہوتا۔ ایک دن خلوت مین اُسے بلوایا اور ہر طرح کا لالچ دلایا۔ مگر اُس نے نہ ماننا تھا نہ مانا۔ آخر پرویز نے غصہ کے جوش سے بیتاب ہو کے کہا "اسے کیا سزا دی جائے کہ میرے دل کو اطمینان ہو؟ اور وہ آگ بجھے جو اس کی سرکشی سے میرے سینے مین بھڑک رہی ہے۔"

عدی پاس کھڑا تھا ہاتھ جوڑ کے ادب سے بولا "یہ شخص اس بات کا مستوجب ہے کہ مست ہاتی کے سامنے ڈال دیا جائے تاکہ وہ اسے پہلے ٹانگ پکڑ کے چیر ڈالے پھر پاؤن سے روندے"

پرویز "بے شک ایسا شخص جو آپ کو تاجدار آل ساسان سے زیادہ شریف سمجھتا ہو اُس کی یہی سزا ہے۔ اور یہی سزا اُس کے جفاکش ہم وطنون کو سبق دے سکتی ہے۔"

پرویز کی زبان سے نکلنے کی دیر تھی۔ ایک گھڑی نہین گزری تھی کہ ہاتھی سامنے لا کے کھڑا کر دیا گیا۔ اور عدی نے نہایت دلی جوش مسرت کے ساتھ دیکھا کہ اپنی کوشش مین کامیاب ہوا۔ اُس کے باپ زید بن عدی کا قاتل سخت بے رحمی و ظلم کے ساتھ مست ہاتھی کے پاؤن مین باندھ دیا گیا۔ اور ہاتھی نے دم بھر مین اُسے چیر پھاڑ کے روند ڈالا۔

اٹھائیسوان باب

شہید عشق

اب خسرو پرویز عربیہ شاہزادی کے خیالی پیکر کی یاد مین بیتاب و بیقرار ہے۔ شیرین

اُس کے مزاج اُس کے اخلاق اور اُس کے عادات مین ایک قسم کا تغیر پاتی ہے مگر سمجھ نہین سکتی کہ یہ کیون ہے۔ اور بادشاہ شب و روز کس فکر اور کس اندیشے مین رہا کرتا ہے۔ کئی مرتبہ طلیح سے اس کا سبب دریافت کیا۔ جسے اپنا سچا رفیق اور حقیقی خیر اندیش خیال کرتی ہے اس راز کو طلیح کیا بتاتا؟ سارا فساد خود اُسی کا پیدا کیا ہوا تھا۔ اور یہ آگ اُسی کی لگائی ہوئی تھی جس مین فی الحال پرویز کے دل و جگر بھُن بھُن کے کباب ہوے جاتے ہین۔ آخر اپنے قدیم تعلقات کے دعوون پر ایک دن شیرین نے طلیح سے خوشامد کر کے کہا "اے حکیم عرب! شہریار پرویز کی حالت کو دیکھ دیکھ کے مجھے جنون ہوا جاتا ہے۔ مجھ سے کیا خطا ہوئی جو اُن کی محبت مین فرق پاتی ہون؟ کیا اُن کو دل دینے اور اُن کی محبت مین اپنے گھر بار کو بھول جانے کا یہی پھل ہے کہ اُنھین میری طرف معمولی توجہ بھی نہ باقی رہے؟"

طلیح ۔ (نہایت متانت سے) "ملکہ۔ غلام پیشتر بھی عرض کر چکا اور پھر عرض کرتا ہے کہ غلام پر اس وقت تک شہریار کا راز نہین کھلا ہے۔ ایک ذرا بھی معلوم ہوتا تو اتنی مجال نہ تھی کہ غلام حضور سے بیان نہ کر دیتا۔"

شیرین ۔ "لیکن تمھین خدا نے اتنی عقل دی ہے کہ کسی تدبیر سے دریافت کر سکتے ہو۔"

طلیح ۔ "اگر آپ کا یہ منشا ہے تو غلام حاضر ہے۔ کل کسی وقت جبکہ مین بھی موجود ہون حضور شہریار سے محبت کے لہجے مین اس کا سبب دریافت کرین۔ آپ کے چھیڑتے ہی مین ایسی باتین کرون گا کہ شہریار اپنے دل کا حال ظاہر کر دین گے۔"

شیرین ۔ "اچھا مین کل ضرور پوچھون گی۔ مگر دیکھو تم بے دریافت کیے نہ رہنا۔"

یہ تجویز قرار پا گئی۔ اور طلیح شیرین سے رخصت ہو کے خولہ کے پاس گیا۔ وہ اُسکی صورت دیکھ کے مسکراتی ہوئی پاس آئی۔ اور بولی "اب تو ہماری تدبیرین بن پڑین۔ اور یقین ہے کہ بہت جلد ہم اپنے سب دشمنون کو خاک پر لوٹتے اور خون مین پھڑپھڑاتے ہوے دیکھین گے۔"

طلیح ۔ "بہت جلد۔ بادشاہ حبیبہ کے عشق مین بیتاب ہے۔ اور جو جو انتقام کی گھڑی قریب آتی جاتی ہے میرے دل کا جوش زیادہ ہوتا جاتا ہے۔"

خولہ ۔ "اور مین بھی جب اُس آنے والی خوشی کی گھڑی کا خیال کرتی ہون تو

دل مارے خوشی کے اُچھلنے لگتا ہے۔" طلیح کا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ کے" دیکھو کس قدر اچھل رہا ہے؟"

طلیح۔(مسکرا کے) "ممکن ہے کہ تم ڈرتی ہو اور خوف سے دل دھڑکنے لگا ہو"

خولہ "نہین مین ڈرتی نہین۔ میری تمنا ہے کہ جس میدان مین ہماری تدبیر دن سے آگ کے شعلے بلند ہون گے اُسے کھڑی ہو کے اپنی آنکھون سے دیکھون۔ اور کوئی ایسا موقع ملے کہ اُس خوبصورت اور مکار و بیوفا یہودیہ کا سینہ اپنے ہاتھ سے چاک کر ڈالون"

طلیح "خولہ۔ تیری یہ آرزو پوری ہوگی۔ اور تجھے اس کا موقع ملے گا"

خولہ " تو مین اب آج سے ایک اچھی سی تیز چھری بھی اپنے پاس رکھا کرون گی"

طلیح "ضرور۔ مگر ابھی تم سے ایک اور کام لینا ہے۔ دیکھون اُس مین تم کیسا استقلال دکھاتی ہو۔ اور تم سے کیسی بہادری ظاہر ہوتی ہے۔ اگر اس امر مین تم نے اپنے دل کی مضبوطی نہ دکھائی تو مین سمجھ لون گا کہ تم اُس چھوکری مرجانہ کا بھی کچھ بگاڑ نہ سکو گی"

خولہ۔(جوش کے ساتھ) "ایسا نہ کہو۔ مرجانہ کے قتل کے شوق مین جیسا سخت امتحان چاہو لو۔ مین ہر طرح اپنے دل کی مضبوطی کا ثبوت دینے کو تیار ہون"

طلیح "تمھین کہنے کی ضرورت نہین۔ پرسون خود ہی کھل جائے گا کہ تم کیسی مضبوط اور بہادر ہو"

خولہ "تو وہ کون سی بات ہے جس مین میرا امتحان لیا جائے گا؟"

طلیح "ملکہ شیرین بار بار پوچھتی ہین کہ بادشاہ کا مزاج و اخلاق کیون بدل گیا؟ کل وہ یہی سوال میرے سامنے پرویز سے کرین گی۔ آج رات کو مین سمجھا دُون گا کہ وہ شیرین کے سوال کا کیا جواب دین۔ پھر صبح کو شہر یار عجم جو کہین گے اُس کی تکمیل تمھاری ہی بہادری اور تمھارے ہی دل کی مضبوطی پر منحصر ہے"

خولہ "آخر وہ کیا کہین گے؟"

طلیح۔(ہنسی سے) "مجھے کیا معلوم؟"

خولہ "تمھین بتاؤ گے اور تمھین نہین معلوم!" اس کے بعد وہ ذرا آگے بڑھ آئی۔ اور ٹھنک کے بولی "لے بتا دو"

طلیح نے اُسے کھینچ کے گود مین بٹھا لیا۔ لب لعلین کے بوسے لیے۔ اپنی ہم مذاق فتنہ پسند جورو کو اختلاط و محبت کے اشتغال مین بہلایا اور پھر ادھر اُدھر کی باتین نکال دین۔

رات کو طلخ بہت دیر تک خسرو پرویز کی خدمت میں باریاب رہا۔ اور ایسی تنہائی کی ملاقات تھی کہ اُس کے سوا کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔

دوسرے دن صبح کو کچھ دن چڑھے ملکہ شیرین عجب ناز آفرینی کی شان سے آپ کو بنا چُنا کے۔ اور اپنے حسن و جمال کے ہاتھوں دلفریب زیور اور بانکپن سے جان ستان اسلحہ دے کے خسرو پرویز کے پاس آئی۔ زمین چوم کے اُس کے قریب بیٹھی۔ اور دلربائی و دلبری کے کرشمہ دکھانے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک معمولی طریقے سے طلخ بھی آ گیا۔ اور ادب سے سامنے سجدہ کر کے ایک طرف ہاتھ باندھ کے کھڑا ہو گیا۔ پرویز نے ایک تمکنت کے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ دوبارہ زمین چوم کے ایک طلائی کرسی پر جو قریب ہی تھی بیٹھ گیا۔ شیرین نے محبت و ناز آفرینی کی اداؤں کے ساتھ بار بار کوشش کی کہ شہریار عجم کو اپنی طرف متوجہ کرے۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ تب مجبوراً حکم دیا کہ شہر شاہی کی مشہور مغنیہ شنکر حاضر ہو کے اپنے دلکش نغموں سے بادشاہ کو محظوظ کرے۔ شنکر آئی۔ ایک سرود گود میں لیے بیٹھی۔ اور گانا شروع کیا۔ مگر پرویز کو بظاہر اُس میں کچھ [illegible] بلکہ بدمزگی کے ساتھ اشارہ کیا کہ اس وقت گانا موقوف کیا جائے۔ اور شنکر اچھی طرح گانے بھی نہیں پائی تھی کہ بادشاہ کی طبیعت کو بے لطف دیکھ کے اُٹھ کے چلی گئی۔ اب شیرین میں ضبط کی تاب نہ تھی۔ اپنے ہوش ربا حسن و جمال اور اپنی دلستان اداؤں کی ایسی توہین اور ایسی بے وقعتی اُس نے اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ایک آہ سرد کھینچ کے آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ اور بادشاہ کو حسرت کی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

یہ حالت دیکھ کے پرویز نے مسکرا کے اُس پر ایک نظر شوق ڈالی۔ اور پوچھا "کیوں؟ کس بات کا ملال ہے؟"

اتنی توجہ بھی شیرین کو غنیمت معلوم ہوئی۔ دل بھرا ہوا ہی تھا۔ یہ پوچھ دینے سے گویا شیشۂ دل میں ٹھیس لگ گئی۔ بے اختیاری اور بے صبری کے ساتھ ایک چیخ مار کے اُٹھی اور بادشاہ کے پاؤں کے پاس گر کے رونے اور تڑپنے لگی۔

پرویز: "ہائیں! ہائیں! یہ کیا ہوا؟"

شیرین۔ (رونا روک کے) "اب ضبط کی تاب نہیں ہے"

پرویز: "آخر کس بات کا ضبط؟ کیا کسی نے کچھ کہا؟"

شیرین: "شاہا! اقبال کی بدولت کس کی مجال ہے کہ مجھے کچھ کہہ سکے؟ لیکن ارشاد ہو کہ مجھ سے کیا قصور ہوا؟"

پرویز۔ (حیرت سے) "قصور! کون کہتا ہے کہ تجھ سے قصور ہوا؟"

شیرین: "پھر حضور نے مجھے اپنے دل سے کیوں بھلا دیا؟ اگر کوئی خطا ہوئی ہو تو مجھے سزا دی جائے۔ مگر یہ بے مہری یہ بے اعتنائی و بے رخی لونڈی سے نہیں دیکھی جا سکتی۔"

پرویز: "تو میں نے کیا بے اعتنائی کی جو تیرے دل کو صدمہ ہوتا ہے؟" یہ کہہ کے خسرو پرویز نے شیرین کو کھینچ کے گود میں بٹھا لیا۔ اور دلدہی کے لہجے میں کہا "مجھے تجھ سے ویسی ہی محبت ہے جیسی کہ تھی" یہ کہہ کے نازک ہونٹوں کے بوسے لینے لگا۔

شیرین: "پھر حضور کو کس بات کی فکر ہے کہ اکثر خاموش رہتے ہیں؟ اور اپنی اس کنیز کو آنکھ اٹھا کے بھی نہیں دیکھتے؟"

اس کے جواب میں پرویز نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اور کہا "شیرین افسوس کہ تو نہیں جانتی میرا دل چاک چاک ہے۔ اور سوزش روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔"

شیرین۔ (نہایت ہی متحیر ہو کے) "آخر شہریار کو کس بات کا صدمہ ہے؟ اور کیوں یہ حالت ہو رہی ہے؟"

اس موقع پر طلیح بھی ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہو گیا۔ اور زمین چوم کے عرض کیا "واقعی حضور کو بتانا چاہیے کہ کس چیز کا ملال ہے۔ یہ وفاکیش غلام اسی لیے ہیں کہ ایسے موقعوں پر جان نثاری کریں۔ اور شہریار کے آئینۂ دل کا زنگ مٹانے کی کوشش میں اپنی زندگی صرف کر دیں۔"

پرویز: "میرا یہ غم دور ہو سکتا ہے۔ مگر افسوس میں ظلم نہیں پسند کرتا۔"

طلیح: "حضور ارشاد تو فرمائیں۔ ممکن ہے کہ ظلم نہ ہو اور وہ خلش دور ہو جائے۔"

پرویز: "افسوس! یہی تو نہیں ممکن ہے۔"

شیرین۔ (پرویز کے سینے سے لپٹ کے) "مجھ پر ظلم ہو مجھے گوارا ہے۔ مگر یہ نہیں دیکھ سکتی کہ حضور کے دل پر صدمہ کا بار رہے۔"

پرویز: "تجھ پر ظلم! ممکن ہے کہ تجھ پر ظلم ہو اور مجھے ایک گھڑی کے لیے چین

آئے؟ ہرگز نہین۔"
شیرین "پھر وہ کون سی بات ہے؟"
پرویز۔ (ظلیح کی طرف متوجہ ہوکے) "اے عاقل عرب۔ تجھے خوب معلوم ہے کہ اس حوروش نازنین کی زلف گرہگیر مین میرا دل پھنسا ہوا ہے۔ اِس کی یہ نرم نرم پلکین میرے دل مین چبھی ہوئی ہین۔ کسی طرح نہین دیکھ سکتا کہ میرے سوا اس کے حسن و جمال کا کوئی اور بھی آرزومند ہو۔ آہ فرہاد نے میرا سارا عیش منغص کر دیا! اور میری زندگی بے مزہ ہو گئی!"
شیرین۔ (ہاتھ جوڑکے) "پھر اس مین میری کیا خطا! آہ! آپ کی خوشی کے لیے اُس بدنصیب کو جو سزا دی جائے مین خوشی سے قبول کرتی ہون۔"
پرویز "شیرین تیری باتون سے معلوم ہوتا ہے کہ فرہاد پر ظلم ہونے کے خیال سے تیرا دل دُکھتا ہے۔ آہ! اُس نے آہین کھینچ کھینچ کے تیرے دل مین جگہ پیدا کر لی ہے۔ مگر تو مجبور ہے۔ اور مین اس کی شکایت نہین کرتا۔"

اب شیرین کی آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ کچھ دیر بے قراری سے روتی رہی۔ پھر سر اُٹھا کے کہا "نہین۔ آپ کی لونڈی کے دل مین آپ کے سوا کسی کی جگہ نہین۔ اُسے حضور جو سزا دین مین خوشی سے منظور کرتی ہون۔"

اس موقع پر ظلیح نے کہا "حضور اس فکر کو اپنے دل سے نکال ڈالین۔ غلام وعدہ کرتا ہے کہ یہ دشواری بہت جلد جاتی رہے گی۔"
پرویز "کیونکر؟ کیا تم اُسے جا کے مار ڈالوگے؟"
ظلیح "یہ بھی نہین۔"
پرویز "تو شاید کسی اور کو بھیجوگے کہ اُس کا کام تمام کر دے؟"
ظلیح "یہ بھی نہین۔"
پرویز "آہ! اِس کے سوا اور کوئی تدبیر نہین۔ اور اس کی مین اجازت نہین دے سکتا۔ بلکہ جو اُس پر حملہ کرے اُسے موت کی سزا دون گا۔"
ظلیح "غلام پھر عرض کرتا ہے کہ حضور اس تردد کو دل سے نکال ڈالین۔"
مگر ان باتون سے پرویز کے دل کو بظاہر کسی قسم کی تسکین نہین ہوئی۔ اور پلٹیا

معلوم ہوا کہ جیسے اُس کا دل بھی بھر آیا۔ اور بے صبر و بے قرار ہو کے وہ بغیر اس کے کہ طلیح اور شیرین کو رخصت کرے یا کچھ کہے سُنے اُٹھ کے دوسرے کمرے مین چلا گیا۔

اُس کے جانے کے بعد شیرین نے طلیح سے کہا "یزدان پاک نہاد کا واسطہ کوئی تدبیر تمھین بتاؤ کہ مجھے اس مصیبت سے نجات ملے"

طلیح "ملکہ۔ مین آپ کا پُرانا خادم ہون۔ اور سب سے پہلا فرض اس خادم کا یہ ہے کہ آپ کے دل کو رنج والم کی کثافت سے صاف کرے۔ شہریار کے سامنے ہی غلام عرض کر چکا کہ اس کا مین کافی انتظام کر دون گا۔ اور یہ مشکل بڑی آسانی سے دور ہو جائے گی"

شیرین "مگر دیکھو اُس غریب کو مار نہ ڈالنا"

طلیح "یہ بھی مین نے ظاہر کر دیا کہ نہ خود قتل کرون گا اور نہ کسی کو اُس کے قتل پر مامور کرون گا"

شیرین "پھر کیا کرو گے؟"

طلیح "یہ نہ پوچھیے۔ غلام اپنے رازون کو جب تک وقت نہ آئے نہین ظاہر کرتا ہے۔ لیکن یہ اطمینان رکھیے کہ وہ میرے یا میرے کسی بھیجے ہوے شخص کے ہاتھ سے نہین مارا جائے گا۔ اور غلام آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہین کر سکتا"

شیرین نے آنکھون ہی آنکھون مین اپنے ہوشیار دوست کی اِن مہربانیون کا شکریہ ادا کیا۔ اور طلیح اُس سے رخصت ہو کے گھر مین آیا۔ اور اپنی کیا وجورو سے دیر تک باتین کر کے ادھر اُدھر سیر کو چلا گیا۔

اس واقعہ کے دوسرے دن سہ پہر کو کوہ بے ستون پر فرہاد کھڑا زور و شور اور جوش و خروش سے تیشہ زنی کر رہا تھا۔ پہاڑ کو کاٹتا جاتا تھا۔ اور شیرین کی پیاری صورت یاد کر کے اپنے دل مین حوصلہ و ہمت پیدا کرتا جاتا تھا۔ ناگہان سامنے سے ایک جوان و حسین عورت نظر آئی جس نے کپڑے پھاڑ ڈالے تھے۔ اور سر پیٹ رہی تھی۔ فرہاد اُس کے قریب گیا۔ اور ہمدردی کے لہجے مین پوچھا "کیا ہوا جو یون پھوٹ پھوٹ کے رو رہی ہو۔ کیا میری طرح تم بھی کسی کے فراق مین مبتلا ہو؟"

عورت ”آہ! تو عاشق کا دم بھرتا ہے! مگر نہیں تو جھوٹا ہے۔ اور صرف دکھانے کے لیے عاشق بنا ہے“

فرہاد - (متحیر ہو کے) ”کیوں؟“

عورت ”تجھے خبر نہیں؟ اور تیری معشوقہ پر قیامت پھٹ پڑی!“

فرہاد - (ایک آہ فلک دوز کھینچ کے) ”ہائے کیا ہوا؟“

عورت ”افسوس اس نے دنیا خالی کی اور دخمہ کو آباد کیا۔ مدائن بے چراغ ہو گیا۔ اور پرویز محل کی دیواروں سے سر ٹکرا رہا ہے۔ یہ سب کچھ ہو گیا اور تجھے خبر نہیں!“

فرہاد - (انتہا نا جوش بیقراری سے) ”آہ! یہ کیا کہتی ہے! او دنیا...! نازنین دنیا سے چل بسی! اور تو زندہ پھرتا ہے! نہیں تو اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ آ تیشہ آ! اسی سے اس شکستہ دل کو اپنے جوش محبت کی داد مل سکتی ہے! تو ہی مجھے وہاں پہونچا سکتا ہے جہاں وہ نازنین گئی!“ یہ کہہ کے اس زور سے ایک تیشہ اپنے سر پر مارا کہ سر پھٹ گیا۔ تیورا کے گرا۔ اور دم بھر میں تڑپ کے جان دے دی۔

اب اس عورت کا رونا پیٹنا موقوف ہو گیا۔ اس نے جھک کے اچھی طرح دیکھ لیا کہ فرہاد کی لاش بالکل ٹھنڈی ہو گئی۔ پھر نبض دیکھی۔ اور اپنے دل کی طرف خطاب کر کے بولی ”نہیں نبض بھی نہیں چلتی ہے“ اس کے بعد اٹھی۔ یکایک چہرے پر ایک مسرت نمایاں ہوئی۔ مسکراتی ہوئی پلٹی۔ اور چپکے سے کہا ”اب طلع کو اقرار کرنا پڑے گا کہ میں نے کیسا اچھا امتحان دیا؟ اور کس خوبی سے اس فتنے کو ختم کر دیا؟“ یہ کہہ کے کوہستان سے باہر نکلی۔ ایک اونٹ پر سوار ہو کے شہر مدائن کی طرف چلی۔ جہاں پہونچتے ہی طلع کے سینے سے لپٹی ہوئی تھی۔ اور وہ دونوں جوش مسرت کے ساتھ ایک دوسرے کے بوسے لے رہے تھے۔

انتیسواں باب

لڑائی کی تیاریاں

فرہاد کی زندگی کا چراغ گل ہونے کے دوسرے دن عید نوروز کا جشن تھا۔ خسرو پرویز اپنے تخت مرصع پر جلوہ افروز تھا۔ شیرین پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی۔ طلع

زید بن عدی۔ ماہویہ۔ اور تمام ارکین دولت۔ اُمرائے دربار۔ اور سپہ سالاران فوج پُرتکلف کپڑے پہنے سامنے دست بستہ کھڑے ہوئے تھے۔ نازنین گزرچکی تھین۔ اُس مرصع فرش پر جو جواہرات کے باغ کا سمان پیش نظر کر رہا تھا جا بجا حسین و خوبرو لڑکیان ناچ رہی تھیں۔ اور سُریلے گلون کی تانین سارے قصر سفید مین گونجتی تھین کہ ناگہان ایک شاہی ہرکارے نے سامنے آکے زمین چومی اور ادب سے عرض کیا "کہ اقبال ہمیشہ عروج پر رہے۔ اور حاسد و بد خواہ دولت ذلیل و خوار ہون۔ ابھی ابھی خبر آئی ہے کہ فرہاد جو کوہ بے ستون پر نہر کھودنے مین مشغول تھا مر گیا"

یہ خبر سُنتے ہی سب لوگ چونک پڑے۔ شیرین کی آنکھون پر کچھ حسرت سی برس گئی۔ اور اپنے دلی جذبات کے چھپانے کے لیے فوراً سر جھکا لیا۔ تھوڑی دیر کے اضطراری سناٹے کے بعد پرویز نے اُس ہرکارے کی طرف دیکھ کے تعجب کے لہجے مین کہا "مر گیا! کیونکر مر گیا؟"

ہرکارہ "دیکھنے والے کا بیان ہے کہ وہی تیشہ جس سے چٹانون کو کاٹا کرتا تھا خود اپنے سر پہ مار کے آپ ہی اپنی زندگی ختم کر دی"

پرویز "یعنی اُس نے خودکشی کر لی؟"

ہرکارہ "خداوند۔ ایسا ہی سُنا گیا ہے"

مطلع۔ (سامنے زمین ادب چوم کے) "حضور حکم دین کہ اس خبر کی اچھی طرح تحقیقات کی جائے۔ سمجھ مین نہین آتا کہ اُس نے کیون خودکشی کر لی"

ہرکارہ "ایک لکڑی والا جو اُس وقت وہان سے تھوڑے فاصلے پر تھا بیان کرتا ہے کہ کسی عورت نے اُس کے قریب جا کے رونا شروع کیا۔ فرہاد نے رونے کا سبب پوچھا تو اُس نے کہا کہ ملکۂ شیرین سے دنیا خالی ہو گئی۔ بس یہ جملہ سُنتے ہی اُس نے کلھاڑی اپنے سر پر مار لی۔ اور تڑپ کے مر گیا"

یہ سُن کے شیرین نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اور پرویز نے کہا "افسوس اُسے بہت بڑا دھوکا دیا گیا!" پھر ہرکارے کی طرف دیکھ کے بولا "جاؤ دریافت کرو وہ کون عورت تھی جس نے اُس کے ساتھ ایسی ذلیل دشمنی کی؟ اگر مل گئی تو نو کر و نار کی قسم سخت سزا پائے گی"

ہرکارہ یہ حکم پاتے ہی اُلٹے پاؤں واپس گیا۔ خسرو فرہاد کی اس حسرت ناک موت پر افسوس کرنے لگا۔ اور تمام اہل دربار متحیر تھے کہ یہ کون عورت تھی اور فرہاد کی جان لینے سے اُسے کیا فائدہ ہوا۔ سب لوگ انھیں خیالوں میں تھے کہ طلیحہ نے اس مبحث کے بدلنے کی کوشش کی۔ اور بڑھ کے ادب سے عرض کیا "اب اقبال شہریاری کا ستارہ عروج پر ہے۔ ایک طرف تو دنیا اُس خود فراموش رقیب سے خالی ہوئی۔ دوسری طرف وہ موسم آگیا جبکہ قبائل عرب آب ذی قار کے کنارے جمع ہوا کرتے ہیں۔ ذی قار کے میلے کو صرف ایک مہینہ باقی ہے۔ عساکر شاہی فوراً روانہ ہوں تاکہ عین وقت اور ٹھیک موقع پر پہونچ جائیں۔ اب اگر ذرا بھی دیر ہوئی تو موقع ہاتھ سے نکل جائے گا"

پرویز یہ سن کے بہت خوش ہوا۔ اور اپنے سپہ سالار ماہویہ کی طرف دیکھ کے بولا "اسی وقت روانگی کا سامان کرو۔ اور دیکھو اسی ہفتہ میں ہماری فوج ظفر موج روانہ ہو جائے۔ وحشی عربوں میں سرکشی کا مادہ بڑھ گیا ہے۔ منذر سلے بغاوت کی اور اپنی سزا کو پہونچا۔ مگر قبائل عرب بدستور سرتابی و غدر پر آمادہ ہیں۔ اور اُن کے اس جاہلانہ غرور سے تاج ساسانی اور قوم عجم کی سُبکی ہو رہی ہے"

ماہویہ ۔ (زمین چوم کے) "خداوندا اسی ہفتہ میں شاہنشاہی علم اقبال جنوب کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ اور چند ہی روز میں سرداران قبائل عرب زنجیروں میں بندھے ہوئے تخت ساسانی کے سامنے پڑے ہوں گے"

پرویز "خیال رکھو کہ تمہارے ہمراہ زیادہ جماعت تاتاری ترکوں اور سیستانی و کرانی جاٹوں کی ہو۔ اس لیے کہ یہی لوگ اپنی وحشت و شجاعت سے عربی صحرا نوردوں اور ان جفاکش بادیہ گردوں کا خوب مقابلہ کر سکتے ہیں"

ماہویہ "بے شک انھیں لوگوں کے ہاتھ سے عربوں کا غرور خود پرستی ٹوٹے گا۔ نیز بعض اطاعت کیش قبائل عرب کو بھی حکم دیا جائے کہ ایرانی نشان کے نیچے جوہر شجاعت دکھائیں۔ بنی طے دولت کے جان نثار ہیں۔ اُن کا سردار قبیصہ تاج حیرہ کا مدتوں سے آرزومند ہے۔ اگر حضور کا ذرا بھی اشارہ ہوا تو اپنی پوری بہادر قوم کو ساتھ لے کے عربوں کی سرکوبی پر آمادہ ہو جائے گا"

پرویز "مناسب ہے۔ اُس سے بڑی مدد ملے گی۔ اور اُس کے بلانے کی

کوشش کی جائے۔ اگرچہ وہ اس دربار کا مجرم ہے مگر ہمیں ضرورت ہے کہ دیگر قبائل عرب کو سزا دینے کے لیے اُس کے اور اُس کی قوم کے اسلحہ سے مدد لیں۔"

طلیحہ۔ (تخت کے سامنے سجدہ کر کے) "بے شک حضور اُس سے مدد لیں۔ اور اُس سے اگر کوئی باز پرس کرنی ہے تو عربوں کو سزا دینے کے بعد کی جا سکتی ہے۔"

پرویز۔ "عربوں میں سب سے زیادہ سرکش بنی شیبان ہیں۔ اُنھیں لوگوں نے منذر کے خاندان والوں کو اس دولت کے خلاف پناہ دی ہے۔ اور اُنھیں کے پاس وہ زرہیں بھی ہیں جو آل نعمان کو اس دربار سے عطا ہوئی تھیں۔ سب سے بڑا باغی بنی شیبان کا سردار معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اُسے منذر کی گرفتاری کے بعد لکھا گیا تھا کہ اُس کے خاندان کی عورتوں اور ہماری زرہوں کو بھیج دے۔ مگر اُس نے نہایت شرارت و سرکشی کے ساتھ جواب دیا کہ اہل عرب امانت کی حفاظت میں اپنی جان و مال کی پروا نہیں کرتے۔ یعنی وہ ہم سے مقابلہ کرنے کو تیار ہے۔ واقعی اُسے بنی طے ہی خوب سزا دے سکیں گے۔ جو بادیہ گردی اور ریگستان میں پھرنے کے خوب عادی ہیں۔"

ماہھویہ۔ "غلام کا بھی یہی خیال ہے۔"

پرویز۔ "تو کسی کو آج ہی قبیصہ کے پاس روانہ کرو۔ اور ایک فرمان بھیجو کہ اپنی قوم کو ساتھ لے کے روانہ ہو جائے اور ہماری ایرانی فوج سے میدان ذی قار میں آملے۔ جس کے صلے میں اُسے بنی کندہ کا ملک اور حیرہ کا تاج و تخت ہمیشہ کے لیے دے دیا گیا۔"

اسی وقت ایک ایرانی سردار ایک ہزار سواروں کے ساتھ شاہی فرمان لے کے بنی طے کی سرزمین کی طرف روانہ ہوا۔ اور دربار کے برخاست ہوتے ہی ملک عرب پر فوج کشی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ دربار سے باہر نکل کے زید بن عدی نے طلیحہ سے کہا "اور سب باتیں تو ہمارے حسب مراد ہوئیں۔ مگر قبیصہ طائی بچ گیا جس کی بیخ کنی کی آپ پوری تدبیر کر چکے تھے۔"

طلیحہ۔ (اطمینان کے لہجے میں) "جس کو میں خاک میں ملانا چاہوں وہ بچ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لیکن اس وقت مخالفت کرنا خلاف مصلحت تھا میں نے شہریار کی رائے سے اتفاق کر لیا۔ لڑائی کے بعد دیکھنا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ اور اُسے کیونکر سزا ملتی ہے۔ مگر تمھیں تو اس سے کسی بات کا انتقام نہیں لینا ہے پھر تمھیں اس کی کیا فکر ہے؟"

زید "ایک خیال مدت سے میرے دل مین کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے - ہند بنت نعمان کی دلفریب صورت نے میری خوشیان خاک مین ملادی ہین - راتون کو نیند نہین آتی - جبکہ اُس کی سراپا ناز تصویر کو خیال کے سامنے لاکے دل ہی دل مین پرستش کیاکرتا ہون - آرزو تھی کہ منذر کو خاک مین ملاکے ہند کو اپنے قبضہ مین لاؤن گا - مگر افسوس قبضہ میرا رقیب ہے - اور کامیاب نظر آتا ہے "

طلحہ - (ہنس کے) "میری سمجھ مین نہین آتا کہ تم لوگون نے کیسے موم کے دل پائے ہین کہ ذرا مین پگھل جاتے ہین ؟ میرے دل پر نہ کسی کی چشم فتان کا اثر ہوتا ہے اور نہ کسی کی نگاہ ناز کا - حسن و جمال سے مین بس اسی طرح فائدہ اُٹھاتا ہون جس طرح کوئی ایک خوبصورت پھول کو سونگھ کے پھینک دے - لیکن - خیر - تم پریشان نہ ہو - تمھارے رقیب سے دنیا کو خالی کرانا میرے ذمے ہے - مگر یہ سمجھ لو کہ ہند تم کو نہین مل سکتی - وہ ایک راہبہ بن گئی - اور اُس جگہ ہے جہان تک کسی کی کمند نہین پہونچ سکتی - تاہم اس کے لیے بھی مین کوشش کرون گا - مگر ضرورت ہے کہ اب اس فوج کے ساتھ ہم سب بھی سرزمین عرب کو روانہ ہون - تاکہ وہان تمھین تمھاری معشوقہ سے ملاؤن - اور مین اُن لوگون کو قتل ہوتے اپنی آنکھ سے دیکھون جن سے مجھے انتقام لینا ہے "

زید "ضرور - مین شہریار پرویز سے آج ہی اجازت حاصل کر لون گا "

طلحہ " یہ بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لو - کہ میرا جانا بھی ضروری ہے میرے بغیر اس مہم مین بہت مشکل سے کامیابی ہو گی "

یہ مشورہ دے کے طلحہ اپنے گھر مین آیا - اور آتے ہی خولہ سے کہا "پیاری نازنین - مین تیرا شکر گزار ہون - تجھ سی بیوی مجھے ایک سلطنت سے بھی زیادہ عزیز ہے - تیری ہوشیاری اور تیری اداؤن سے مجھے ہر مہم اور ہر معاملے مین مدد ملتی ہے "

خولہ - (ایک ناز کے ساتھ مسکرا کے) "سچ تو یہ ہے کہ مین نے صرف تمھارے کہنے سے فرہاد کی جان لی - ورنہ مجھے اُس کے جوش بیخودی اور اُس کے سچے عشق پر بڑا ترس آتا تھا "

طلحہ " ہوشیار اور عقلمند آدمی کو کبھی کسی پر ترس نہ آنا چاہیے - مگر خولہ فرہاد کا کام

تمام کرتے تجھے لوگون نے دیکھ لیا۔"

خولہ۔ (حیرت سے) "دیکھ لیا! نہین یہ غیر ممکن ہے۔ اُس وقت تمام کوہستان مین ہر طرف سناٹا تھا۔ اور کسی طرف کوئی شخص نہین نظر آتا تھا۔"

طلحہ "تو نے نہ دیکھا ہوگا۔ مگر ایک جنگلی لکڑہارا لکڑیان کاٹ رہا تھا جس نے شاہی ہرکارون سے بیان کر دیا تھا کہ کسی عورت نے رو رو کے فرہاد کو شیرین کے مرجانے کی خبر دی۔ اور فرہاد نے جوش مین آ کے کلھاڑی اپنے سر پہ مار لی۔"

خولہ۔ (چونک کے) "تو بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ مین نے فرہاد کی جان لی؟" اور مارے خوف کے کانپنے لگی۔

طلحہ۔ (ہنسکے اور خولہ کو گلے سے لگا کے) "ڈر نہین! جب تک طلحہ زندہ موجود ہے تجھے کوئی صدمہ نہین پہونچا سکتا۔ لوگ زندگی بھر ڈھونڈھین گے اور نہ پائین گے کہ وہ عورت جس نے فرہاد کی جان لی کون تھی۔"

اس کے بعد طلحہ دیر تک اپنی نازآفرین اور کیاد و فتنہ جو جورو کے بوسے لیتا اور اُسے تسلی دیتا رہا۔ اور جب ہر قسم کا خوف و ہراس اُس کے دل سے نکل گیا تو بولا "خولہ اب وقت آ گیا کہ ہم اپنا انتقام لینے کے لیے ملک عرب کی راہ لین۔"

خولہ (ٹھٹھک کے) "تو کب؟ مین تو اس کے انتظار مین روز دن گنا کرتی ہون۔"

طلحہ "اسی ہفتہ مین۔ شہریار پرویز نے آج لشکر روانہ ہونے کا حکم دے دیا۔"

خولہ "اور تم نے بھی اجازت لے لی؟"

طلحہ "مین نے زید سے کہہ دیا ہے۔ وہ اپنے اور میرے دونون کے لیے آج اجازت لے لے گا۔"

یہ سنتے ہی خولہ جوش مسرت کے ساتھ طلحہ کے سینے سے لپٹ گئی۔ اور بولی "اب مین یہان رہتے رہتے اُکتا گئی تھی۔ اور اُن سفید سفید بالو کے ٹیلو خاموش اور سنسان بیابانون۔ برہنہ پہاڑون اور کھجور کے فرحت بخش جھنڈون کے دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔"

طلحہ "مگر خولہ۔ مجھے ایک اور ضروری مہم سر کرنا ہے۔"

خولہ "وہ کیا؟"

طلحہ "جن لوگوں سے انتقام لینا ہے اُن سے تو ہم بدلہ لے ہی لیں گے۔ مگر ہمیں اس زید سے بھی دنیا کو خالی کرانا ہے جو ہمارے رازوں سے واقف ہو گیا ہے۔ ان رازوں کے جاننے کی وجہ سے اُس کے اختیار میں ہے کہ جس وقت چاہے ہمیں سخت مصیبتوں میں مبتلا کر دے"

یہ سُن کے خولہ نے نہایت ہی حیرت کی نگاہوں سے اپنے بے رحم و ستم پیشہ شوہر کی صورت دیکھی۔ اور چند لمحہ تک سناٹے میں رہ کے بولی "تم اس کے احسانوں کو بھول جاؤ گے جو اُس وقت کیے آپ و گیاہ کو یاد کرو۔ جہاں ہم دونوں تشنہ لبی کی تکلیف سے زمین پر پڑے ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ اتنی بھی طاقت نہ تھی کہ زبان سے العطش پکار سکیں۔ اور یہ زید ایک فرشتہ بن کے آیا تھا۔ اور ہماری جان بچائی تھی"

طلحہ "اُس کے اس احسان کا ہم نے کافی معاوضہ کر دیا کہ اُسے شہنشاہ ایران کے دربار میں پہونچا دیا۔ اور اس کی یہ زندگی بھر کی آرزو پوری کر دی کہ منذر قتل ہوا اور اسے اپنے باپ کا بدلہ مل گیا۔ بس یہی چیزیں اُس کے احسانات کا کافی بدلہ ہیں۔ جن کے بعد ہمیں اپنی مصلحت دیکھنی چاہیے۔ اور اپنے مصالح کے مقابلے میں نہ ہمیں کسی کے احسان کا خیال کرنا چاہیے اور نہ رحم دلی کی کمزوریوں میں پڑ کے آپ کو بودا ثابت کرنا چاہیے۔ زید ہمارا دوست اور بیگناہ و بے قصور ہو مگر ہمارے اطمینان کے لیے اُس کا قتل ہونا ضروری ہے"

خولہ "پھر آخر اُس کے قتل کرنے کی کیا تدبیر سوچی ہے؟"

طلحہ "اب یہ میدان جنگ میں پہونچ کے دیکھا جائے گا۔ اب تم سفر کا سامان کرو اور جب عربوں اور ایرانیوں میں لڑائی ہو گی۔ ایرانیوں کے ہاتھ سے عربوں کا غرور خود سری ٹوٹے گا۔ اور ریگزار عرب میں ہر طرف تلوار چلنا شروع ہو گی۔ اُس وقت ہمیں کافی موقع ہو گا کہ اپنے تمام دشمنوں سے دنیا کو خالی کرا دیں"

یہ ہفتہ مدائن میں نہایت گرمجوشی کے ساتھ بسر ہوا۔ شب و روز یہ حالت تھی کہ لوگ اپنے اسلحہ درست کر رہے تھے۔ جا بجا سپاہی سپہ گری کی مشق کرتے نظر آتے۔ اور جدھر دیکھیے یہی سامان دکھائی دیتا کہ لوگ قتل و خون اور

خونریزی و جان ستانی کے لیے تیار ہو رہے ہین۔ آخر خسرو پرویز نے طلیح اور زید کو بھی روانگی کی اجازت دے دی۔ اور شیرین نے نہایت ہی احسان مندی و حسرت کے ساتھ طلیح کو رخصت کیا جسے وہ اپنے خیال مین اپنا سب سے بڑا محسن اور اپنی تمام امیدون کو بر لانے والا تصور کرتی ہے۔

آخر روانگی کی معینہ تاریخ آگئی۔ اور ایک لاکھ ایرانی سپاہ عجمی سپہ سالار ماہویہ کی ماتحتی مین دارالسلطنت عجم کو اپنی زرق برق وردیان۔ اپنے آبدار اسلحہ اور اپنی شان و شوکت دکھا کے جنوب و مغرب کی طرف روانہ ہو گئی۔ یہ لشکر ایک سیلاب کی طرح جس علاقے اور جن گاؤن سے گزرتا اُسے تباہ و برباد کر دیتا۔ آمد آمد کی خبر مشہور ہوتے ہی رعایا گھرون کو چھوڑ چھوڑ کے بھاگ جاتی۔ اس لیے کہ مشہور تھا جس سرزمین پر عجمی فوج کا گزر ہوتا ہے وہان تاخت و تاراج قتل و غارت۔ بے حرمتی و رسوائی بے عزتی و بے عصمتی۔ غرض دنیا کی کوئی آفت و ذلت نہین اُٹھ رہتی۔ اول تو عموماً عجمی سردار بے پروا اور شہوت پرست تھے۔ مگر یہ لشکر معمول سے زیادہ تباہ و برباد کن تھا۔ اس لیے کہ دس ہزار مجرم قیدخانون سے نکال کے ساتھ کر دیے گئے تھے کہ عربون کے مقابلے مین جوہر شجاعت دکھا کے معافی اور شاہی مہربانی کی سند حاصل کرین۔ یہ لوگ سوا لوٹنے مارنے اور شرفا کی عزت و آبرو خاک مین ملانے کے کچھ جانتے ہی نہ تھے۔ پندرہ دن مین یہ بہتا ہوا دریا بہت سے شہرون اور گاؤن کو تباہ و ویران کر کے ارض حیرہ مین داخل ہوا۔ جہان ان دنون پہلے ہی سے بے امنی اور بد انتظامی ہو رہی تھی۔ کیونکہ بادشاہ منذر کو مدائن مین ہاتھی نے روند ڈالا۔ اُس کے عزیز و اقارب اور بنی کندہ کے تمام شاہزادے اور شاہزادیان بنی شیبان کے پاس پناہ گزین ہین۔ اور یہان کوئی نہین جو حکومت کو سنبھالے۔ اور لوگون کو قتل و غارت اور خانہ جنگیون سے روکے۔ ایرانی سپاہ نے پہونچ کے اُس بے امنی کو اور بڑھا دیا۔ اور یہ حالت ہو گئی کہ کوئی شخص نہ گھر مین محفوظ و مامون تھا اور نہ سڑکون اور گلیون مین۔

ماہویہ نے حیرہ مین قیام کر کے قبائل عرب کا انتظار کرنا شروع کیا۔ اس لیے کہ اکثر قبائل جو تاج ساسانی کے طرفدار تھے انھین درفش کاویانی کے نیچے یہان

جمع ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ یہاں ٹھہر کے چاروں طرف جاسوس روانہ کیے گئے کہ معلوم ہو تمام قبائل عرب آب ذی قار کے کنارے جمع ہو گئے یا نہیں اور جمع ہوے ہیں تو پتہ لگایا جاے کہ کون کون قبائل اور کون کون سردار موجود ہیں۔ یہ سب غرضیں ایک ہی ہفتہ میں پوری ہو گئیں۔ جاسوس خبر لاے کہ بنی شیبان قریش۔ بنی قضاعہ۔ اور شمالی عرب کے قبائل میں سے کوئی قبیلہ اور کوئی سردار نہیں جو موجود نہ ہو۔ اور سب سے بڑی یہ خبر معلوم ہوئی کہ بنی شیبان کے سردار ہانی بن مسعود کے ساتھ آل حیرہ کے تمام شاہزادے اور شاہزادیاں بھی موجود ہیں۔ جن کے لیے تاجدار عجم کے عیش میں خلل آگیا ہے۔" یہ خبر نہ تھی بلکہ ایک مژدہ تھا جسے سُن کے ماہویہ اور زید بہت خوش ہوے۔ اور طلے نے جیسے کسی بے اختیاری کے جوش سے بے صبر ہو کے اُس جاسوس سے جو یہ خبر لایا تھا پوچھا" بھلا تم کو یہ بھی معلوم ہوا کہ قرور و سیرنام دو نو عمر شخص جنھوں نے صرف اپنی بد معاشی سے فرمان روا ے بنی غسان اور منذر کے باپ نعمان کی دامادی حاصل کی تھی وہ بھی بنی شیبان میں ہیں؟" جاسوس "جی ہاں موجود ہیں۔ اور سردار بنی شیبان اُن کے حال پر نہایت ہی مہربان ہے"

طلے "بہتر" اور پھر اُس نے ماہویہ کی طرف دیکھ کے کہا "تو اب آپ لشکر کو آگے کیوں نہیں بڑھاتے؟ ایسا نہ ہو موسم گزر جاے۔ اور قبائل عرب ذی قار کے کنارے سے چل کھڑے ہوں"

ماہویہ "مجھے خیال تھا کہ شاید بعض اور قبائل عرب یہاں آکے ہم سے ملنے والے ہوں۔ لیکن اگر یہ اندیشہ ہے تو میں اسی وقت کوچ کا حکم دیے دیتا ہوں۔ اور بنی طے کو تو وہیں ذی قار میں حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے"

زید "ہاں بلیعہ وہیں آکے ملے گا۔ پھر کسی کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں"

ماہویہ نے اسی وقت فوج کو تیار ہو جانے کا حکم دے دیا۔ اور دوسرے دن صبح کو فارسی علم اور عجمی بیرقیں ریگزار عرب میں داخل ہو کے ذی قار کی طرف روانہ ہوئیں۔

تیسوان باب

یوم ذی قار

حیرہ سے روانہ ہونے کے آٹھوین دن ایرانی لشکر آب ذی قار کے قریب جا پہونچا۔ جہان پہونچتے ہی قبیصۂ طائی بھی اپنی قوم کے جوان مردون کو لے کے حاضر ہو گیا۔ اب ایرانی فوج کا شمار دو لاکھ سے زیادہ تھا۔ اس لیے کہ ایک لاکھ فوج تو خالص ایرانیون۔ جاٹون۔ ترکون۔ اور زابلی یعنی افغانی جوانون کی تھی۔ اور اس سے زیادہ گروہ عربی قبائل کا تھا۔ جو حیرہ سے یہان تک برابر آ آکے ایرانی جھنڈے کے نیچے جمع ہوتے جاتے تھے۔ ذی قار کے قریب پہونچتے ہی ماہویہ نے ایک فارسی نبرد آزما ہرمزوک کے مشورے سے اپنے لشکر کو چارون طرف پھیلا دیا۔ اور جتنے قبائل عرب ذی قار کے کنارے اُترے ہوے تھے اُنھین ہر طرف سے گھیر کے واپسی کا راستہ بند کر دیا۔

یہ خبر پہونچتے ہی اہل عرب مین ایک تشویش پیدا ہو ئی۔ اور اکثر لوگ جن کے دل پر ساسانی ہیبت و جبروت کا اثر پڑا ہوا تھا۔ بدحواس ہونے لگے کہ کیا کرین؟ کدھر جائین؟ اور کیونکر جان بچائین؟ تمام سرداران قبائل ہانی بن مسعود کے خیمے مین جمع ہو گئے۔ اور باہم غور کیا جانے لگا۔ کہ اس موقع پر کیا کارروائی کی جائے مشورہ ہو ہی رہا تھا کہ ماہویہ کا ایلچی آن پہونچا۔ جس نے سب سرداروں کی طرف مخاطب ہو کے کہا ”اے سرداران عرب۔ تم لوگ شاید دولت کسری کی شان و شوکت نہین جانتے۔ جو اطاعت قبول کرنے اور شہریار پرویز کے جھنڈے کے سامنے سر جھکانے مین تامل کر رہے ہو۔ ہزارہا سال کی زبردست سلطنت فارس کو تمھارے اتفاق سے کوئی ادنی صدمہ بھی نہین پہونچ سکتا۔ ایک اشارہ ہونے کی دیر ہے۔ اور یہ شہنشاہی لشکر جو تمھین گھیرے ہوئے ہے ایک دم بھر مین تم سب کو کاٹ کے ڈال دے گا۔ اور تمھاری طرف سے ذرا سی بھی سرکشی ظاہر ہوئی تو پھر تمھین نہ ان پہاڑ کوہسارون مین پناہ ملے گی۔ نہ ان پیچیدہ ریگزارون مین۔ مصلحت یہی ہے کہ بے عذر سر اطاعت جھکاؤ اور منذر کے خاندان والون۔ اُس کے لڑکون۔

لڑکیون اور اُن شاہی زرہون کو جو تمھارے پاس ودیعت رکھی گئی ہین ہمارے سردار یاہو یہ کے حوالے کرو۔ مین تمھارے پاس سپہ سالار عجم کی طرف سے تین صورتین پیش کرتا ہون۔ یا تو ہتھیار رکھ دو۔ اور ہمارے ہاتھ مین گرفتار ہو جاؤ یا خانمان بربادی اختیار کرو۔ اور جن اضلاع مین آباد ہو انھین چھوڑ کے کسی اور ملک مین چلے جاؤ۔ اور یہ دونون باتین نہین منظور ہین تو ہتھیار اُٹھاؤ۔ اور مردانگی سے مقابلہ کرو۔"

یہ پیام سُن کے ہانی نے اُس ایرانی ایلچی کو ایک خیمے مین ٹھہرا دیا۔ اور اپنے خیمے مین جا کے تمام سرداروں اور صاحب رائے لوگون سے مشورہ کرنے لگا کہ اس پیغام کا کیا جواب دیا جائے۔ بعض بعض کمزور لوگ جو ایرانی فوج کی کثرت کا حال سُن کے خوف زدہ ہو گئے تھے بولے "ہمین دوسری صورت اختیار کر لینی چاہئے۔ ہم خانہ بدوش لوگ ہین۔ کبھی مشرق مین ہوتے ہین۔ اور کبھی مغرب مین۔ کبھی شمال مین پڑاؤ ڈالتے ہین اور کبھی جنوب مین۔ وطن چھوڑ دینا ہمارے لیے کوئی دشوار امر نہین ہے۔ جس طرح یہان آب ذی قار کے کنارے خیمے نصب کیے ہین اور چادرین تانی ہین۔ اُسی طرح اب یہان سے چل کے ارض یمن کے شاداب مرغزارون اور دوس و حمیر کے پڑوس مین خیمے کھڑے کرین گے۔"

عمرو اور زہیر اس گفتگو کو سُن رہے تھے اور دل ہی دل مین غصہ کر رہے تھے۔ جیسے ہی کہنے والے نے زبان روکی زہیر کھڑا ہو گیا۔ اور جوش وخروش سے چلایا "اے شرفاے عرب۔ وطن کے ساتھ کیا تم عزت و شرافت اور شجاعت و جرأت بھی چھوڑ دو گے؟ یہان سے بھاگ کے اور ایرانیون سے ذلیل ہو کے بنی حمیر و دوس کو تم کیا منھ دکھاؤ گے؟ اور کیا منھ لے کے وہان آباد ہو گے؟"

یہ سُن کے ایک قضاعی شخص بول اُٹھا "بنی حمیر و دوس مین کیا شرافت باقی رہی جو ہم اُن کے سامنے شرمندہ ہون گے؟ ہم تو صرف عجمیون سے مغلوب ہو کے بھاگ ہین گئے۔ اور اُنھون نے حبشیون اور فارسیون دونون کی غلامی اختیار کی۔ اُن کے مقابلے مین ذلیل ہوئے۔ اور اپنی عورتون کی عصمت و عفت تک اُن کی نذر کر دی۔" یہ سننا تھا کہ مدینے کا ایک شخص جو قوم حمیر کا ہم نسب تھا آگ بگولا

ہو کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ تلوار کھینچ لی۔ اور بولا "قسم ہے ہُبل کی حمیر و دوس تم سب سے زیادہ شریف ہین" یہ بدمزگی دیکھ کے ہانی نے سب کو روکا اور کہا "یہ وقت باہمی نزاع اور اپنی اپنی شرافت پر ناز کرنے کا نہین ہے۔ شرافت کا جوہر دکھانے کے لیے میدان جنگ موجود ہے۔ اس مین ہر شخص نیزے کے وار اور تلوار کے ہاتھ دکھا کے ثابت کر سکتا ہے کہ وہ کتنا بڑا شریف ہے۔ اور اس بارۂ خاص مین مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بجائے رائے زنی کرنے کے تم کسی قابل اعتبار سردار عرب پر محوّل کر دو۔ اور وہ جو رائے دے اُسی پر عمل کیا جائے۔ یا تو ہم اسی میدان مین مارینگے اور مر جائینگے۔ یا دشمنون کو شکست دے کے آل ساسان کی قدیمی سطوت و حشمت کو خاک مین ملائینگے۔ اور ثابت کر دینگے کہ ہم عرب کی تمام قومون اور یہان کے تمام قبیلون سے زیادہ شریف النسب ہین"

اس رائے کو سب نے پسند کیا اور تھوڑے اختلاف کے بعد طے ہو گیا کہ بنی عجل ان کا نامی گرامی سردار حنظلہ بن ثعلبہ جو فیصلہ کر دے اُسے سب بے عذر تسلیم کر لین۔ اس لیے کہ حنظلہ عرب کے مشہور عقلا اور زبردست شہسوارون مین تھا۔ حنظلہ نے پہلے تو کسی قدر عذر کیا مگر جب دیکھا کہ سب لوگ اُسی کی رائے پر عمل کرنے کو تیار ہین تو تھوڑی دیر سر جھکائے رہنے اور غور کرنے کے بعد بولا "شرفائے عرب اگر عزت ہے تو زندگی بھی ہے۔ ورنہ جینا بے سود ہے۔ میرے نزدیک تو ہمین بغیر کسی قسم کا اندیشہ کیے اپنے بُتون کا نام لے کے ہتھیار اُٹھانا اور مقابلہ کرنا چاہیے" اس رائے کے ظاہر ہوتے ہی تمام عربی نبرد آزما لڑنے اور جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ اُسی وقت فارسی ایلچی کو بلا کے کہہ دیا گیا کہ "ہم مقابلہ کرینگے اور دیکھتے ہین کہ قسمت عرب و عجم مین کیا فیصلہ کرتی ہے" ایرانی ایلچی اس جواب کو سُن کے متحیر ہو گیا۔ اس لیے کہ اُس کے خیال مین عرب لوگون کی مجال نہ تھی کہ ایرانیون سے لڑنے کا حوصلہ کرین۔ مگر اُسے تامل کرنے کا کیا حق تھا۔ جواب لیتے ہی ماہویہ کے پاس گیا۔ اور کہدیا کہ "وہ لوگ مقابلے پر آمادہ ہین۔ اور بغیر لڑے ہتھیار نہ رکھینگے" یہ پیام سُن کے ماہویہ بہت خوش ہوا۔ اس لیے کہ ایک فوجی افسر کو جو مزہ مقابلہ کرنے اور دشمنون کے قتل و قمع مین آ سکتا تھا صلح مین نہین ممکن تھا۔ فوراً ایرانی نشان آگے بڑھایا گیا اور عجمی سپاہی طبل و قرنا اور

چنگ وجلاجل بجاتے ہوئے بڑھے۔
دشمنون کی فوج کے روانہ ہونے کا حال سُن کے ہانی نے فوراً وہ زرہین جو مُنذر نے امانت رکھوائی تھین نامی سرداران عرب اور شجاعان قبائل مین تقسیم کر دین کہ اُنھین پہن کے بہادری سے مقابلہ کرین۔ پھر یہ خیال کرکے کہ یہان تالاب کے کنارے اچھی طرح مقابلہ نہ ہو سکے گا۔ اور شکست کی صورت مین یہان کوئی پناہ کی جگہ نہ ہوگی اپنی تمام فوج ریگزار اور بالو کے تودون کی طرف ہٹا لے گیا۔ جہان ہر جگہ اُن سفید سفید تودون کی آڑ موجود تھی۔ مگر یہ دیکھتے ہی خنظلہ بن ثعلبہ گھبرا کے جھپٹا اور ہانی کی طرف متوجہ ہو کے چلایا "ہانی۔ اس ہٹ آنے سے تمھارا منشا تو یہ ہے کہ ہمین پناہ ملے۔ مگر اصل مین تم ہمین ہلاکت مین ڈالے دیتے ہو۔ یہ غضب نہ کرو ورنہ کہین پتہ نہ لگے گا۔ ہمارے لیے آب ذی قار سے بہتر کوئی جگہ نہین ہو سکتی۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہان رہنے سے پانی پر ہمارا قبضہ رہے گا۔ اگر لڑائی نے طول کھینچا تو ایرانیون مین پانی کا قحط ہو جائے گا۔ اور دو ہی تین دن مین پیاس اُنھین ہلاک کر دے گی " یہ کہہ کے خنظلہ تمام ہمراہیون اور کل سرکش قبائل کو پھر ذی قار کے کنارے لے آیا۔ لڑائی کے لیے صفین درست کین۔ اور اونٹون کے کجاوے اپنے آگے آگے چارون طرف رکھوا دیے کہ دشمن اگر یکایک ٹوٹ پڑنا چاہین تو ایسا نہ کر سکین۔ پھر اُس نے اپنی صفون کے آگے ایک چھوٹا خیمہ کھڑا کرایا۔ اور سب لوگون کی طرف دیکھ کے کہا " اے شجاعان عرب[۵] مین عہد کرتا ہون کہ جب تک یہ خیمہ نہ بھاگے گا مین قدم پیچھے نہ ہٹاؤن گا " اپنے سردار کا یہ عہد سُن کے تمام لوگون کے دلون مین بھی ایک جوش پیدا ہو گیا۔
اس واقعہ کے دوسرے دن بدوی قبائل اور عربی سپاہی اپنے اسلحہ سے آراستہ ہو کے جان بازی اور نبرد آزمائی کی تیاریان کر رہے تھے کہ سامنے سے ورفش کاویانی نظر آیا۔ اور اُس کے پرچم پر سے بے بہا الماسون نے اپنی کرنین چارون طرف چھٹکائین۔ متحیر بدویون کی نگاہون مین تھوڑی دیر کر لیے

ف۵ عربون کا معمول تھا کہ جانبازی کے موقعون پر اسی قسم کے عہد کیا کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ مین ہرگز نہ بھاگون گا۔ کیونکہ نہ یہ خیمہ خود بخود بھاگے گا نہ میرا بھاگنا ممکن ہوگا۔

ایک خفیف سی خیرگی پیدا ہو گئی۔ اکثر عربون کے دل مین خوف و یاس کے خیالات نے جوش مارا۔ اس لیے کہ دارا ے عجم اور شہریار ایران کی فوجون سے لڑنا اُن کے خیال مین پہاڑون سے سر ٹکرانا تھا۔ بار بار خیال آتا تھا کہ جن شیرافگن سپاہیون اور صف شکن نامورون نے یونان و روم کے بہادرون کو پسپا کر دیا۔ جن کی سطوت نے ایک تھوڑے ہی زمانے مین ارض فلسطین اور مملکت شام کا تختہ اُلٹ دیا۔ اُن سے مقابلہ کرنا۔ اُن کی حملون کی تاب لانا۔ اور اُن کے کاری اسلحہ کو روکنا عربی شجاعت و قوت سے بہت بالا ہے۔ دراصل عربون کو اس وقت تک اپنی اصلی قوت اور اپنے اتفاق کی برکت کا حال ہی نہین معلوم ہوا تھا۔ وہ اپنی شجاعت سے ناواقف تھے۔ اور بجز اس کے کہ ریگزارون مین باہم لڑین یہ جانتے ہی نہ تھے کہ ہم کسی زبردست سلطنت سے بھی مقابلہ کر سکتے ہین۔ بہرحال عجمی بیرقون اور فارسی علم کی صورت دیکھتے ہی اُنھین اپنے خیمون مین ایک جھرجھری سی معلوم ہوئی۔ اور یکایک سب کے دل لرز گئے۔

سرداران عرب نے فوراً اس حالت کا اندازہ کر لیا۔ سمجھ گئے کہ اگر یہی حالت رہی تو عرب لوگ پہلے ہی حملے مین ہمت ہار دین گے۔ اور لڑائی کی صورت ذرا بھی بگڑی تو پھر پتہ نہ لگے گا۔ اس لیے کہ اسی میدان کے ساتھ ملک عرب کی قسمت کا بھی فیصلہ ہے۔ ایرانی غالب ہوتے ہی کوئی بے عزتی اُٹھا نہ رکھین گے۔ اور عرب کی پاک دامن لڑکیان انتہا سے زیادہ ذلت کے ساتھ بے عصمت کی جائین گی۔ یہ خیال آتے ہی سردار بنی شیبان ہانی بن عروہ بڑھ کے آگے آیا۔ اور سب کی طرف خطاب کر کے کچھ کہنے کو تھا۔ کہ زہیر بن سلم عذری نے بڑھ کے نہایت ادب کے ساتھ اُسے روکا۔ اور کہا "اس موقع پر مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیجیے"

ہانی "قسم ہے حرمت لات اور شوکت عزیٰ کی کہ مین تم سے زیادہ بوڑھا اور تم سے بدرجہا زیادہ پرجوش ہون"

زہیر "بے شک۔ آپ ہم سب سے زیادہ معزز و محترم ہین۔ آپ کی شجاعت بھی عرب مین مشہور و مسلم ہے۔ مگر مجھ مین دوہرا جوش ہے۔ جوش شجاعت اور جوش عشق۔ سب لوگ قوم و ملک کی حمایت مین لڑنا چاہتے ہین۔ اور مین اس کے

ساتھ اپنی جان سے زیادہ پیاری حبیبہ کے لیے بھی لڑتا ہون۔ علاوہ برین آپ صرف قبیلۂ بنی شیبان کے فضائل بیان کرین گے۔ اور مین تھوڑا بہت ملک عرب کی تاریخ سے واقف ہون۔ ایسے الفاظ کہون گا جن سے تمام قبائل عرب کے دل مین جوش پیدا ہوگا۔"

ہانی "اچھا کہو۔ اور دیکھو لوگون کو ایسا جوش دلادو کہ کسریٰ پرویز کی وقعت اُن کے دل سے بالکل جاتی رہے۔"

زہیر "یہ گستاخ نوجوان صرف اسی لیے صفون کے آگے آیا ہے۔"

سردار قوم سے اجازت پاتے ہی زہیر نے عربی صفون کی طرف رخ کیا۔ اور نہایت ہی جوش و خروش کے ساتھ بلند آواز سے چلایا "یا معاشر العرب ابھی موقع اور یہی میدان ہے جہان تم اپنے بزرگون کی عظمت قائم رکھ سکتے ہو۔ تمھارے آزادی پسند بزرگون نے کبھی کسی کے آگے سر اطاعت نہین جھکایا۔ بنی الاسود (حبشیون) اور بنی الاحمر (ایرانیون) نے بنی قحطان کو مغلوب کر لیا۔ مگر تمھاری نسلون اور بنی نزار و آل عدنان کے خاندانون مین کبھی غلامی کا دھبہ نہین لگا۔ تم وہ لوگ ہو جن کے مقابلے مین سکندر اعظم کو بھی ناکام واپس جانا پڑا۔ قیاصرۂ روم ہمیشہ اسی فکر مین رہے کہ ارض عرب کو پامال کرین مگر تمھاری شجاعت نے اُنھین کبھی قدم آگے نہین بڑھانے دیا۔ تم نے ہمیشہ اپنے غیر آباد ریگستانی وطن اور اپنے برہنہ پہاڑون کی حفاظت اپنا خون بہا کے کی۔ اور اب بھی اسی طرح کروگے۔ یہ بالو یہ ریگ رواں جو حملہ آورون کے دھمکانے کے لیے ہمیشہ جبین بہ جبین رہا کرتی ہے تمھاری شریف نسلون کا بہت سا خون پی چکی ہے۔ اور تم نے اپنا خون پلا پلا کے اسے دوست بنایا ہے۔ عجمیون کی شان و شوکت۔ دھوم دھام۔ اور زرق برق لباس سے نہ ڈرو۔ اُن کے علم کے ان جاہ دار الماسون کی کرنون سے نہ خوف کھاؤ۔ اس لیے کہ یہ سب چیزین صرف دکھانے کے واسطے ہین ایرانیون کی قوت صرف اُن بہادر اور عقلمند وزیرون سے تھی جنھین خاک عرب نے پیدا کیا تھا فارس کے تمام قوانین مملکت اُسی نعمان اول کے منضبط کیے ہوئے ہین جو تمھاری قوم مین سے تھا۔ جس نے ایران کو ایران بنایا۔ اور افسوس اُسی محسن کی نسل پر ظلم کرنے۔ اُسی

خاندان کی لڑکیون کو ذلیل و بے عصمت کرنے کے لیے یہ فوج کشی کی گئی ہے۔ تم بہادر ہو۔ شجاع ہو۔ با حمیت ہو۔ فیاض ہو۔ اور اُس آزادی کے دلدادہ ہو جو قوم عجم کو کبھی نصیب نہین ہوئی۔ اس لیے کہ فارس کے تمام امیر و رئیس اپنے شہوت پرست بادشاہ کے غلام ہین"

اس تقریر نے عربون کے دلون مین یکایک ایک عجیب قسم کا جوش و خروش پیدا کر دیا۔ ہر طرف سے آوازین آنا شروع ہوئین "ہم غیرت مند ہین" "ہم مین حمیت ہے" "ہم مارین گے اور مر جائین گے" "ہم اپنی بے عزتی و بے حرمتی ہرگز نہ دیکھ سکین گے" چارون طرف سے یہ آوازین آرہی تھین اور یہ جوش و خروش کے نعرے بلند تھے کہ ایک بیتابی کے جوش سے از خود رفتہ ہو کے حنظلہ بن ثعلبہ آگے آیا اور زہیر کی طرف دیکھ کے بولا "بس صاحبزادے بس! اب اس سے زیادہ سننے کی تاب نہین" یہ کہہ کے اُس نے رجز مین دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ "جس روز مین نہ ہون گا اُس دن چرغ اور مردم خوار طیور فاقون مرین گے۔ اور بھوک کی شدت سے تڑپ تڑپ کے اور پھڑ پھڑا پھڑ پھڑا کے روئین گے"

اب عجمی نشان قریب آگیا تھا۔ ایرانی قرنا و بوق کی آواز ریگزارون مین گونجتی اور پہاڑون سے ٹکرا رہی تھی۔ ماہویہ کے حکم سے ایرانیون نے قریب آتے ہی ٹھہر کے صفین باندھین۔ اور ایک عجمی سوار گھوڑا دوڑا کے آگے آیا۔ اور عربی زبان مین چلّا کے بولا "اے جماعت عرب! ابھی اپنی حماقت پر متنبہ ہو اور خسرو گیتی پناہ کو ناراض نہ کرو۔ ورنہ اُس کا غضب تمھین خاک مین ملا دے گا۔ اگر اپنے اہل و عیال اپنی ملک و مال سے کچھ بھی محبت ہے تو فوراً سر اطاعت جھکا دو۔ اور آل نعمان کی لڑکیان اور خزانہ حیرہ کی زرہین ہمارے حوالے کرو" اس صورت کے پیش کیے جاتے ہی پھر عربون مین ایک قسم کا اضطراب پیدا ہوا۔ اور اُس تمام جوش کو بھلا کے جو زہیر کی تقریر نے دلون مین پیدا کر دیا تھا پھر صلح کا ارادہ کرنے لگے۔ یہ رنگ دیکھ کے عمرو زہیر نہایت ہی پریشان تھے۔ خصوص زہیر کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ اس لیے کہ ایرانیون سے صلح کے یہی معنے تھے کہ نازنین و ناز آفرین جنبیہ دار آے عجم کی نذر کر دی جائے۔ اور وہ ہمیشہ کے لیے اپنی معشوقہ ناز آفرین سے جدا ہو جائے۔

مایوسی کے عالم میں سوچتے سوچتے اُس نے جوش میں آکے تیر کمان سے جوڑا اور یکایک اُس کا زہر دار تیر قضا کا پیام لے کے اس زور سے روانہ ہوا کہ جاتے ہی اُس عجمی سوار کے سینے میں پیوست ہو گیا جو دونوں لشکروں کے درمیان گھوڑے کو کاوے دے دے کے عربوں کو صلح پر آمادہ کر رہا تھا۔ تیر کھاتے ہی وہ سوار گھوڑی سے گرا۔ اور ایک چشم زدن میں تڑپ کے جان دے دی۔ اس لیے کہ تیر نے اُس کا دل چھید دیا تھا۔ جس کے صدمے اُسے اچھی طرح تڑپنے کا بھی موقع نہ ملا۔ یہ حالت دیکھ کے ماہویہ اور عام سرداران عجم کے غصے کی انتہا نہ تھی۔ اُس نے اپنے نشان کو حرکت دی۔ ساتھ ہی طبل جنگ پر چوب پڑی۔ اور عجمی سپاہی جوش و خروش کے ساتھ لڑنے مرنے کے لیے بڑھے۔ انھیں کے درمیان بعض عربی قبائل بھی چھوٹے چھوٹے طبل بجا تے۔ نعرہ ہاے جنگ بلند کرتے اور ناچتے کودتے چلے آتے تھے۔ جاٹوں۔ زابلیوں اور افغانوں نے بھی ایک شور کر کے حملہ کیا۔ اور عرب لوگوں میں گھبراہٹ سی پیدا ہو چلی تھی کہ سرداروں اور بہادروں نے آگے آکے اُن کی ہمت بندھائی بخصوص عمرو زہیر تو دشمن کی طرف نیزے تان کے کھڑے ہو گئے۔ اور اپنے ہم قوموں کی طرف دیکھ کے چلائے "بہادرو ہمت نہ ہارنا۔ یہ لوگ تمھاری شہرت مٹانے۔ تمھاری عزت لینے اور تمھارے نام میں دھبا لگانے کو آتے ہیں۔ تم نے ایک ذرا بھی استقلال دکھایا۔ ہمت سے کام لیا۔ میدان میں قدم جمایا۔ اور یہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ نہ ان میں تمھاری سی شجاعت ہے۔ نہ تمھاری سی شرافت اور نہ تمھاری سی سخاوت۔ پھر یہ کیونکر تمھارا مقابلہ کرسکیں گے۔"

یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ایرانی لشکر آپہونچا۔ اور دونوں لشکر مل گئے۔ عربی سردار جو اپنی صفوں کے آگے تھے پہلے اُنھوں نے دشمنوں کو روکا۔ اور اس شجاعت سے مقابلہ کیا کہ اور سب لوگوں کے دلوں میں بھی حمیت و غیرت نے جوش مارا۔ اور سخت لڑائی ہونے لگی۔ ایک تھوڑی دیر کے لیے لوگوں کو اس میدان جنگ کے آگے میدان قیامت بھی بھول گیا۔ اور ہر سپاہی پر کچھ ایسی بے حسی طاری تھی کہ نہ اپنی کمزوری سوجھتی تھی نہ دشمن کی قوت و طاقت۔ کئی گھنٹے تک یہ حالت رہی کہ نیزوں اور تلواروں کی آواز انسان کے شور و غل پر غالب تھی۔

درمیان مین بعض بعض اوقات سرداران فوج رجزخوانون اور کڑکیتون کے نعرے سُنے جاتے جو جانبازنبرد آزماؤن کو بڑھاتے اور جوش وخروش سے اشعار رجز پڑھتے تھے۔ آخر دونون طرف کے بہادر پسینے پسینے ہو گئے۔ سُستی اور تھکن نے ہاتھ شل کر دیے۔ اور دونون حریفون کو حیرت تھی کہ ابھی تک کسی طرف شکست کے آثار نہین نظر آتے۔ ایرانی اتنی دیر تک قدم نہ جما سکتے۔ مگر اُن کی طرف کے عربی قبائل۔ کابلی و ترکمانی پہلوانون۔ اور جانباز جاٹون نے اس طرح قدم جما کے مقابلہ کیا کہ آخر عربون پر پھر ایرانی حشمت و شوکت کا خوف غالب ہوا۔ جو لڑائی کے جوش اور افسرون کے بڑھاوے سے تھوڑی دیر کے لیے بالکل بھُول گیا تھا۔

اب سب سے زیادہ خرابی یہ پیدا ہوئی کہ دونون طرف کے سپاہیون پر تشنگی غالب تھی۔ خصوص ایرانیون پر جو امارت و ثروت۔ اور اپنے سرسبز و شاداب ملک کی وجہ سے بھوک پیاس کی ضبط کرنے کے عادی نہ تھے۔ ایرانی پہلے تو کسی قدر بد دل ہوئے۔ گھبرائے اور پریشان ہونے لگے تھے کہ ماہویہ اور اُس کے اور ساتھیون نے زور سے للکارا اور کہا "بہادرو پانی بھی تمھین انھین ذلیل اور جنگلی دشمنون کو پسپا کر کے ملے گا۔ اس لیے کہ آب ذی قار پر بھی قبضہ کیے ہوئے ہین۔ جرأت کے ساتھ بڑھو۔ انھین مار کے ہٹاؤ۔ اور اس بڑے لبریز تالاب پر اپنا قبضہ کرو" اس آواز نے ناگہانی بجلی کا سا کام دیا۔ یا تو ایرانی سپاہیون مین سُستی آ گئی تھی یا یکایک ایک تر و تازگی پیدا ہو گئی۔ سب نے نئے جوش اور تازہ دل سے حملہ کیا۔ اس حملے کی عرب تاب نہ لا سکتے۔ مگر سرداران قبائل نے بڑھ کے حریف کے جوش کو اپنے اسلحہ پر لیا۔ اُنھین روکا۔ اپنے ہم قومون کو اُبھارا۔ اور پوری دلیری و جوانمردی سے مقابلہ کرنے لگے۔ تاہم عربون کا قدم پیچھے ہٹنے لگا۔ افسر ہزار کوشش کرتے مگر اس کی کوئی تدبیر نہ بن پڑتی تھی کہ دشمن ساعت بہ ساعت پلے پڑتے اور دباتے چلے آتے تھے۔ اور اُن کے مقابل مین عرب لوگ پیچھے ہٹتے جاتے تھے۔ اس موقع پر سب سے زیادہ خوفناک حملہ زابلی و کابلی پہلوانون اور ترکمانون کا تھا جو نہایت ہی قوی ہیکل تھے۔ اور اُن کے تن و توش دیکھ دیکھ کے عرب سہمے جاتے تھے۔ لڑائی بظاہر ختم ہوتی نظر آتی تھی۔ اور قریب معلوم ہوتا تھا کہ

ملک عرب کی قسمت دگرگون ہوجائے - ابنائے بادیہ ہٹتے ہٹتے تالاب کے بالکل کنارے پر آگئے تھے - اور شاید تھوڑی دیر مین میدان صاف ہوجاتا - اور درفش کاویانی کے حامی آب ذی قار سے سیراب ہوکے تازہ دم ہوجاتے - اور اُن کے تازہ دم ہوتے ہی عربی شجاعت و سپہ گری کا خاتمہ ہوجاتا - ناگہان عربی لشکر مین سے ایک سوار نکلا جس کا گھوڑا ایرانی صفون کو درہم و برہم کرتا اور بہت سے لوگون کو گراتا - اور پامال کرتا ہوا چارون طرف چکر لگانے لگا ایک بجلی تھی کہ بے قراری کے ساتھ کبھی اِدھر گرتی تھی - کبھی اُدھر گرتی تھی - اور جدھر گرتی بہت سی جانون کا فیصلہ ہوجاتا - یہ زہیر تھا جو اپنی قسمت پلٹتے دیکھ کے جان پر کھیل گیا - اور یہ خیال کر کے کہ یا تو زندگی وکامیابی ہے یا ناموری و بقائے دوام کی موت - دشمنون کی فوج کے سیلاب مین پھاند پڑا - اُس کی لڑائی اور جانبازی مین کچھ ایسی شان تھی کہ تھوڑی دیر کے لیے دونون طرف کے بہادرون نے لڑنے سے ہاتھ روک لیے - اور اُسکی سیماب وشی کا تماشا دیکھنے لگے - عمرو نے جب اپنے جانی دوست کی یہ حالت دیکھی تو یکایک اُس کے دل مین بھی ایک مجنونانہ جوش پیدا ہوا اور دونون شاہزادیون حلیمہ و حبیبہ سے رخصت ہوکے اور اُنھین آبدیدہ چھوڑ کے وہ بھی لڑائی کے شعلون مین پھاند پڑا - اور جس میدان مین صرف ایک فوجی بازیگر کا تماشا نظر آرہا تھا اب دو جانباز نظر آنے لگے -

آخر ایرانی پہلوان اور سردار اپنی ایک فوری غفلت سے چونکے - چارون طرف سے جھپٹے کہ ان دو بے جگر نوجوانون کو گھیر کے مار لین - اور اُن کی زندگی کا خاتمہ کر دین - اب زہیر و عمرو پر ہر جانب سے یورش ہو رہی تھی سانی بن عروہ اور حنظلہ بن ثعلبہ نامی گرامی سرداران عرب ان دونون نوعمر اور ناتجربہ کار بہادرون کو حیرت سے دیکھ رہے تھے - اُن کی مجنونانہ سرفروشی پر افسوس کرتے تھے - اور سوچ رہے تھے کہ کیونکر اُن کی مدد کرین کہ یکایک وہ دونون نوجوان دشمنون کے نرغے مین پڑ گئے - ایک تھوڑی دیر کے لیے وہ عام نگاہون سے غائب تھے - اور دوست دشمن کی نظرین اُنھین انسانون کے ایک گھنے جنگل مین ڈھونڈھ رہی تھین - کہ یکایک بھیڑ چھٹی - بہت سے لوگ گھبرا کے اُلٹے پھرے - اور نظر آیا کہ

خاص درفش کاویانی کے نیچے تھا۔ زہیر کے نیزے مین چھد کے گرا۔ عربی نوعمر سپاہی نے زور سے نعرۂ مسرت بلند کیا۔ اور چلایا " قتلت الماہویہ وحرمۃ نسر و یعوق " (نسر و یعوق بتون کی حرمت کی قسم مین نے ماہویہ کو قتل کر ڈالا) یہ آواز ایک بجلی تھی کہ جس کے کان تک پہونچی اُسے سکتہ سا ہو گیا۔ ایرانیون کا یہ سکتہ ختم نہین ہونے پایا تھا کہ حنظلہ نے طلیق کے ساتھ کہا " قسم ہے عزیٰ کی اب تماشا دیکھنے کا وقت نہین ہے۔ ہمین حملہ کرنا چاہیے۔" یہ کہتے ہی اُس نے اور اُس کے ساتھ ہانی اور سارے عربی لشکر نے حملہ کر دیا۔ ایرانی پریشان تو تھے ہی۔ اس حملے کی تاب نہ لا سکے یکایک اُن کے قدم اُکھڑ گئے۔ اور بہت ہی دلشکستگی کے ساتھ پیچھے ہٹے۔

عربی سپاہی تعاقب کرنے کے لیے بڑھ رہے تھے۔ مگر سردار حنظلہ نے چارون طرف پکار پکار کے اور بہت سے آدمی دوڑا دوڑا کے سب کو روکا اور رُکوا لیا۔ اور جب ہر جانب سے لوگ سمٹ سمٹ کے اُس کے قریب آئے تو نہایت خوشی کے ساتھ سب کو مبارکباد دی۔ اور کہا " اس فتح کو دیوتاؤن کی مدد اور تائید غیبی خیال کرو۔ کبھی عربون کے خیال مین بھی نہ گزرا تھا کہ عجمی سرد آزماؤن کو ایسا کر دین گے۔ اب اس وقت ان لوگون کا تعاقب نہ کرو۔ دیکھو یہ کیا کرتے ہین اگر واپس گئے تو فبہا۔ ورنہ کل ہم اُنھین تھکا کے اور ہلکان کر کے شکست دین گے۔ اس لیے کہ آب ذی قار پر اب تک ہمارا قبضہ ہے۔ اور کسی جانب سے اُنھین ایک قطرہ پانی بھی نہین مل سکتا۔ آج اگر یہان ٹھہر گئے تو کل اُن لوگون مین لڑنا کیسا بات کرنے کی بھی تاب نہ ہو گی۔ پھر اُس وقت ہم اُنھین جس طرح اور جس قدر ذلیل کرنے چاہین گے فنا کر دین گے۔ اس وقت تمھارا یہ کام ہے کہ اپنے نوجوان بہادرون زہیر و عمرو کی قدر کرو جن کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ اور جن پر تمام قوم عرب کو ناز کرنا چاہیے۔ زمانہ ہمیشہ یاد کرے گا کہ اُنھین دو جوانمردون کی قوت بازو سے قوم عرب نے تاج خسروی کو ذلیل کر دیا۔ اور درفش کاویانی کی عظمت خاک مین مل گئی۔"

حنظلہ یہ تقریر کر رہا تھا اور فتحیاب سپاہی اُسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے کہ زہیر و عمرو آ گئے۔ اُن کی صورت دیکھتے ہی اُس نے دوڑ کے زہیر کو گود مین

اُٹھا لیا۔ اور ایک عجیب از خود رفتگی کے جوش کے ساتھ چلایا "شجاعان عرب اپنے اس سرلعف بہادر کی قدر کرو۔ جس نے تمھاری عزت بچالی۔ اور واقعی اگر یہ دونون دوست نہ ہوتے تو آج سرزمین عرب کی قسمت پلٹ گئی تھی" یہ سُنتے ہی چارون طرف سے مختلف قبائل عرب کے شجاعون۔ نامورون اور سردارون نے دوڑدوڑ کے اور جھک جھک کے زہیر کے پاؤن اور ہاتھ چومنا شروع کیے۔ اور چند ہی ساعت مین ہر بچے کو یقین تھا کہ اب تمام عرب مین اس شریف نوجوان سے زیادہ بہادر کوئی شخص نہین۔

قدردانی و شجاعت پرستی کا جوش چند گھڑیون کے بعد کم ہوا۔ زہیر و عمرو کے اعضا مین جو مختلف زخم آ گئے تھے اُن کا تدارک کیا گیا۔ بڑے بڑے شریف گھرانون کی لڑکیون نے اپنی خمارون اور چادرون سے پھاڑ پھاڑ کے اُن دونون کے بدن مین پٹیان باندھین۔ اور چارون طرف قبائل کی شریف و پاکدامن لڑکیان ان دونون نوعمر شرفاے بنی عذرہ کی تعریف کے گیت گا رہی تھین اس عام قومی جوش نے دونون شاہزادیون حلیمہ اور حبیبہ کو بھی انتہا سے زیادہ مسرور کر دیا۔ اب وہ اپنے دل مین ایک ایسا جوش مسرت اور اپنے سینون مین ایک ایسا فخر و نازپاتی تھین جو اُنھین زندگی بھر مین کبھی نہین نصیب ہوا تھا۔ اور اس میدان جنگ اور قوم عرب کی قدردانی نے یقین دلا دیا کہ وہ عمرو زہیر کی معشوقہ اور بیویان ہونے کی وجہ سے ساری دنیا کی شاہزادیون سے زیادہ خوش نصیب ہین۔

رات کو ہانی بن عروہ کے خیمے مین تمام سرداران قبائل جمع ہوئے۔ اور اس وقت نہایت ہی اطمینان کے ساتھ اُن عذری نوجوانون کو مبارکباد دی گئی۔ اور ہانی نے سب کی طرف دیکھ کے کہا "ان نوجوانون کو مین نے اپنے پاس پناہ دی تھی۔ اور محض ان کی اور ان کی شریف النسب بیویون کی وجہ سے مین اپنی حالت کے ساتھ قوم عرب کی حالت کو بھی خطرے مین پاتا تھا۔ آپ سب لوگ اصرار کر رہے تھے کہ دولت فارس کا مقابلہ نہ کیا جائے۔ اس لیے کہ سطوت کسروی کے مقابلے مین آپ کو اپنی قوم بہت کم زور نظر آتی تھی۔ اور حقیقت مین

ہماری قوم گزیدہ تھی - مگر خدا نے ہمیں یہ دو فرشتے دیے تھے جنھون نے صرف اپنی قوت بازو سے قومی ضعف کو دُور کر دیا - اور اب ہم تاج خسروی اور درفش کاویانی کی بالکل پروا نہیں کرتے "

حنظلہ "اے سردار بنی شیبان - تم بالکل سچ کہتے ہو - لیکن یہ خوب یاد رکھو کہ ایرانیون کا سب سے بڑا ضعف یہ ہے کہ آب ذی قار پر ہمارا قبضہ ہے - کل پیاس سے عاجز آ کے ایرانی جان پر کھیل گئے تھے - اور واقعی اگر زہیر کا نیزہ ماہویہ کی زندگی کا خاتمہ نہ کر دیتا تو اُنھون نے تالاب پر قبضہ کر لیا ہوتا - لیکن ہمارے ان دونون نوعمر بہادرون کی قومی غیرت - جوش عشق - اور حمیت وطنی نے دشمنون کو کامیاب نہ ہونے دیا - بلکہ اس طرح ذلیل کر کے ہٹایا کہ اب وہ قیامت تک ہم پر کامیاب نہ ہو سکین گے "

ہانی "مگر ابھی کل کی لڑائی اور باقی ہے - اگر ہم لوگ اُسی وقت تعاقب کر کے منتشر کر دیتے تو ہمیشہ کے لیے نجات مل جاتی - اور اُن کی تمام دولت و حشمت اس وقت ہمارے قبضے مین ہوتی "

حنظلہ "لیکن کل وہ آج سے بھی زیادہ ذلیل و عاجز ہون گے - تشنگی نے اب اُنھین اس قابل ہی نہ رکھا ہوگا کہ مقابلے کی جرأت کر سکین - اور آپ دیکھین گے کہ کل اُن کو مقابلے کی جرأت ہی نہ ہوگی - تین دن سے کم زمانے مین اُنھین پانی نہین مل سکتا - اور کل کی لڑائی نے اُن لوگون کو ہم سے زیادہ ناتوان و بیتاب کر رکھا تھا "

ہانی "بے شک اُن مین اب مقابلے کی طاقت نہین رہی - میدان سے بھاگ کے وہ اپنے خیمون مین بیٹھ رہے ہین - بہتر ہو کہ آج رات کو ہم یکایک اُن پر جا پڑین اور چند ساعت مین اُنھین کاٹ کے ڈال دین - پیاس کے ساتھ رات کی بدحواسی اُنھین اور کمزور کر دے گی "

حنظلہ "لڑائی کی مصلحت تو اسی بات کو چاہتی ہے - اور عربی سپہگری کی شان بھی یہی ہے کہ رات کو جبکہ ماہتاب ریگ روان پر اپنی نور کی چادر بچھا رہا ہو ہم دشمن سے مقابلہ کرین - لیکن ان غیر مختون اور آتش پرست عجمیون کے نزدیک

دینے کے لیے دن ہی کا وقت مناسب ہے۔ ایک طرف تو یہ لوگ شجاعت و سپہگری کے زیادہ قائل ہون گے اور یہ نہ کہہ سکین گے کہ ہم نے رات کے اندھیرے مین چورون اور ڈاکوؤن کی طرح اُن پر حملہ کیا۔ اور دوسرے دن کی گرمی اور آفتاب کی دھوپ مین اُنھین تشنگی بمقابل رات کے زیادہ آسانی سے اور بہت جلد بدحواس و بیتاب کر دے گی“ زہیر و عمرو نے بھی جو اس صحبت مین موجود تھے حنظلہ کی راے سے اتفاق کیا۔ اور لڑائی کل پر اُٹھا رکھی گئی

یہ رات ایرانیون کے حق مین جیسی آفت و مصیبت تھی ویسی ہی عربون کے حق مین رحمت و برکت۔ علی الخصوص زہیر و طلہ کے حق مین جو اب اپنے اپنے خیمون مین آئے تھے۔ اور اپنی نازنین و نازآفرین شہزادیون کے پہلو مین بیٹھے پیارے منھون سے اور نغمہ خیز آواز دل مین اپنی جان بازی و شجاعت کی داد سُن رہے تھے۔ حلیمہ نے کسی قدر مسکرا کے کہا ”عمرو سچ تو یہ ہے کہ تم دونون دوستون نے اس میدان مین اُس خونخوار لڑائی سے بھی زیادہ جوہر دکھایا جو بنی غسان دبنی کندہ مین ہوئی تھی“ اتنا کہہ کے وہ کچھ شرما سی گئی۔

عمرو ”یوم حلیمہ مین اور اس دن مین جسے مین یوم حبابہ کہون گا فرق ہے۔ اُس مین مین نے جان پر کھیل کے اور جوش عشق سے بیتاب ہو کے اپنی جان کی ما ... شاہزادی کا بوسہ لے لیا تھا۔ جس کے بعد اطمینان تھا کہ اب شاہزادی میری ہو چکی۔ لیکن اس لڑائی مین یقین تھا کہ اگر میدان جنگ کا رنگ ذرا بھی بگڑا تو ہماری حاصل کی ہوئی دولت حسن۔ ہماری ساری زندگی کی راحت و مسرت خاک مین مل جائے گی۔ اُس لڑائی مین دونون طرف کے سپاہیون مین جوش بھرا ہوا تھا۔ اور دونون جانب نامی گرامی پہلوان جان بازی و سرفروشی کو تیار تھے۔ مگر اس لڑائی مین عربون کے حوصلے پست تھے۔ تمام ابنائے بادیہ درفش کاویانی کی آب و تاب دیکھ دیکھ کے سہمے جاتے تھے۔ اگر اس میدان مین ہم لوگ ایسی سرگرمی نہ دکھاتے تو عرب کی قسمت پلٹ جاتی اور اس کے ساتھ ہماری آرزوؤن کا بھی خاتمہ تھا“

حبابہ ”بے شک آج کا میدان تم ہی لوگون کی سرگرمی و مستعدی سے فتح ہوا۔

مگر یہ تو سمجھو کہ مین زندہ خسرو پرویز کے پاس پہونچ جاتی۔ اگر حقیقت مین قسمت پلٹتی اور مین دشمنون کے ہاتھ مین گرفتار بھی ہو جاتی تو مدائن مین مین نہ پہونچتی بلکہ میری لاش پہونچتی ؟

حلیمہ "خیراب ایسے منحوس الفاظ زبان سے نہ نکالو" مرجانہ کی طرف دیکھ کے جو پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ "یہ تم اُس وقت کہان چلی گئی تھین؟ مین تو وہان ٹیلے پر کھڑی ہوئی زہیر کی بہادری کا تماشا دیکھ رہی تھی مگر تم غائب تھین"

مرجانہ "مجھے دشمنون کی فوج مین ایک عورت نظر آئی۔ اور شبہہ ہوا کہ خولہ ہے۔ فوراً آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور بھیس بدل کے اور ایک بہت بڑا چکر کھا کے اُس کے قریب گئی تو معلوم ہوا کہ حقیقت مین وہ ہی ہے۔ اور وہی نہین اُس کے ساتھ طلیح بھی ہے"

عمرو (چونک کے) "اہاہ۔ وہ دونون موجود ہین؟ بس یہ سب کیا دھرا انھین فتنہ پردازون کا ہے۔ کل کی لڑائی مین خدا کرے میرا اُس کا سامنا ہو جائے"

زہیر "سامنا ہو تو قتل نہ کرنا۔ جس طرح بنے اُسے زندہ گرفتار کر لانا"

عمرو "یہ اُس وقت دیکھا جائے گا۔ اگر گرفتار کرتے نہ بنا تو مین بیشک قتل کر ڈالون گا"

اب رات زیادہ آ چکی تھی۔ سب جا کے اپنے اپنے بچھونے پر سو رہے۔ اور اہل عالم کو غافل پا کے تارے آہستہ آہستہ سرکتے سرکتے اُفق مغرب کے قریب جا پہونچے۔ مشرق سے سفیدۂ صبح نمودار ہوا۔ اور طیور کے شور سے پیشتر ہی دونون لشکرون مین ایک ہنگامہ بپا تھا۔ چند ساعت مین آفتاب طلوع ہو گیا مگر ایرانی لشکر مین کسی قسم کی مستعدی نہین نظر آتی۔ عربون نے خیمون سے نکل نکل کے اور کجاوون کے حلقون سے باہر آ کے صفین درست کر لین۔ اُن کے افسر اور پُرجوش سردار بھی میدان مین کھڑے ابنائے بادیہ کا حوصلہ بڑھا رہے ہین۔ اور اُن سے زیادہ حوصلہ کل کی لڑائی نے بڑھا دیا ہے۔ اس لیے کہ کل عربون کو ساسانی ہیبت و جبروت کا خوف تھا اور آج کسی بات کی پروا نہین۔ یکایک عمرو زہیر گھوڑے بڑھا بڑھا کے آگے آئے جن کی صورت دیکھتے ہی تمام سپاہیون مین ایک تازہ جوش پیدا ہو گیا۔ اور سب نے زور و شور سے ایک نعرۂ مسرت

بلند کیا۔ عربی عورتین جو اپنے قومی جانبازون کے پیچھے بلند ٹیلون پر کھڑی ہوئی تھین اُس وقت اُنھون نے بھی انتہا سے زیادہ مسرور و از خود رفتہ ہو کے رومال ہلائے۔
مگر یہ نعرے کی آواز اس جانب جس قدر برانگیختہ کرنے والی اور دلون کو اُبھارنے والی تھی اُسی قدر ایرانیون کے لشکر مین ہولناک تھی۔ رات بھر کی پیاس نے اب اُنھین بیتاب کر دیا تھا۔ تشنگی سے بڑے بڑے زبردست جوانمردون کے دو چھکے چھوٹ گئے تھے۔ اور سب کے حلق مین کانٹے پڑے جاتے تھے۔ اُس تکلیف نے سب کی قوت توڑ دی تھی۔ لیکن دشمنون کو سامنے صف آرا دیکھ کے جس طرح بنا وہ بھی میدان مین آئے۔ اور اپنی صفین درست کین۔ مگر حالت یہ تھی کہ بہت کم لوگ تھے جو اُن مین مقابلہ کرنا درکنار کھڑے ہونے کی بھی تاب نہ تھی۔ سپاہیون کے دل بجھے ہوئے تھے۔ افسر پریشان خاطر و افسردہ دل تھے۔ اور جب ماہویہ کا مارا جانا یاد آجاتا تھا تو سب کے سب خون کے آنسو بہانے لگتے تھے۔ اُس نامی سردار کی جگہ اب اُنھون نے ایک نئے بہادر شخص کو جس کا نام اسفندیار تھا اپنا افسر مقرر کر لیا تھا۔ اسفندیار صفون سے آگے آگے اور بڑھ بڑھ کے لوگون کو لڑائی پر آمادہ کرتا تھا۔ مگر کسی کو اپنے دل مین مقابلے کی ہمت نہ نظر آتی تھی۔ لوگ اس بات پر بھی افسوس کر رہے تھے کہ اس حالت کا اندازہ کر کے رات کو دشمنون کی آنکھ بچا کے بھاگ کیون نہ گئے۔ اتنے مین کسی نے مشہور کر دیا کہ عساکر عجم مین سے بیس ہزار آدمی رات کو کسی طرف چلے گئے۔ اس خبر نے اور زیادہ تشویش پیدا کر دی۔ اور سب کو یقین آگیا کہ اب شکست و موت کے سوا کسی بات مین مفر نہین ہے۔
عربون نے بہت دیر تک انتظار کیا۔ مگر ایرانی صفون مین سے کسی قسم کی حرکت نہ نظر آئی۔ یہ حالت دیکھ کے حنظلہ اپنے عربی سمرنگ گھوڑے پر سوار ہو کے عربون کے لشکر سے نکلا۔ اور دونون فوجون کے درمیان مین ٹھہر کے اور گھوڑے کو ادھر اُدھر پھرا کے چلایا "بہادران عجم۔ جسے سپہگری کا دعویٰ ہو میرے مقابلے مین آئے"۔ یہ کہہ کے اُس نے چند اشعار رجز پڑھے۔ جن مین اپنی شجاعت کے کارنامے ظاہر کیے تھے۔ ایرانیون کی طرف سے کسی کو نکلنے کی جرأت نہ ہوتی تھی مگر آخر غیرت و حمیت نے اُنھین اُبھارا اور نوش زاد نام ایک ہمدانی پہلوان

گھوڑے کو ایڑ بتا کے آیا۔ اور بولا "اگرچہ تشنگی نے ہماری فوج کو بدحواس کر دیا ہے
اور بہت سے لوگ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم لوگ
تمھاری کچھ ہستی نہیں سمجھتے۔ جس طرح بھوکا شیر زیادہ غضبناک ہوتا ہے
اسی طرح ہم لوگوں کو پیاس نے اور بہادر بنا دیا ہے" ان جملوں کا مطلب
جو فارسی زبان میں کہے تھے نوش زاد کے ایک عربی غلام نے سردار عرب کو سمجھایا
حنظلہ " یا ابن عابدۃ النار (اے آتش پرست عورت کے بیٹے) تیرے لوگ
جوانمردان عرب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کل ہمارے بہادروں نے اپنی شجاعت
ثبوت دے دیا۔ اور آج میں خود تن تنہا عربی نبرد آزمائی کا ثبوت دینے کو آیا ہوں"
نوش زاد "کیا کل تمھیں گھوڑا اڑھا کے ہماری صفوں میں گھس آئے تھے
اور سردار ماہویہ تمھارے ہی ہاتھ سے مارے گئے۔ اگر ایسا ہے تو میں ان کا
بڑی خوشی سے انتقام لوں گا"
حنظلہ " وہ ہماری فوج کا ایک پرجوش نوجوان تھا۔ اور میں ایک پختہ عمر اور
جنگ آزمودہ سردار ہوں" یہ کہہ کے حنظلہ نے نیزے کا وار کیا۔ نوش زاد نے ایک
گرز مار کے نیزہ توڑ ڈالا۔ اور بڑھ کے دوسرا گرز حنظلہ کے سر پر مارا۔ مگر عربی
نبرد آزما نے جھک کے وار خالی دیا۔ اور تلوار کھینچ کے نوش زاد پر برس پڑا۔
نوش زاد دیر تک حنظلہ کے وار روکتا اور بچاتا رہا۔ اور پھر بڑھ کے گرز کا
وار اس زور سے کیا کہ پتھر پر پڑتا تو اسے بھی ریزہ ریزہ کر دیتا۔ مگر حنظلہ نے اس
گرز سے بھی آپ کو بچایا۔ اور خالی گرز اس طرح بوجھل ہو کے پیچھے جھکا کہ
کہ نوش زاد کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور مجبوراً اسے بھی میان سے تلوار
کھینچنا پڑی۔ تھوڑی دیر تک دونوں جانبازوں کے درمیان میں تلواروں
کی بجلیاں چمکتی رہیں۔ جس کے خاتمے پر یکایک حنظلہ زخمی ہو کے پیچھے ہٹا۔ لیکن نوش زاد
شہاب ثاقب کی طرح تلوار لے کے جھپٹا کہ زخمی حریف کا کام تمام کر دے۔ یہ
حالت دیکھ کے عمرو نے گھوڑے کو ایڑ بتائی۔ مگر جب تک پہنچے پہنچے
نوش زاد نے دوسرا زبردست وار کیا۔ اور حنظلہ نے اپنے بائیں ہاتھ سے
تلوار پکڑ لی۔ غنیمت ہوا کہ سردار عرب کے ہاتھ میں آہنی دستانہ تھا

جس میں پیوست ہو کے نوش زاد کی تلوار پھنس گئی۔ اور وہ تلوار کے ساتھ حنظلہ کو بھی اپنی طرف کھینچ رہا تھا کہ عمرو نے پہونچ کے تلوار کا وار کیا۔ اور نوش زاد کو تلوار کا قبضہ چھوڑ کے پیچھے ہٹنا پڑا۔

عمرو کو میدان میں آتے دیکھ کے ایرانیوں نے حملہ کر دیا۔ اور دوسری طرف سے عربی لشکر بڑھا۔ چند لمحوں کی حالت امید و بیم کے بعد دونوں لشکر سمندر کی دو زبردست موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرائے اور عرب مغلوب ہونے لگے۔ فوراً بعض افسران فوج سردار حنظلہ کو زور آزماؤں کے ہجوم میں سے نکال کے عورتوں کے خیموں میں لے گئے۔ جہاں اُن کے زخموں کا تدارک ہونے لگا۔ مگر میدان جنگ میں اس وقت قیامت بپا تھی۔ بازار موت گرم تھا۔ عمروں کے سلسلے ٹوٹ رہے تھے۔ اور لڑنے والوں کو اپنے پرائے کا ہوش نہ تھا جس رنگ کی لڑائی ہو رہی تھی اُس کی ایرانیوں سے بالکل امید نہ تھی۔ اصل میں قومی حمیت وغیرت نے ایک گھڑی بھر کے لیے انھیں بھوک پیاس بھلا دی تھی۔ اور اُن میں یکایک یہ خیال پیدا ہوا کہ عربوں کو مار کاٹ کے پانی پر قبضہ کر لینا چاہیے۔ اور ہر شخص ایک جان دینے والے کی طرح بے پرواہی سے لڑنے لگا۔

ایرانیوں کے جوش نے چند ساعت کے لیے کل کی طرح آج بھی میدان کا رنگ بدل دیا۔ اور انھیں اپنی فتح قریب معلوم ہونے لگی۔ عرب لوگ پھر پیچھے ہٹ رہے تھے۔ اور ایرانی انھیں برابر عورتوں کے ٹیلوں اور آب ذی قار کی طرف ہٹائے لیے جاتے تھے۔ ہانی بن عروہ۔ زہیر اور عمرو وغیرہ سب کی کوششیں بیکار ہوئی جاتی تھیں۔ اور اندیشہ پیدا ہو چلا تھا کہ تھوڑی دیر میں ایرانی آب ذی قار سے سیراب نہ ہو جائیں۔

اس حالت نے عربیہ عورتوں میں بھی سخت تشویش پیدا کی۔ بعض تلواریں تول کے لڑنے اور مرنے پر آمادہ ہو گئیں۔ بعض اپنے بچے دکھا دکھا کے مردوں کو غیرت دلانے لگیں کہ کیا ہمیں اور انھیں چھوڑ کے بھاگ جاؤ گے؟ اتنے میں شاہزادی حبیبہ اور سردار بنی شیبان کی ایک بیٹی دونوں تڑپ کے

سب عورتون کے آگے آئین۔ حبیبہ نے اشارے سے زہیر اور عمرو کو جوش دلایا اور شیبانیہ لڑکی نے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ "اے جماعت عرب اگر میدان جنگ چھوڑکے تم بھاگے تو پھر تمھارا نطفہ ضایع ہو جائے گا اور ہمارے بطنون سے شریف اولاد نہ پیدا ہو گی" یہ شعر نہ تھا۔ ایک برقی قوت تھی کہ اُس کا اثر محسوس کرتے ہی ہر عربی جان باز ٹھہر گیا۔ سات سو غیرت مند بہادرون کے چشم وابرو پر جوش کے آثار نمودار ہوئے۔ تلوارین سونت سونت کے بڑھے۔ اور ایرانیون کے لشکر مین گھس پڑے۔ شمشیر زنی مین آستینین اُلجھین تو اُن پورے سات سو آدمیون نے آستینین نوچ نوچ کے پھینک دین۔ اور ایک مجنونانہ طیش کے ساتھ ایرانیون کو قتل کرنے لگے۔ ان لوگون کا یہ حملہ اس قیامت کا تھا کہ ایرانیون کا غلبہ موقوف ہوا۔ اور اب وہ بجاے حملہ کرنے کے عربون کا حملہ روک رہے تھے۔ لڑائی کا رنگ اب پھر عربون کے موافق ہو چلا تھا۔ کہ یکایک زہیر و عمرو جوش وخروش کے ساتھ کلمات رجز پڑھتے ہوئے پھر لڑائی کی آگ مین کود ے۔ اور اس زور سے حملہ آور ہوے کہ جس فریق پر اُنھون نے زور ڈالا اُس کے قدم اُکھڑ گئے۔ اور گھبرائے بدحواسی کے ساتھ بھاگے۔ اُن کو بھاگتے دیکھ کے سارے ایرانی لشکر نے ہمت ہار دی اور ہر طرف سے لوگون نے میدان چھوڑ چھوڑ کے ہٹنا۔ اور ہٹتے ہٹتے بھاگنا شروع کر دیا۔ آخر سارے لشکر مین بھگدر پڑ گئی۔ اور ساسانی علم کے حامی اس بدحواسی اور بے سروپائی سے بھاگے کہ نہ اپنے مال واسباب کی خبر تھی اور نہ اپنے افسرون اور سردارون کی پروا۔

عرب کل کی طرح آج اُنھین شکست دے کے اطمینان سے ٹھہر نہین گئے۔ بلکہ جوش وخروش سے تعاقب کیا۔ ہر جانب ایرانی قتل ہونے لگے۔ اور عمرو زہیر بھی فتحیاب تعاقب کرنے والون کے ساتھ بہت دُور تک بڑھتے چلے گئے۔

عین اُس وقت جبکہ لشکر عجم پر تباہی برس رہی تھی اور بڑے بڑے شورما اور جان باز سپاہی نہایت ہی بودے پن سے قتل ہو رہے تھے طلح نے بدوی عربون کے کپڑے پہنے اور اپنی جورو خولہ کو بھی اُسی کے مناسب بدویہ عورتون کے کپڑے

پہنا کے ساتھ لیا اور رعام لشکر گاہ عجم سے ہٹ کے داہنی جانب چلا جدھر ایک وادی کے گوشے مین زید بن عدی کا خیمہ نصب تھا۔ خیمے کے باہر دونون میان بیوی ون نے آہستہ آہستہ کچھ باتین کین اور جدا ہو گئے۔ مگر نہین معلوم کیا بات تھی کہ خولہ جدا ہوتے وقت طلیح سے لپٹ کے کچھ آبدیدہ سی ہو گئی پھر فوراً ہی اُس نے اپنا چہرہ بشاش بنا لیا۔ اور شوہر کو اس کے خیمے کے قریب چھوڑ کے ایک طرف چلی گئی۔ طلیح اُس سے جدا ہوتے ہی خیمے کے اندر گیا۔ زید نہایت ہی بدحواس کھڑا ہوا تھا اور بھاگنے کی تیاریان کر رہا تھا کہ طلیح نے جا کے کہا "افسوس۔ عجمی سپاہ نے بڑی نامردی سے شکست کھائی۔ اور ہم لوگ شہریار پرویز کو منھ دکھانے کے قابل نہین رہے۔ ان لوگون کو مین ایسا بزدل اور نامرد نہین جانتا تھا۔"

زید "خیر۔ جو ہونا تھا ہوا۔ اب جس قدر جلد ہو سکے بھاگنا چاہیے۔ ورنہ عرب لوگ آ کے ہمین قتل کر ڈالین گے۔"

طلیح "ابھی شام تک تو وہ لوگ ایرانیون کے تعاقب مین رہین گے۔ اُنھین ادھر آنے کی فرصت ہی نہ ہو گی۔ اور اسی خیال سے مین نے آپ کا خیمہ یہان نصب کرایا تھا کہ اگر معاملہ دگرگون ہو تو آپ محفوظ رہین۔ یہ جگہ ایک نہایت ہی عمدہ مامن ہے۔ لیکن ہان اب اس خیمے کو چھوڑ دینا چاہیے۔"

زید "اور چھوڑ کے ہم جائینگے کہان؟"

طلیح "ایران جانے کا تو نام ہی نہ لو۔ ورنہ ہم سب قتل کر ڈالے جائین گے۔ اگر دشمن عربون کے ہاتھ سے بچ بھی گئے۔ تو خسرو پرویز قتل کرے گا جو شکست خوردہ افسرون کو ہمیشہ قتل کر ڈالا کرتا ہے۔ میرے خیال مین ہم بھی عرب بن کے ریگزار مین چکر لگائین۔ اور جب موقع ملے حارث اعرج کے دربار مین جا پہونچین جو میرا پرانا مربی ہے اور آپ کی بھی بڑی قدر کرے گا۔" یہ کہہ کے اُس نے خیمے کے ایک شگاف سے جھانک کے دیکھا۔ اور چند عربون کو تیر سے چمکاتے ادھر آتے دیکھ کے گھبراہٹ سے بولا "زید۔ جلدی بھاگو۔ ظالم آ پہونچے۔" زید اور طلیح دونون خیمے کی پشت کی طرف سے نکل کے قبل اس کے کہ اُن حملہ آور عربون کی نظر پڑے ایک چٹان کی آڑ مین ہو گئے۔ اور آڑ ہی آڑ مین جاتے جاتے گھاٹی مین غائب ہو گئے۔ ان کے

جانے کے بعد عربون نے آکے خیمون کو لوٹا۔ جو کچھ پایا گھوڑون پر لادا۔ چارون طرف سے طنابین اور ڈوریان کاٹ کے خیمے کو گرا دیا۔ اور واپس روانہ ہوئے۔

زید اور طلیح کہین دُور نہین گئے تھے۔ بلکہ قریب ہی ایک ٹیلے کی آڑ مین کھڑے اپنے خیمے کے لوٹے جانے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ عرب لوگ جب تاخت و تاراج کر کے چلے گئے تو دونون اُس پناہ کی جگہ سے نکلے۔ اور اپنے گرے پڑے خیمے سے دُور ہی دُور رہ کے آب ذی قار کی طرف چلے۔ مگر اس طرح کہ چکر کھا کے ذی قار کی پشت پر جا کے نکلین۔ دونون بدوی عربون کا سادہ لباس پہنے ہوئے تھے۔ اور مطمئن تھے کہ کوئی پہچان نہ سکے گا کہ انھین عجمی لشکر سے کوئی تعلق ہے۔ طلیح باتین کرتے کرتے زید بن عدی کو آب ذی قار کی پشت پر ایک کوہستانی تنگ گھاٹی مین لے گیا۔ اور چارون طرف نظر دوڑا کے ٹھہر گیا۔

زید۔ "کیون؟ ٹھہر کیون گئے؟"

طلیح۔ "خولہ نے مجھ سے یہین آکے ملنے کا وعدہ کیا ہے۔ وہ آلے تو چلون۔"

زید۔ "یہ وقت ٹھہرنے اور کسی کا انتظار کرنے کا نہین ہے۔ ان فتحیاب اور جوش مین بھرے ہوئے عربی وحشیون سے اُس قدر قریب ٹھہرنا کسی حال مین نہین مناسب ہے۔"

طلیح۔ "آپ کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے گا۔"

یکایک کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ پھر کئی چیخون کی آوازین آئین۔ ساتھ ہی خولہ ایک عورت کو کھینچتی ہوئی لائی۔ اور طلیح کی صورت دیکھتے ہی اُسے زمین پر گرا کے سینے پر چڑھ بیٹھی۔ اور چلائی "بس اب انتقام کا وقت آگیا۔"

اس جملے نے جیسے طلیح کو مجنون بنا دیا۔ اُس کے سر پر ایک جن سا سوار ہو گیا۔ آنکھون سے شعلے نکلنے لگے۔ غضبناک چشم و ابرو سے چارون طرف دیکھ کے زید پر اس طرح نظر جا دی اور ایسی خشمگین نگاہون سے اُسے گھور کے دیکھا کہ اُس کے دل مین ایک خوف سا پیدا ہوا۔ وہ دل ہی دل مین کچھ سہم سا گیا۔ اور بولا "کیون خیریت تو ہے؟"

اس کے جواب مین طلیح نے زبان سے تو کہا "ہان خیریت ہے۔" مگر اس جملے کے ساتھ ہی ایک خونخوار شیر کی طرح جھپٹ کے زید کو زمین پر دے مارا اور

اُس کے سینے پر چڑھ کے خنجر کھینچ لیا۔ زید نے دو ایک دفعہ اُس کے پنجے سے چھوٹنے کی کوشش کی۔ مگر اس قیامت کی گرفت تھی کہ بالکل زور نہ چل سکا۔ اور مایوسی و عاجزی کے لہجے میں بولا" اے عاقل عرب۔ مجھ سے کیا خطا ہوئی۔ جو تو میری جان لینا چاہتا ہے ؟"

طلحہ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ اور گو ہوشیاری سے رخ زید ہی کی طرف کیے ہوئے تھا۔ مگر گویا اپنی سنگدل اور کینہ پرور جورو کی طرف مخاطب ہو کے بولا" خولہ۔ ٹھہر۔ دیکھ مجھ سے پہلے تو وار نہ کرنا۔ ہم دونوں کے خنجر ایک ساتھ چلیں گے۔ اور ایک ہی وقت دو سینوں میں پیوست ہوں گے۔"

خولہ " ہاں ہاں۔ میں اقرار کے بموجب اپنا ہاتھ روکے ہوئے ہوں تمھارا حکم ہو اور میرا ہاتھ چلے۔ مگر جلدی حکم دو۔ یہ دیکھو یہ لڑکی چیخ چیخ کے پہاڑوں کو سر پر اٹھائے لیتی ہے ۔"

طلحہ " اچھا تو سُن۔ ہمارے اصلی دشمن زندہ موجود ہیں۔ جن سے انتقام لینا تھا اُن پر کوئی زور نہ چل سکا۔ ہم نے اتنی خاک چھانی مگر وہ اب بھی اُسی طرح کامیاب و بامراد ہیں۔ لیکن وہ نہیں تو اب ہم ایک اور طریقے سے اپنے غصے کی آگ بجھائیں گے۔ فی الحال ہماری تدبیر نے اُن کے عوض دو اور شکار ڈھونڈھ لیے ہیں۔ جن سے دنیا کو خالی کر کے ہم اپنے دلوں کو تسکین دے لیں گے۔ ہم اور تو دونوں اپنے حریفوں کے سینوں پر خنجر کی نوکیں رکھ دیں۔ اس کے بعد آنکھیں بند کر لیں۔ پھر خیال کر لیں کہ میرے خنجر کے نیچے عمرو بن لبید کا سینہ ہے اور تیرے خنجر کے نیچے زہیر کا سینہ۔ اور یہ خیال کر کے نہایت ہی خوشی اور نہایت ہی جوش کے ساتھ اُن کو دبا کے ان سینوں کے اندر تیرا دیں ۔"

خولہ " میں راضی ہوں۔ اور اپنے شکار کے سینے پر خنجر رکھ دیا۔" ساتھ ہی اُس مظلوم عورت کے منہ سے ایک چیخ کی آواز نکل کے پہاڑوں سے ٹکرائی۔

طلحہ " تو آنکھیں بند کر اور میں بھی بند کرتا ہوں ۔"

اب زید نے نہایت ہی حسرت کے ساتھ اور خوشامد کے لہجے میں کہا" آہ! میں کس جرم میں مارا جاتا ہوں ؟" مگر طلحہ نے اس کا خیال بھی نہ کیا۔

خولہ "آنکھیں بھی بند کرلیں"
طلیح "اب دل میں ٹھان لے کہ میرے خنجر کے نیچے عمرو بن لبید کا سینہ ہے اور تیرے خنجر کے نیچے زہیر کا ـــــــ"

یہ جملہ ختم نہیں ہوا تھا کہ کچھ آہٹ معلوم ہوئی اور کسی نے پیچھے سے اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے - اور خولہ کی بے اختیاری کی چیخ سے معلوم ہوا کہ اُس پر بھی یہی گزری - تاہم طلیح نے ایک جھٹکا دے کے ہاتھ چھڑا لیا - اور ایک پھرتی کے ساتھ خنجر کو زید کے سینے میں اُتار ہی دیا - اس کاری وار کے ساتھ ہی ایک طرف تو طلیح زبردستی کھینچ کے زید کے سینے پر سے اُٹھایا گیا - اور دوسری طرف زید نے ایک آہ کے ساتھ تڑپنا شروع کیا - مگر خولہ اپنا وار نہیں کرنے پائی تھی کہ گھبرا کے اُٹھ کھڑی ہوئی - اور کھڑا ہوتا تھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں گرفتار تھی جس شخص نے خولہ کو گرفتار کیا تھا اب اُس نے اُس کی صورت غور سے دیکھی اور بے اختیار اُس کے منہ سے نکلا "ایں یہ خولہ ہے؟" ادھر اس شخص نے کہا اور اُدھر دوسرا شخص جس نے اب طلیح کی مشکیں کس دی تھیں اسی طرح حیرت کی آواز میں کہا "اور دیکھو یہ طلیح ہے - مگر افسوس کم بخت نے اپنا کام پورا کر لیا" (زید کی طرف متوجہ ہو کے) "اے شخص تو کون ہے؟ اور اس ظالم نے تجھے کیوں مار ڈالا؟"

زید - (رُک رُک کے آہیں کھینچ کھینچ کے اور ناتوانی کی شکستہ اور رک رک کے سلسلہ آواز میں) "مجھے نہیں معلوم میں کیوں قتل کیا گیا؟ اس پر میرے احسانات ہیں - جب یہ ریگ روان پر پیاسا پڑا ہوا تڑپ رہا تھا اس کی جان میں نے بچائی - ہر امر میں اس کو مدد میں نے دی - ہمیشہ اس کی اطاعت کی - اس گھڑی تک اسے دوست سمجھتا رہا - مگر افسوس اس نے دغا دی - اور نہیں خبر کہ میں نے اس کا کیا بگاڑا تھا"

شخص - "اچھا تو اپنا نام تو بتا کہ کون ہے؟ اور کس قوم سے تعلق رکھتا ہے؟"
زید "میں ارض حیرہ کا نامی رئیس زید بن عدی ہوں جو شہریار ہرمز کا پیش دست اور اُس کا معتمد تھا - اور آج اس طرح اس دغاباز کے ہاتھ سے زخمی ہو کے خاک پر

لوٹ رہا ہون۔ مگر اے شخص تو جو کوئی ہو خبردار اس کے ساتھ ہمدردی نہ کرنا۔ یہ کسی کا دوست نہین ہو سکتا۔ جس کا دوست ہوگا اُسی کے ساتھ دغا کرے گا۔ اس نے بہتون کی جان لی ہے۔ یہ لڑائی اسی کی فتنہ پردازی کا نتیجہ تھی۔ روم کی شاہزادی اور عجم کی ملکہ مریم کو اسی نے قتل کرایا۔ شیرین کے عاشق صادق فرہاد نے انھین میان بیویون کی سازش سے جان دی۔ اور منذر بن نعمان کے خون مین اگرچہ مین بھی شریک تھا مگر اصل مین اُس کا بار بھی اسی کی گردن پر ہے۔ بس اب مجھ مین بولنے کی طاقت نہین۔ اے زندگی تجھ سے رخصت۔ اور اے طلیح تجھ پر ہزار بار لعنت"۔ پچھلا لفظ نہایت مشکل سے اُس کی زبان سے نکلا۔ فوراً ہاتھ پیرون مین تشنج شروع ہو گیا۔ اور دم بھر مین اُس نے تڑپ کے جان دے دی۔

زید کے تڑپنے۔ اُس کے کلمات یاس و حسرت۔ اور اُس کے دم واپسین نے تھوڑی دیر کے لیے اُن تمام لوگون کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ جو اس وقت یہان موجود تھے۔ اُس کا دم نکل جانے کے بعد ایک سناٹا سا ہو گیا۔ اسی میدان کے قریب اگرچہ ہزارہا مخلوق جان دے چکی ہے مگر کسی کے جان دیتے وقت لوگون کو وہ موت کا سناٹا نہین نظر آیا تھا جو اس گھڑی زید بن عدی کی زندگی ختم ہونے پر نظر آرہا ہے۔ یکایک ایک چیخ کی آواز آئی۔ سب لوگون نے چونک چونک کے اُدھر دیکھا۔ اور کیا دیکھتے ہین کہ خولہ جو ابھی چند ساعت پیشتر ایک عورت کے سینے پر چڑھی بیٹھی تھی زور زور سے سینہ پیٹ پیٹ کے چیخ رہی ہے۔ اور وہ عورت جو انتہا سے زیادہ مظلومی کے ساتھ نیچے پڑی ہوئی تھی اُسی کے ہاتھ کا خنجر خولہ کے سینے مین پیوست ہے۔ طلیح نے یہ کیفیت دیکھ کے اپنے چھڑانے کی کوشش کی۔ دو ایک جھٹکے دیے کہ آزادی حاصل کر کے انتقام لے لے۔ مگر جو شخص اُسے پکڑے تھا اُس کی گرفت مضبوط تھی۔ اور مشکین خوب کس کے باندھی گئی تھین۔

اب خولہ پر سکرات کا عالم طاری تھا۔ اس کا سر جھک آیا۔ غلام گردش کی قندیل کے مانند تیز رفتاری کے ساتھ تمام خوشیان۔ تمنائین اور آرزوئین ایک خیالی تصویر کی طرح اُس کی آنکھون کے سامنے آتی تھین اور قبل اس کے کہ وہ اُن سے لطف اُٹھانے کا موقع پائے رخصت ہو کے چلی جاتی تھین۔ آخر کسی برساتی سیلاب کی طرح ان امیدون اور

آرزوؤن کا ہجوم بہت تیزی کے ساتھ آیا اور نکل گیا۔ جس کی جگہ اب خوف۔ دہشت۔ ندامت اور پچھتاوا اُس کے دل پر غالب ہے۔ اپنے زندگی کے کارنامون۔ فتنون اور ظلمون کو دیکھ رہی ہے شاہزادی مریم کو دیکھتی ہے کہ یکایک ڈائن بن کے آئی اور کھا جانے کے لیے منھ پھیلا پھیلا کے دوڑتی ہے۔ فرہاد کو دیکھتی ہے کہ وہی کوہ کنی کا تیر لے کے جس سے خود اپنا سر پھاڑ ڈالا تھا جھپٹتا ہے۔ اور ارادہ کرتا ہے کہ اُس کا سر بھی پاش پاش کر دے پہلے وہ سمجھی کہ جس طرح وہ امیدین اور آرزوئین اپنی صورت دکھا دکھا کے بھاگ گئین یہ خوف کی ڈراؤنی صورتین بھی چلی جائین گی۔ مگر نہین یہ صورتین مستقل ہو کے اُس کی نظر کے سامنے جم گئین اور کسی طرح ہٹنے کا نام نہین لیتین۔ گھبرا کے آنکھین بند کر لین۔ مگر اب بھی دیکھتی ہے کہ خیال اُن مہیب تصویرون کو پیش کر رہا ہے۔ سہم کے اور بے چین ہو کے پھر آنکھین کھول لین۔ اور پھر اُنھین ہیبت ناک منظرون کا سامنا تھا۔ اب وہ گر چکی تھی۔ زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ رگون اور پٹھون مین تشنج شروع ہو گیا تھا۔ اور نزع کا عالم طاری تھا۔ آخر بے صبر ہو کے ایک بیتابی کے ساتھ چلائی "آہ! اے طلح تو بھی خراب ہوا۔ اور تیرے ساتھ مین بھی خراب ہوئی۔ تیری سیہ کاریون کا بار اپنے سر پر بھی پاتی ہون۔ ہم دونون کو آرزو تھی کہ عمر بن لبید اور زہیر سے ایک ساتھ بدلہ لین گے۔ ایک ہی وقت اُن کی زندگی کا چراغ گل کرین گے۔ مگر یہ آرزو خاک مین مل گئی۔ اور اب بجاے کامیاب ہونے کے ہم ناکام و نامراد ہین۔ اور ہمارے دشمنون کی آرزوئین بر آئین۔ مین اس عالم ہستی سے ناکام و نامراد جاتی ہون۔ اور شاید اسی دم تھوڑی دیر کے بعد تجھ سے بھی دنیا خالی ہو گی۔ اور جس طرح ہم ایک ساتھ اپنی آرزو حاصل کرتے اسی طرح اب یہ خبر سُن کے ایک ہی ساتھ زہیر و عمرو خوش ہون گے۔ ہمارے خون بے انتقام پڑے رہین گے اور تیرے دادا کی کھوپڑی کے اُلو کی طرح میری اور تیری کھوپڑیون کے اُلو بھی ابد الآباد تک ہمیشہ پھڑپھڑاتے اور چلاتے رہ جائین گے"

اب اس مین بھی بولنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ مرجانہ نے اس لیے کہ اُسی نے خولہ کے ظالم پنجے سے چھوٹ کے اُس کا کام تمام کیا تھا بڑھ کے ایک طیش کے ساتھ دم توڑنے والی خولہ کو ایک لات ماری۔ اور غصہ کے ساتھ کہا "بدکار دغاباز عورت۔

اپنی فتنہ پردازیوں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ۔ زہیر و عمرو تم دونوں کی موت کا قصہ سنیں گے نہیں بلکہ دیکھا کہ کھڑے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ یہ عمرو ہی تھا جس نے مجھے تیری ہاتھ سے بچایا۔ اور یہ زہیر ہی ہے جو طلح کو پکڑے کھڑا ہے۔ اکیلے وہی نہیں۔ دیکھ دونوں شریف و نیک نفس شاہزادیاں حلیمہ و حبیبہ بھی کھڑی ہوئی تیری ناپاک موت سے عبرت حاصل کر رہی ہیں۔ اور اپنی کامیابیوں پر خوش ہیں۔"

یہ جملہ سنتے ہی طلح نے گھبرا کے اور سہم کے اپنے اسیر کرنے والے کی صورت غور سے دیکھی۔ اور خولہ جانکنی کے ایک آخری جھٹکے کے ساتھ بولی "تو اب میں مطمئن ہوں کہ اگر ہم دونوں ایک ساتھ کامیاب نہ ہوئے تو ایک ساتھ مریں گے۔ مگر آہ دم نہیں نکل چکتا۔ اور یہ مہیب صورتیں نظر کے سامنے ہیں۔ بے شک نیکوکاری کو فتح اور دغا و فریب کو ذلیل شکست ہے۔" یہ کہہ کے مر گئی۔ اس کے مرنے کے ساتھ ہی زہیر نے ایک تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ طلح کا سر اُڑ کے دُور جا گرا۔ اور دنیا ان فتنہ جُو اور کیاد لوگوں سے ہمیشہ کے لیے خالی ہو گئی۔

طلح کی زندگی کے ساتھ ہی سارے جھگڑے اور فساد ختم ہو گئے۔ عمرو زہیر اپنی معشوقاؤں اور دونوں شاہزادیوں سے از سرِ نو بغلگیر ہوئے۔ اس لیے کہ اب اُنھیں ہر طرف سے اطمینان تھا۔ نہ کوئی دشمن باقی تھا اور نہ کسی کا اندیشہ۔ ہاں حارث اعرج کی طرف سے اطمینان نہ تھا۔ مگر آخر ہانی بن عروہ کی کوشش سے اُسے بھی معلوم ہو گیا کہ سارا فساد طلح و خولہ کی فتنہ پردازیوں کا نتیجہ تھا جس کے ساتھ ہی اُسے اپنے گزشتہ غیظ و غضب پر ندامت ہوئی۔ اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد غسانی سفیروں نے آ کے اُس کی طرف سے معذرت خواہی کی اور دونوں شاہزادیوں اور دونوں نوجوانوں کو مدعو کیا۔ یہ دعوت قبول کی گئی۔ اور قلعۂ بلقا میں نہایت ہی اعزاز و اکرام اور دھوم دھام سے اُن کی دعوت ہوئی۔ جہاں مرجانہ بھی بڑی عزت کے ساتھ بلائی گئی۔

یوم ذی قار کی فتح کی خبر جب عرب میں مشہور ہوئی تو تمام قبائل در گزر ہو گئیں بڑی خوشیاں کی گئیں۔ ان دنوں حضرت رسالتمآب صلعم مکۂ معظمہ میں موجود تھے۔ جب یہ مژدۂ فتح آپ کے گوش گزار ہوا تو فرمایا "یہی پہلا معرکہ ہے جس میں عربوں نے عجمیوں سے اپنا انتقام لے لیا۔" اور واقعی اگر غور سے دیکھیے تو یہ فتح آپ ہی کی نبوت کی ایک برکت تھی جس کے ذریعے سے ہمارے ہیروؤں کو بھی اپنے عشق میں انتہا سے زیادہ نجات مل گئی۔ اور کامیابی و کامرانی کی زندگی بسر کرنے لگے۔